کشمکش

رئیس احمد جعفری

حمید برادرز۔ مُل روڈ لاہور

بار اول .... فروری ۱۹۶۰ء
تعداد ۱۰۰۰
قیمت .... پانچ روپے

ناشر عبدالغفور
مطبوعہ اردو پریس لاہور

ظفر احمد فاروقی کے نام

مختصر حالِ چشم و دل یہ ہے
اس کو آرام، اس کو خواب نہیں

یہ بھی اک تماشہ ہے کارگاہِ الفت میں
دل کسی کا ہوتا ہے، بس کسی کا چلتا ہے

زندگی کا ڈرامہ

کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی، ابھی رات کے نو بجے تھے، لیکن سناٹے کا یہ عالم تھا جیسے سارا شہر لحاف اوڑھے منہ ڈھانکے سو رہا ہے۔ ہاں کبھی کبھی کتوں کے بھونکنے کا شور ضرور کہیں دور سے سنائی دے جاتا لیکن جاڑے کے سبب شاید ان کی آواز بھی ٹھٹھر کر رہ گئی تھی بے چارے عادت سے مجبور تھے اس لئے بھونکتے تو تھے لیکن آواز میں گرج کا تھا نہ گرج، ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی مدت کا بیمار، کمزوری اور ناتوانی کے باوجود کراہنے پر مجبور ہے۔ یکایک ہوا کے جھکڑ چلنے لگے۔ بادل گھر آئے۔ اور زور زور سے پانی برسنے لگا۔ ایسی دھواں دھار بارش شروع ہوئی کہ خدا کی پناہ۔ معلوم ہوتا تھا، آج برس کر پھر کبھی نہیں برسے گا۔

محلّہ کے بالکل آخر میں، ایک وسیع اور کشادہ مکان تھا، اس کے آثار بتا رہے تھے، کسی زمانے میں اس نے جاہ و جلال، شوکت و سطوت، اور امارت و ثروت کی بہاریں دیکھی ہیں۔ لیکن اب تو اس پر خزاں کا قبضہ تھا، وہ پھاٹک جس میں ہاتھی گذرا کرتے تھے گر چکا ہے، بارہ دری والا چمن، فوارہ، سب پر خزاں طاری تھی، بارہ دری کی چھت گر چکی تھی، دالان کے دو دو زمانے کی سختیوں کی تاب نہ لاکر خمیدہ ہو چکے تھے۔ چمن، جس میں کبھی گل و یاسمین، نسرین و نسترن کی خوشبو

مہکا کرتی تھی، اب ایک ملبہ معلوم ہو رہا تھا۔ فوارہ جس سے آبشار کی طرح پانی اچھلتا رہتا تھا اب
صرف جست کی ایک ٹوٹی ہوئی نالی کی صورت میں نظر آ رہا تھا، سامنے کا دیوان خانہ کسی زمان
میں بڑا پُرشکوہ تھا، لیکن اب تو اس میں قدم رکھتے ڈر لگتا تھا۔ آئینہ کی طرح شفاف اور مصفا
دیواروں میں لونی لگ چکی تھی پلستر اکھڑ چکا تھا، انہیں منہ کھولے زبانِ حال سے فریاد کر رہی
تھیں۔ چھت کی دو کڑیاں زمین بوس ہو چکی تھیں، موسلا دھار بارش نے ذرا سی دیر میں اسے ایک
تالاب بنا دیا تھا، دوسری طرف ملازموں، نوکروں اور خادموں کے گھر تھے، یہ بھی اب ویران
پڑے تھے، کئی بیٹھ چکے تھے، کئی بیٹھنے والے تھے، یہ سارا حصہ مردانہ پر مشتمل تھا، ایک
دروازے سے گذر کر اندر یعنی زنان خانے میں جانے کا راستہ تھا، وسیع اور کشادہ صحن کئی بڑ
بڑے کمرے، دالان، سہ دری صحنچی، ڈیرہ ان سب کے نشانات موجود تھے، لیکن بس نشان! او
کچھ بھی باقی نہ رہ گیا تھا، ہاں مٹی، اینٹ اور چونے کے ڈھیر جا بجا ضرور نظر آتے تھے اور ان
ڈھیروں پر نہ جانے کب کا اور کیسا کوڑا کرکٹ پڑا اعلان کر رہا تھا، دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت
نگاہ ہو،

سارے گھر میں صرف ایک کمرہ ذرا سلامت نظر آ رہا تھا، لیکن جا بجا سے شکستہ
اور خستہ، کبھی اس کمرے میں، دری، جازم اور قالین کے فرش بچھتے ہوں گے، اس وقت
ایک ٹوٹی سی چارپائی نظر آ رہی ہے، ایک میلا سا بستر، ایک کڑوے تیل کا دیا، جس
بتی کو بار بار ایک نوخیز لڑکی دیا سلائی کے تنکے سے اُبھار رہی تھی، کہ یہ ٹمٹماتی ہوئی روشنی
کہیں جواب نہ دے جائے۔ ٹوٹی سی چارپائی اور میلے سے بستر پر ایک عورت دراز تھی
یہ ایک لحاف اوڑھے تھی لیکن اس لحاف کی عمر کئی سال کی ہو چکی تھی، جب بجا سے ابرا اور
پھٹ چکا تھا، بڑے بڑے روئی کے ڈھیلے ابھر آئے تھے، کہیں کہیں کہنگی کے باعث سو

بھی بہہ گئے تھے، جن میں سے فرّاٹے بھرتی ہوئی ہوا بے تکلفی سے اندر داخل ہو رہی تھی، اس داخل ہونے والی ہوا کا ہر جھونکا اس عورت کے کمزور و ناتواں جسم کو زیر و زبر کر دیتا تھا وہ پھر چاروں طرف سے لسے اوڑھنے اور اپنے آپ کو گرم کرنے کی کوشش کرتی، لیکن اس پالے کے جاڑے شدت کی بارش اور غضب کی ہوائیں، بھلا ان ترکیبوں سے کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا، نوخیز لڑکی ایک رضائی اوڑھے سردی سے کپکپا رہی تھی، لیکن بڑے استقلال سے چارپائی کے پاس ایک معمولی سا فرشی بستر بچھائے بیٹھی تھی۔

محلہ میں یہ مکان "حویلی" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

یہ حویلی، پانی کی طرح روپیہ بہا کر مظفر حسین نے بنوائی تھی، میر صاحب اپنے زمانے کے بہت بڑے زمیندار اور دولت مند شخص تھے، لیکن آنکھ بند ہوتے ہی جائیداد و املاک برابر برابر چار بیٹوں میں تقسیم ہو گئی۔ یہ حویلی اور چھ بڑے بڑے گاؤں، آٹھ باغ چھوٹے لڑکے شرافت کے حصے میں آئے۔ میر شرافت حسین بھی بڑے ٹھسّے کے آدمی تھے، رعب کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑوں کا پتہ ان کے سامنے پانی ہوتا تھا، سخاوت کی یہ کیفیت کہ جس نے جو مانگا، پایا، رنگینی کا یہ حال کہ شہر کے بازارِ حسن میں جو اچھا یا نیا چہرہ نظر آیا، وہ منہ مانگی قیمت پر خرید لیا گیا۔ مصاحب اور ندیم صرف اسی پر اکتفا کیوں ہونے دیتے، شراب کی لت بھی ڈال دی اور جوے کا چسکا بھی پڑ گیا، ایک ایک بازی میں کبھی ہزاروں کے وارے نیارے ہو جاتے، یہ تو ہوئے بیرونی مصارف، خانگی مصارف کا بھی یہ حال تھا کہ درجنوں ملازم تھے، درجنوں خادمائیں تھیں ہر وقت مہمانوں کا تانتا لگا رہتا، یہ آیا، وہ گیا، وہ گیا یہ آیا، سب کی بڑی سیر چشمی سے مدارات ہوتی، بلکہ اکثر بن بلائے مہمان تو سفر خرچ بھی لے کر جاتے، عید بقر عید اور تیج تہوار پر تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے

میر صاحب نے تھیلیوں کا منہ کھول دیا ہے۔ سارے گھر کے زرق برق کپڑے بن رہے ہیں، بیوی کے لئے نئے نئے قیمتی اور جڑاؤ زیور تیار کرائے جا رہے ہیں، ملازموں اور خادماؤں کو انعام و اکرام سے مالامال کیا جا رہا ہے، میر صاحب لاکھ رنگین طبع تھے، لیکن بیوی کے اعزاز و احترام اور شان و شوکت میں ذرا فرق نہیں آنے دیتے تھے۔ بلکہ ایک حد تک ان سے دبتے تھے، خود بیوی کا ہاتھ بھی کھلا ہوا تھا، جب موقع دیکھتیں خوب خرچ کرتیں میر صاحب کی ماہوار آمدنی کسی طرح سات آٹھ ہزار روپے ماہوار سے کم نہیں تھی، لیکن یہ آمدنی مشکل سے پندرہ بیس دن چلتی ہو گی، اس کے بعد مہاجن کے رقعے جانا شروع ہو جاتے اور وہاں سے بڑی بڑی رقمیں منہ مانگی شرح سود پر منگوائی جاتیں، اور پھر اللوں تللوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ۔۔۔!

لیکن ان مصارف پر دولتِ قارون بھی کفایت نہیں کر سکتی تھی، نامعلوم اور غیر محسوس طور پر میر صاحب قرض کے بھاری بوجھ تلے دبتے چلے گئے، چالاک اور ہوشیار مہاجنوں نے سود در سود کر کے سینکڑوں کو ہزاروں میں اور ہزاروں کو لاکھوں میں تبدیل کر لیا، لیکن میر صاحب کو پتہ بھی نہ چلا کہ وہ پہاڑ کے نیچے دبتے چلے جا رہے ہیں، مہاجن یہ تقاضہ نہیں کرتے تھے کہ قرض ادا کیجیے، یہ عرض کرتے تھے کہ آدھی رات کو بھی اگر روپے کی ضرورت ہو تو ہم بسر و چشم حاضر ہیں۔

ایسی باتیں سن کر میر صاحب ان لوگوں کی وفاداری اور خلوص کا کلمہ پڑھنے لگتے، لیکن چند ہی سال بعد یہ کیفیت ختم ہو گئی، جب مہاجنوں کو یقین ہو گیا کہ اب میر صاحب میں دم نہیں رہ گیا ہے تو انہوں نے نگاہیں بدل لیں۔ نرم، لیکن کڑے لہجے کے ساتھ تقاضا شروع کر دیا، تو میر صاحب کی آنکھ کھلی، لیکن اب پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا۔ دوستوں نے آنکھیں چرا لیں

مصاحبوں نے داغِ مفارقت دیا، بازارِ حسن کے نئے اور پرانے چہرے، پہلے میر صاحب کی نگاہِ لطف کے بھوکے رہتے تھے، اب ان کا نام سن کر منہ بنانے لگتے، معلوم ہوتا تھا نفرت ہے اس ذکر سے، میر صاحب کا نام سننا بھی کسی کو گوارا نہیں۔

بیوی نے اس نازک مرحلے پر امید سے زیادہ ساتھ دیا، اپنا سارا قیمتی اور جڑاؤ زیور، جو سونے چاندی، ہیرے جواہرات کی دیدہ زیب چیزوں پر مشتمل تھا، اور جس کی قیمت لاکھ سوا لاکھ سے ہر گز کم نہ تھی، بغیر کسی تحریک کے شوہر کے سامنے رکھدیا کہ اسے فروخت کر کے مہاجن کا قرضہ بیباق کر دیا جائے۔ میر صاحب بیوی کی اس وفاداری پر باغ باغ ہو گئے۔ فوراً مختار سے کہہ کر فردِ حسابات منگوائی تو معلوم ہوا کہ یہ سارا زیور صرف سود کے لیے کفایت کر سکتا ہے، یعنی اسے بیچ کر سود ادا کیا جا سکتا ہے۔ اصل یونہی قائم رہیگا۔ یہ دیکھ کر پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، لیکن مرتا کیا نہ کرتا، اونے پونے زیورات بیچ کر سود ادا کر دیا، پھر بھی دس بارہ ہزار روپے بچ گئے۔ سوچا اسی سے کام چلاؤں گا اور باغات و زمینداری کی ساری آمدنی سے قرض ادا کرنے کی کوشش کروں گا۔ چند سال ذرا تکلیف سے بسر ہوگی پھر وہی نیارے ہیں —!

لیکن انسان سوچتا کچھ ہے، ہوتا کچھ ہے۔ میر صاحب نے سود ادا کر کے اطمینان کا سانس لیا اور واقعی احتیاط کی زندگی بسر کرنے لگے، لیکن شراب نہ چھوڑ سکے، اور شراب کی وجہ سے چھوڑی ہوئی عادتیں بھی واپس آ گئیں۔ پھر وہی تلچھٹ رنگ، قہقہے چہچہے، شراب کباب، احباب کا مجمع اور حسینانِ خوب رو، وہ کج ادائی کے جھگڑے، پھر قرض، پھر دولت کی ریل پیل، پھر مہاجنوں کی نیازمندی اور زر پرستوں کی چاپلوسی، تین سال اسی طرح گذر گئے اور ساتھ ہی ساتھ حالات بھی بدل گئے۔ اب پھر مہاجنوں کی آنکھ بدل

گئی، اور سختی سے تقاضہ شروع ہو گیا۔ میر صاحب کو تقاضے سے بچنے کا ایک سستا نسخہ ہاتھ آ گیا تھا، یعنی اصل کی فکر نہ کی جائے، سود ادا کر دیا جائے۔ اس مرتبہ جو حساب کیا تو معلوم ہوا سود کی رقم پہلے سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ اب تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اب کیا ہو؟ اب تو بیوی کے پاس زیور بھی نہیں تھا، آخر مصاحبوں سے صلاح و مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ دو گاؤں فروخت کر دیئے جائیں، فروخت کر دیئے گئے۔ بڑی مشکل سے سود سے نجات پائی، نجات پاتے ہی پھر وہی ڈھرا قائم ہو گیا — پھر وہی زندگی ہماری ہے!

پھر کئی برس اسی طرح گذر گئے، زمینداری کا معقول حصہ فروخت ہو چکا تھا، لہذا آمدنی گھٹ گئی۔ خرچ جوں کا توں قائم رہا، آخر ایک روز سیٹھ لچھمن پرشاد کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ اپنے دوسرے ہم پیشہ بھائیوں سے صلاح و مشورہ کیا، سب کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ ڈگری تو موجود ہی ہے، فوراً نقد کرالی جائے، چنانچہ ایک روز یکایک وہ قرق امین کو لیکر پہنچ گئے اور میر صاحب کی ساری پونجی کھڑے کھڑے نیلام کرادی اور اپنے روپے کھرے کر لیے۔ صرف یہ حویلی بچی،

میر صاحب بڑے استقلال سے نیلام کا منظر دیکھتے رہے پھر نہایت اطمینان سے گھر میں داخل ہوئے اور اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ یعنی حرکت قلب بند ہو گئی!

دوستوں اور عزیزوں نے پہلے سے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اب یہ بڑی سی حویلی تھی اور میر صاحب کی اہلیہ محترمہ فخر النساء بیگم یا دس برس کی اکلوتی لڑکی مہ جبین!

فخر النساء بیگم پر یہ بڑی کٹھن گھڑی پڑی تھی لیکن انہوں نے استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا، خودداری کا دامن بھی نہ چھوڑا۔ ان کے دو بھائی تھے اور دونوں بڑے زمیندار، خود

میر صاحب کے تین بھائی زندہ سلامت تھے اور بڑے ٹھاٹھ کی زندگی بسر کر رہے تھے، لیکن یہ دیکھ کر کہ ان میں سے کسی نے بھی بات نہ پوچھی، فخر النساء بیگم نے بھی طے کر لیا کہ کسی کی طرف التجا اور امداد کی نظر سے نہیں دیکھیں گی،

کوئی نہیں تیرا تو مری جان خدا ہے

انھوں نے خدا پر بھروسہ کیا اور نہ اپنے بھائیوں سے امداد کی طالب ہوئیں نہ شوہر کے برادران ذی وقار سے،!

شوہر کے مرتے ہی فخر النساء بیگم نے تمام ملازموں کو جواب دے دیا، جتنی خادمائیں تھیں، سب کو رخصت کر دیا۔ ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ اس گھر سے رخصت ہو رہے تھے جہاں پلے تھے بڑھے تھے، جہاں کا نمک کھایا تھا، جہاں عیش کئے تھے، جہاں چوریاں کی تھیں، اور کبھی احتساب نہیں ہوا تھا، جہاں سے منہ مانگے انعامات پائے تھے، آج یہ گھر چھوٹ رہا تھا، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے، آج ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں تھا، میر صاحب کی وفات حسرت آیات پر بھی یہ روئے تھے اور دل کھول کر روئے تھے، لیکن حق یہ ہے کہ آج کے گریۂ بے اختیار کی بات ہی کچھ اور تھی۔ یہ چوکھٹ ہمیشہ کے لیے چھوٹ جائے گی، اس کا گمان بھی نہ تھا، لیکن گمان ہو یا نہ ہو، جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے، بہر حال ہو کر رہتا ہے۔ بادیدۂ تر یہ دہلیز چھوڑنی پڑی، حسرت سے ایک آخری نگاہ حویلی پر ڈالی اور آنسو بہاتے رخصت ہو گئے۔

البتہ نسیمہ نہیں گئی۔ وہ دھرنا دے کر بیٹھ گئی، اسکی زبان پر صرف ایک ہی لفظ تھا،" میں تو یہاں سے مر کر نکلوں گی!" یہ نسیمہ اس گھر کی موروثی خادمہ تھی۔ اس کی ماں بھی یہاں خادمہ تھی اور مر کر نکلی، نسیمہ بھی اپنی مرحوم ماں کے نقش قدم پر چلنے کا فیصلہ کر چکی

تھی، خود نسیمہ نے اپنی زندگی کی چالیس بہاریں اس گھر کی خدمت میں صرف کر دی تھیں،
جب بیگم صاحبہ نے اس سے رخصت ہونے کو کہا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس
کہا

"بی بی، ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے میں تو نہیں جاؤں گی، مارو، گالیاں دو، کچھ
کرو، بندی یہاں سے قدم نہیں نکال سکتی۔ اس گھر سے موت کے فرشتے کے سوا کوئی
مجھے نہیں نکال سکتا۔ میں نے اس گھر کی بہاریں دیکھی ہیں، خزاں بھی دیکھوں گی، میں
یہاں زندگی کے سکھ پائے ہیں دکھ بھی جھیلوں گی، بھلے دنوں میں، میں نے یہاں کی
پایا، اب برے دن آئے ہیں تو چلی جاؤں؟ نہیں بی بی، میں نہیں جاؤں گی۔ تم مجھ
تنخواہ نہ دینا، میرے کپڑے نہ بنانا، میں تم سے کھانے کو بھی نہیں مانگوں گی، بھوک
فاقے کر لوں گی، فاقے نہ کر سکی تو کسی دوسرے محلے میں جا کر بھیک مانگ لاؤں گی، لیکن
یہ دہلیز نہ چھوڑوں گی۔"

نسیمہ کو روتا بلکتا دیکھ کر مہ جبین بھی مچل گئی، اس نے بھی اس کے ساتھ سا
شروع کر دیا۔ آخر بیگم صاحبہ مجبور ہو گئیں کہ نسیمہ کو رکھ لیں اس کے جانے پر اصرار نہ کر
میر صاحب کے انتقال کے وقت گھر میں اشیائے خوردنی، گیہوں، دال، چاول
گھی، تیل، لکڑی، کوئلہ، وغیرہ کا اتنا اسٹاک تھا کہ سال بھر تک ان میں سے کسی
کے خریدنے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ میر صاحب کی تجہیز و تکفین کے بعد بیگم صاحبہ
اپنا صندوقچہ کھولا تو اس میں بھی روپے، اشرفی اور نوٹ کی صورت میں بارہ سو رو
موجود تھے، یا تو خرچ کا وہ عالم تھا، کہ یہ بارہ سو، بارہ دن کے لیے بھی ناکافی تھے،
صاحبہ نے یہ رقم سال بھر چلا کر دکھادی، یعنی صرف سو روپیہ مہینہ خرچ کیا، اس رقم میں

علاج، مہ جبین کے مولوی اور ماسٹر کی فیس، سبزی ترکاری، گوشت وغیرہ سب کے مصارف شامل تھے، نئے کپڑے بنانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا، خدا کے فضل سے گھریلو اور محلسی کپڑوں کا اتنا بڑا ذخیرہ موجود تھا کہ شاید وہ مہ جبین کی بچیوں کے بھی کام آتا۔

سال بھر کے بعد جب ایک ایک پیسہ ختم ہو گیا تو سوال پیدا ہوا

"اب کیا کیا جائے؟"

اس سوال کا جواب نہ بیگم صاحبہ کے قلبِ محزون کے پاس تھا نہ مہ جبین کی زبانِ خاموش کے پاس، نہ نسیمہ کی چشمِ تر کے پاس!

لیکن خدا بڑا مسبب الاسباب ہے، بیگم صاحبہ کے ذہنِ رسا نے اس مشکل کا حل بھی پیدا کر لیا، یعنی اپنے قیمتی ملبوسات فروخت کرنا شروع کر دیئے، ظاہر ہے کہ منہ مانگے دام نہیں مل سکتے تھے، اونے پونے فروخت کرنا پڑا، لیکن کسی نہ کسی طرح چار سال بیت ہی گئے۔

کپڑوں کے بعد برتنوں اور فرنیچر کی نوبت آئی، خدا کا دیا کیا نہیں تھا، تانبے کی بارہ بڑی دیگیں، پتیلیاں، سماوار، لوٹے، طشت، سلفچیاں، سینیاں، رکابیاں، کٹورے پیالے، چینی کراکری، فرنیچر میں بڑے بڑے شاندار پلنگ، مسہریاں، چارپائیاں، میزیں، کرسیاں، تپائیاں، چوکیاں، تخت، ان میں سے کچھ چیزیں صندل کی تھیں، کچھ آبنوس کی، کچھ شیشم کی، کچھ دیودار کی، کچھ چیڑ کی، سادہ بھی اور نقشین بھی ان چیزوں نے بھی بڑا کام دیا، اونے پونے بکنے کے باوجود ان کی قیمت نے زندگی کے دو سال اور کاٹ دیئے۔

میر صاحب کے بعد زندگی کے سات سال بغیر کسی سہارے، بغیر کسی امداد، بغیر کسی

آسرے کے فخر النساء بیگم نے بسر کر دیئے،،!

لیکن اب ان کی ہمت جواب دیتی جا رہی تھی، اب ان کے ذرائع ختم ہو چکے
اب ان کی پونجی مہ جبین کے سوا کچھ نہ رہ گئی تھی۔

گھر کا سارا سامان بک چکا تھا، حتیٰ کہ ذاتی کام کے لیے جو چند معمولی تانبے پیتل کے
برتن رہ گئے تھے، انہیں فروخت کرنا پڑا، اس طرح جو رقم ہاتھ آئی اس سے المونیم کے بر
خرید کر کام چلایا گیا۔ اور بقیہ رقم دوسرے کاموں پر خرچ ہو گئی۔

لیکن اب ہر طرف اندھیرا تھا،

گھُپ اور گھٹا ٹوپ اندھیرا،،___!

امید کی کوئی کرن نظر نہیں آ رہی تھی،،!

اب کیا ہو گا؟

اب کام کس طرح چلے گا؟

اب مہ جبین کیا کھائے گی؟

کیا پہنے گی؟

اب تک تو سارے خرچ روک کر میں اس کی ہر فرمائش پوری کر دیتی تھی، لیکن ک
اب بھی ایسا ہی کر سکوں گی؟

مہ جبین ماشاء اللہ اب جوان ہو چکی ہے، اس کی آنکھوں سے اس گھر کے سا
اتار چڑھاؤ گذر چکے ہیں، وہ بڑی حساس لڑکی ہے، سب کچھ سمجھتی ہے، جو لڑکی س
چاندی میں تولی جاتی تھی۔ اسے پھٹے پرانے کپڑے پہننے پڑے، کبھی کبھی فاقہ کرنا پڑا، لیکن
اس نے کبھی اُف تک نہ کی،

وہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی ہے۔
کیا اس کے سینے میں آرزوئیں اور حسرتیں نہ ہوں گی؟
اس کا بھی تو اچھے کپڑوں کے لیے جی للچاتا ہوگا، اچھے کھانے پر طبیعت راغب ہوتی ہوگی، سیر تفریح کی امنگ دل میں اٹھتی ہوگی ——!
لیکن اس نے ہمیشہ اپنی زبان خاموش رکھی، اپنی آرزوؤں اور حسرتوں کا گلا گھونٹا،
مگر اب؟
اب تو شاید وہ وقت آگیا ہے کہ مجھے اور اسے دونوں کو اپنا اپنا گلا گھونٹنا پڑے!
اب کیا ہے جس کے سہارے زندگی گذرے گی؟
میر صاحب کا فخر النساء بیگم نے حوصلہ کے ساتھ برداشت کر لیا۔
امارت کے بعد غربت کا دور بھی استقلال کے ساتھ جھیل لیا۔
لیکن اب فقر و فاقہ کا دور کس طرح گذرے گا؟ مہ جبین کس طرح فاقے کرے گی!؟
یہ ایسا غم تھا جسے فخر النساء بیگم نہ جھیل سکیں!
تھکا ہوا سپاہی ہمت ہار گیا، گر پڑا اور موت کا انتظار کرنے لگا۔
نسیمہ اب تک اس گھر میں پوری وفاداری کے ساتھ موجود تھی، گھر کا سارا کام کاج تن تنہا انجام دیتی تھیں، بیگم صاحبہ کو کسی کام میں ہاتھ نہ لگانے دیتی، مہ جبین کو اٹھ کر پانی نہ پینے دیتی!
لیکن جب بیگم صاحبہ تھک کر بستر پر گر یں، بیمار پڑیں، تو وہ خاموش نہ بیٹھ سکی،
اس نے اپنے طبع خداداد سے کام لیا، چپکے سے بازار گئی، چاندی کی چند چوڑیاں ہاتھوں میں تھیں، انہیں بیچا، حکیم کو لائی، نبض دکھائی اور نسخہ بنوا لائی۔

لیکن یہ سرمایہ کہاں تک ساتھ دیتا بہت جلد ختم ہو گیا، اب کان کے نقرئی جھمکوں
اور بالیوں پر نظر گئی، ان سے بھی چند روپے مل گئے، اور علاج اور روکھی سوکھی روٹی
کا بندوبست ہو گیا۔

جب یہ روپیہ بھی ختم ہونے کے قریب ہوا اور بیگم صاحبہ کی بیماری بڑھتی گئی تو
بیچاری کے اوسان خطا ہو گئے، آخر جب کچھ نہ بن پڑا تو ایک جگہ کھانا پکانے پر نوکری
کر لی، صبح منہ اندھیرے جاتی، لپ جھپ جھاڑو دیتی، رات کے برتن دھوتی، ناشتہ
تیار کرتی، پھر سودا سلف لینے بازار چلی جاتی، "کمیشن" کے کچھ پیسے جیب میں رکھتی پھر
جلدی جلدی بڑی مستعدی اور محنت کے ساتھ سارے کام انجام دیتی، کھانا پکاتی، اپنا
کھانا ساتھ لے کر حویلی پہنچتی، سالن، روٹی، بیگم صاحبہ کے پاس رکھ دیتی، دال روٹی میں
اپنے ساتھ مہ جبین کو شریک کر لیتی، ذرا دیر کمر ٹکا کر پھر سہ پہر کے کام پر چلی جاتی، پھر وہی
جھاڑو، پھر وہی برتن، پھر وہی چولھا، پھر وہی سارے گھر کا کام، کبھی نو بجے، کبھی دس بجے
رات کو فراغت پاتی، کھانا ساتھ لے کر آتی، کھانے کا اچھا حصہ بیگم صاحبہ کو اصرار کر کے
کھلاتی، اور باقی میں مہ جبین کو اپنے ساتھ شریک کر لیتی، "کمیشن" کے جو دو چار آنے
ہاتھ لگتے ان سے دوا خرید لاتی کچھ نقد کچھ ادھار،

فخر النساء بیگم، اور وہی کیا مہ جبین کو اچھی طرح سے احساس تھا، کیا ہو رہا ہے، دونوں
ماں بیٹی محسوس کر رہی تھیں، نسیمہ کی مسیحا نفسی پران کا پیٹ پل رہا ہے، لیکن سب کچھ
سمجھنے کے باوجود، دونوں خاموش تھیں، زبان بند تھی، دل خون کے آنسو رو تا تھا، میر
مظفر حسین کی بہو اور میر شرافت حسین کی بیوی، میر مظفر حسین کی پوتی، اور میر
شرافت حسین کی اکلوتی لڑکی، آج اپنی ایک نمک حلال، وفا سرشت اور پیکرِ انسانیت

خادمہ کی روٹیوں پر پل رہی تھیں، لیکن اور ہو بھی کیا سکتا تھا؟
کیا نسیمہ کا دستِ اعانت جھٹک دیا جاتا؟
کیا نسیمہ کا لایا ہوا کھانا کھانے سے انکار کر دیا جاتا؟
یہ بہت آسانی سے ممکن تھا، لیکن پھر کیا کیا جاتا؟
پھر زندگی کس طرح بسر ہوتی؟
پھر پیٹ، ظالم پیٹ کیونکر بھرتا؟
بیگم صاحبہ مہ جبین سے شرمندہ تھیں، اور مہ جبین اپنی ماں سے شرمندہ تھی۔
دونوں میں سے کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ ایک دوسرے سے آنکھ چار کر سکے۔
مصیبت بُری بلا ہے!
مجبوری میں انسان سب کچھ کرنے اور جھیلنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔
یہ مصیبت ہی تو تھی جس نے یوں مجبور کر رکھا تھا
لیکن جیسے جیسے فخر النساء بیگم کی بیماری بڑھتی گئی، یہ احساس دبتا گیا، یہاں تک کہ اب نسیمہ کا ملازمت پر جانا، اور وہاں سے دونوں وقت کا کھانا لانا اور سب کا مل کر کھانا روزمرہ کا ایک واقعہ بن گیا تھا جس پر نہ غور کرنے کی ضرورت تھی، نہ زیادہ چون و چرا کی
کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی، ابھی رات کے نو بجے تھے، لیکن سناٹے کا یہ عالم تھا جیسے سارا شہر لحاف اوڑھے سو رہا ہے، ہاں کبھی کبھی کتوں کے بھونکنے کا شور ضرور کہیں دور سے سنائی دیتا تھا۔ لیکن جاڑے کے سبب شاید ان کی آواز بھی ٹھٹھر کر رہ گئی تھی، بے چارے عادت سے مجبور تھے، اس لیے بھونکتے تو تھے، لیکن آواز میں نہ کڑک تھا نہ گرج، ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی مدت کا بیمار، کمزوری اور ناتوانی کے باوجود کراہنے پر مجبور

ہے، یکایک ہوا کے جھکڑ چلنے لگے، بادل گھر آئے، اور زور زور سے پانی برسنے لگا، ایسی دھواں دھار بارش شروع ہوئی کہ خدا کی پناہ، معلوم ہوتا تھا آج برس کر پھر کبھی نہیں برسے گا۔

اس پالے کے جاڑے شدت کی بارش اور غضب کی ہواؤں میں شکستہ اور خستہ کمرہ کے اندر ٹوٹی سی چارپائی اور میلے سے بستر پہ بیمار و نزار جو عورت نظر آ رہی تھی، یہ فخر النساء بیگم تھیں، اور جو نوخیز لڑکی ایک معمولی سے فرشی لہتے پہ چارپائی سے لگی بیٹھی تھی، رضائی اوڑھے سردی سے کپکپا رہی تھی، یہ مہ جبین تھی،!

دہشت

بیگم صاحبہ نے کمزور اور نحیف آواز میں مہ جبین سے کہا،

"نسیمہ اب تک نہیں آئی؟!"

مہ جبین نے غمگین اور افسردہ آواز میں جواب دیا،

"اب تک نہیں آئی!"

بیگم صاحبہ نے پوچھا،

"کچھ کہہ تو نہیں گئی تھی؟"

مہ جبین نے بتایا،

"کچھ نہیں کہہ گئی تھی"

پھر سناٹا چھا گیا، بیگم صاحبہ خاموش ہو گئیں، ذرا دیر میں مہ جبین نے کہا،

"اماں، مجھے ڈر لگ رہا ہے!"

بیگم صاحبہ نے پوچھا

"بیٹی، اسی گھر میں تو اتنی بڑی ہوئی ہو، اب تک تو کبھی ڈریں نہیں، آج کیوں ڈر لگ

رہا ہے؟"

مہ جبین نے کہا،

"ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے چھت پر کوئی چل رہا ہے!"

بیگم صاحبہ کے چہرے پر سوگوار تبسم کے نشانات ذرا دیر کے لیے ظاہر ہوئے پھر

انھوں نے پیار بھرے لہجے میں کہا،

"پگلی کہیں کی!"

اس جواب سے مہ جبین کی تشفی نہیں ہوئی، اس نے کہا،

"اماں جی، میں جھوٹ نہیں کہتی، ابھی صحن میں چھت سے کنکری آکر گری ہے —

کیا وہ خود سے گر پڑی، ضرور کسی نے پھینکی ہے!"

فخر النساء بیگم نے پھٹے پرانے لحاف کا حصار از سر نو ٹھیک کیا، پھر ایک ٹھنڈی

سانس لیتی ہوئی بولیں،

"چور ہوں گے — لیکن یہاں ہے کیا جو آکر لیں گے!"

مہ جبین سہم گئی، ماں سے اور زیادہ قریب ہو کر اس نے کہا

"مجھے چوروں سے بڑا ڈر لگتا ہے!"

بیگم صاحبہ نے اسے ڈھارس دینے کی کوشش کی،

"نہیں بیٹی، ڈرنے کی کوئی بات نہیں، خدا ہمارے ساتھ ہے!"

یہ وار مہ جبین نہ سہ سکی، اسے خاموش ہو جانا پڑا، اس نے سوچا، اماں جی سچ تو کہتی

ہیں، جب خدا ہمارے ساتھ ہے، تو پھر ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ جی کڑا کر کے ماں کے

پاس بیٹھ گئی، اور دل ہی دل میں درود شریف پڑھنے لگی، بار بار اسے نسیمہ پر غصہ آتا تھا

کہاں مرگئی جاکر آج کمبخت؟ آج ہی اسے روپوش ہونا تھا، وہ ہوتی تو کچھ دل بہلتا، ایک سے دو، دو سے تین بھلے ہوتے ہیں۔

یکایک بیگم صاحبہ کے منہ سے آہ کی آواز نکلی، مہ جبین نے بے قرار ہوکر پوچھا،

"اماں جی، کیا بات ہے؟

بیگم صاحبہ نے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہا،

"سینہ میں بڑا درد ہے، ——— ایسا درد تو کبھی نہیں ہوا تھا، ——— یا اللہ!"

اور پھر وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگیں، یہ منظر مہ جبین کے لیے اتنا دردناک اور پریشان کن تھا کہ بے ساختہ اس کے منہ سے چیخ نکل گئی، وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، رونا ہی تو اس کے بس میں تھا اور وہ کر بھی کیا سکتی تھی!

لیکن رونے سے بیگم صاحبہ کا درد تو نہیں جا سکتا تھا، وہ تو لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اس دنیا سے رختِ سفر باندھ رہی ہیں، مہ جبین اضطراب کے عالم میں کھڑی ہوگئی، اس نے روتے ہوئے پوچھا

"اماں جی، یہ آپ کا کیا حال ہو رہا ہے خدا کے لیئے کچھ تو بتایئے!"

لیکن اماں جی کو کچھ بتانے کا ہوش کہاں تھا، وہ تو درد سے بیکل ہو رہی تھیں، کسی پہلو نہیں قرار نہ تھا، وہ کمرے میں ٹہلنے لگی، بار بار ماں کے قریب جاتی پھر ہٹ آتی، اس کی عقل گم تھی، سمجھ میں نہیں آتا تھا، کیا کرے، یکایک بیگم صاحبہ نے بلند آواز سے آہ کہا اور گردن ڈال دی۔ دانت بیٹھ گئے، اور وہ بے ہوش ہوگئیں۔ یہ منظر مہ جبین کے لیے اتنا لرزہ خیز اور بھیانک تھا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، کبھی سوچتی اماں جی کا انتقال ہوگیا، کبھی خیال آتا بے ہوش ہوگئی ہیں، پھر سوچتی، اگر بے ہوش ہوگئی ہیں تو پھر کچھ تدارک کرنا چاہیئے

حکیم نواب علی کا گھر، سامنے کے کوچہ میں ہے، جاؤں، رضائی سے منہ ڈھانپ کر ان کے گھر پر دستک دوں، شاید پرانے تعلقات یہاں آنے پر مجبور کر دیں۔ خیالات کی یہ کشمکش بھی جاری تھی، اور گریۂ بے اختیار بھی ــــ وہ دیوار سے اپنا سر پھوڑ رہی تھی چیخ چیخ کر رو رہی تھی، کبھی ماں کے پاس بیٹھ جاتی، کبھی ٹہلنے لگتی، کبھی سسکیاں لیتی، کبھی روتی، کبھی آہیں بھرتی، کبھی نالہ و فریاد کرتی، اس کی قوت فیصلہ عاجز تھی، بالکل نہیں سمجھ میں آ رہا تھا کیا کرے، آخر اس نے اپنا دل مضبوط کیا اور فیصلہ کر لیا کہ اسے باہر جانا چاہیئے۔ حکیم نواب علی کے گھر پر دستک دینی چاہیئے، اپنے مرحوم باپ اور دادا کا واسطہ دے کر ان سے رحم کی بھیک مانگنا چاہیئے۔ اماں جی کے بچنے کی یہی ایک صورت ہے، اگر خدانخواستہ وہ نہ رہیں تو میں جی کر کیا کروں گی، زہر کھا لوں گی، جان دے دوں گی، پھر بے ساختہ اس کے منہ سے ہائے میری اماں جی نکلا، اور وہ اپنی رضائی اس طرح اوڑھنے لگی کہ وہ برقع کا کام بھی دے سکے۔

اس شکستہ اور خستہ کمرہ میں جس وقت زندگی کے ڈرامے کی یہ ٹریجڈی کھیلی جا رہی تھی، فخر النساء بیگم درد سے تڑپ رہی تھیں، اور مہ جبین بلک بلک کر رو رہی تھی، اسے اس کا ہوش بھی نہ تھا کہ کوئی شخص باہر دالان میں کھڑا کواڑ کی جھری سے اندر جھانک رہا ہے، اور یہاں کی ساری کیفیت دیکھ رہا ہے ــ!

جس وقت مہ جبین نے بیگم صاحبہ سے اپنے ڈرنے اور چھت پر سے کنکری کے گرنے کا ذکر کیا تھا، اسی وقت ایک آدمی کمرہ کی چھت سے دالان کی چھت پر آیا، منڈیر کی آڑ لے کر اس نے گھر پر ایک نظر ڈالی، سارے گھر پر موت کا سناٹا چھایا ہوا نظر آیا، پھر وہ آہستہ آہستہ دبے پاؤں، دالان کی چھت سے دیوار پر آیا، وہاں سے

اس بڑے اور اونچے چبوترے پر اُدھر جہاں پانی سے بھرے ہوئے گھڑے اور مٹکے رکھے تھے، وہاں سے صحن میں اور صحن سے دالان میں!

یہاں پہنچنے کے بعد، کان میں، بیگم صاحبہ کے درد و کرب اور مہ جبین کے شور اور شیون کی آواز پہنچی، کواڑ کی جھرّی سے اندر جھانکنا شروع کیا اور جو کچھ دیکھا اس کے بعد پھر اپنی جگہ سے ہلنے کی سکت نہ رہ گئی۔ کمرے کے ٹمٹماتے ہوئے دیئے کی روشنی ایسی نہ تھی کہ وہ مہ جبین کے خط و خال کا صحیح اندازہ کر سکتا، پھر بھی اس نے ایک عجیب کشش سی محسوس کی، بلکہ یوں کہنا چاہیئے ایک نامعلوم سے جذبۂ ہمدردی نے اس کے پاؤں پکڑ لئے، اور وہ اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کر سکا

مہ جبین بیکرانِ اضطراب ہی اپنی جگہ سے آگے بڑھی، اس نے دروازہ کھولا، لیکن پھر وہ آگے نہ بڑھ سکی۔ اس نے دیکھا سامنے لبادہ اوڑھے ایک مضبوط کاٹھی کا آدمی کھڑا ہے، اندھیرے میں اس کی صورت تو نہ دکھائی دی، لیکن یہ اندازہ کرنے میں دیر نہ لگی کہ یہ چور ہے اور یہی ابھی چھت پر چل رہا تھا۔ اسی نے ابھی ذرا دیر ہوئی یہ دیکھنے کے لیے کہ گھر والے جاگ رہے ہیں، یا سو رہے ہیں، کنکری پھینکی تھی، اور اب یہ لوٹنے کے لیے کمرہ میں گھس رہا ہے

اس شخص کو دیکھ کر ایک مرتبہ پھر مہ جبین کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ بیہوش ہو کر گرنے لگی!!

جمال

اس طوفانی رات نے سارے محلہ پر ایک ہولناک سناٹا طاری کر رکھا تھا، ہر شخص اپنے بستر میں دبکا پڑا تھا، ویسے بھی اتنی رات گئے آمد و رفت کا کون سا موقع تھا؟ ساری گلیاں اور سڑکیں سنسان تھیں، کتے تک ایک مرتبہ بھونکنے سے پہلے دس مرتبہ غور کرتے تھے کہ ہمت کر کے اور عادت سے مجبور ہو کے بھونکنا چاہیں تو بھی آواز ساتھ دے سکے گی یا نہیں

اسی حالت میں، حکیم نواب علی کے مکان کے دروازے پر ایک شخص چسٹر میں لپٹا، گلوبند سر اور منہ پر لپیٹے پہنچا، دستک دی، مگر مورے برخاست، دوبارہ دستک دی مگر اللہ رے سناٹا آواز نہیں آتی، تیسری مرتبہ زور سے دروازے پر گھونسہ مارا، ایک بڑے میاں برآمد ہوئے، چہرے پر خشونت کے آثار، برہمی کے لہجہ میں پوچھا

"کیا ہے؟"

وہ آدمی بولا،

"حکیم صاحب سے ملنا ہے"!

بڑے میاں نے تیکھے پن سے جواب دیا

"حکیم صاحب سے ملنا ہے، ــــ حکیم صاحب کہاں رکھے ہیں اس وقت؟"
اس آدمی نے بڑی لجاجت سے کہا
"شاید وہ سو رہے ہیں، ــــ
"بڑے میاں نے بات کاٹ لی،
"سو نہیں رہے ہیں تو کیا تہجد کی نماز پڑھ رہے ہیں اس وقت؟"
وہ آدمی گڑگڑاتا ہوا بولا،
"خدا کے لیے انہیں جگا دو!"
بڑے میاں کا دل نہ پسیجا، فرمایا،
"جگا دو ــــ! اچھی کہی یہ بھی، اس وقت حکیم صاحب کو کون اٹھا سکتا ہے؟
اس شخص نے آگے بڑھ کر بڑے میاں کا ٹینٹوا اپنے پنجہ میں جکڑ لیا، اور جواب دیا،
"تم، ــــ"
بڑے میاں کی آواز حلق میں رندھ گئی، ایسا معلوم ہوا جیسے آنکھیں باہر نکل آئیں گی دم گھٹنے لگا، تڑپ نے اور پھڑ کنے کے انداز میں اشارہ سے کہا" ابھی جاتا ہوں، آدمی نے گردن چھوڑ دی اور جیب سے ایک بڑا چاقو نکال کر دکھلاتے ہوئے بولا،
"اگر فوراً حکیم صاحب کو لے کر واپس نہ آئے تو اسے پہچان لو اچھی طرح ــ ! جاؤ دروازہ بند کرنے کی ضرورت نہیں، میں یہیں کھڑا ہوں"!
بڑے میاں ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے اندر گئے، حکیم صاحب خواب نوشیں کے مزے لوٹ رہے تھے، بڑے میاں نے انہیں اس زور سے ہلایا کہ وہ کلمہ پڑھتے گھبرا کر اٹھ بیٹھے، آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا،

"کیا بات ہے غفور خاں؟ ـــــ ۔ اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟"

غفور خاں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا

"خدا کے لیے باتوں میں وقت نہ ضائع کیجیے، فوراً باہر چلیے، !"

حکیم صاحب اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"چلتا ہوں، لیکن یہ تو بتاؤ ماجرا کیا ہے؟"

غفور خاں کی آواز اب تک لرز رہی تھی، اس نے کہا،

"ماجرا جو کچھ ہے دیکھ لیجیے چل کر، !"

حکیم صاحب نے سوال وجواب میں مزید وقت ضائع کرنا بیکار سمجھا اور غفو
کے ساتھ باہر نکل آئے، وہ آدمی اب تک سراپا انتظار بنا کھڑا تھا، اسے دیکھ کر
نے پوچھا،

"کیا آپ نے مجھے بلوایا ہے؟"

"جی ہاں، میں نے تکلیف دی ہے آپ کو!"

حکیم صاحب کی تیوریاں چڑھ گئیں، وہ واپس جانے کے لیے مڑے۔

"میں رات کو کہیں نہیں جایا کرتا، !"

لیکن غفور خاں نے آگے نہ بڑھنے دیا، دھکیل کر اس آدمی کے قریب ک
اور ازراہِ نصیحت فرمایا

"حکیم جی، ضد نہ کرو، مل تو ان سے، نہیں تو خیر نہیں، !"

اب حکیم صاحب نے نگاہ غور سے اس آدمی کی طرف نظر ڈالی، تو یہ کچھ عجیب سا ن
آیا، ڈراؤنا ڈراؤنا سا، ساری طرم خانی ختم ہو گئی، ملائم لہجہ میں کہا

"فرمائیے! ۔۔ کیا مجھے آپ کے ساتھ کہیں چلنا ہے؟"

اس آدمی نے کہا،

"جی نہیں، میں آپ سے تنہائی میں ذرا اطمینان سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں"

حکیم صاحب کا دل دھڑکنے لگا، لیکن ایک لامعلوم خوف ان پر مسلط ہو چکا تھا، انکار نہ کر سکے۔ غفور خاں کی طرف بے بسی کی نظروں سے دیکھا اور فرمایا،

"مطب کا کمرہ کھول دو!"

غفور خاں نے جلدی جلدی مطب کا کمرہ کھولا، حکیم نواب علی اور وہ آدمی آگے پیچھے اس کمرے میں داخل ہوئے، حکیم صاحب لپنے گاؤ تکیہ سے ٹیک لگا کر مسند پہ بیٹھ گئے، سامنے وہ شخص دو زانو بیٹھ گیا، حکیم صاحب نے پوچھا،

"فرمائیے! ۔۔۔"

اس شخص نے جیب میں دونوں ہاتھ ڈال کر نکالے، تو ایک میں پستول تھا، ایک میں چاقو،

"حکیم صاحب کا خون خشک ہو گیا"!

اس آدمی نے چاقو کی طرف اشارہ کر کے کہا "ایک سیکنڈ میں اس سے انسان کی شہ رگ کاٹ دیتا ہوں، پھر پستول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گویا ہوا، اس میں سائلنسر لگا ہوا ہے، ذرا بھی آواز نہ ہو گی، اور آپ، آپ کے غفور خاں اور آپ کے گھر والے ذرا دیر میں ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ پھر کہیں دن چڑھے پولیس آکر لاشیں اٹھا لے جائے گی۔!"

حکیم صاحب دم بخود یہ باتیں سنتے رہے، کاٹو تو لہو نہیں بدن میں، بڑی مشکل

سے ہمّت کر کے کہا،

"لیکن میرا قصور ــــــ ؟"

وہ ہنسنے لگا،

"قصور؟ آپ نے جمال کا نام سنا ہوگا حکیم صاحب، شفاء الملک صاح

حکیم صاحب نے دماغ پر زور دیا، کچھ یاد نہ آیا۔

"مجھ سے حلف لے لیجئے جو میں نے سنا ہو،!"

وہ پھر ہنسنے لگا،

"ارے آپ نے جمال کا نام نہیں سُنا، جس سے سارا شہر کانپتا ہے، جس س

پولیس کے ولادہ کانپتے ہیں، جس سے سرمایہ داروں کا خون خشک ہوتا ہے، جو قت

کو ہنسی کھیل سمجھتا ہے،" اس سے زیادہ کے سننے کی حکیم صاحب میں سکت نہ تھی، فرمایا،

"اچھا، وہ جمال ؟ ــــ جی ہاں، وہ تو ایک زلزلہ ہے، قیامت ہے ـ

ـ لیکن آپ کا اس سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟"

وہ مسکرایا

"بد قسمتی سے وہ شخص میں ہی ہوں، میرا ہی نام جمال ہے،!"

یہ سُن کر حکیم صاحب قریب تھا کہ بیہوش ہو کر گر پڑیں، لیکن انہوں نے اپنے تئیں سنبھالا، اور گریہ آلود آواز میں کہا،

"آپ شاید مجھے بھی دولت مند خیال کرتے ہیں، اپنی امارت یا عزت کے بار میں جو کچھ کہوں گا، آپ بھلا کیوں اس کا یقین کرنے لگے، میں یہیں بیٹھا ہوں، آپ اند تشریف لے جائیے، جو ملے لے لیجئے۔"

وہ قہقہہ مار کر ہنسا،

"نہیں حکیم صاحب! میں آپ کو لوٹنے نہیں آیا ہوں،"!

اب حکیم صاحب کی جان میں جان آئی

"پھر کس لیے تکلیف کی؟"

جمال نے پھر جیب میں ہاتھ ڈالا، سو سو کے دس نوٹ نکالے اور حکیم صاحب کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا،

"یہ قبول فرمائیے،"!

حکیم صاحب کو نہ اپنی آنکھوں پر یقین آیا، نہ کانوں پر، وہ سکتے کے عالم میں چپ چاپ بیٹھے رہے۔ جمال نے نوٹ ان کے آگے ڈال دیئے

"حکیم صاحب! یہ میری طرف سے ایک حقیر نذرانہ ہے، اسے قبول فرمائیے،"!

حکیم صاحب کی جان اب تک لبوں پہ تھی، عقل نہیں کام کر رہی تھی کہ یہ کیسا ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے کہ ان کے کان میں جمال کی آواز گونجی، اس نے کہا

"نوٹ غفور خاں کے پاس رکھوا دیجئے اور میرے ساتھ آئیے،"!

غفور خاں کونے میں سہما اور دبکا کھڑا تھا، حکیم صاحب نے وہ نوٹ اسے تھما دیئے اور خود جمال کے ساتھ باہر آ گئے، جمال انہیں لے کر حویلی کے پاس پہنچا، اس نے کہا

اس گھر میں ایک بوڑھی عورت بیمار پڑی ہے، اس کی حالت بہت نازک ہے آپ اندر جائیے، نبض دیکھئے، تشخیص کیجئے، علاج کیجئے، اگر آپ کے بس کی یہ بیماری نہ ہو تو کسی بڑے سے ڈاکٹر کو بلائیے، اسے منہ مانگی فیس دیجئے اور علاج کرائیے، اس گھر میں شاید فاقہ کا علاج ہے، شریفانہ اور شائستہ طور پر ان کی روپے پیسے سے مدد کیجئے۔

اس طرح کہ اس کی خودداری خدا بھی مجروح نہ ہو، کسی دن بھی رات کے بارہ بجے سے
پہلے سونے کا ارادہ نہ کیجئے، میں ہر روز آتا رہوں گا، مجھے روز کے روز رپورٹ
دیجئے، یہ روپیہ جو آج میں نے دیا ہے، یہ پہلی قسط ہے، اگر ضرورت ہو تو اس سے
رقم ہر روز آپ کو مل سکتی ہے، آپ کو جب اور جتنے روپے درکار ہوں، بے تامل مجھ
سے لیجئے، ہاں ایک بات یاد رکھیئے، آپ کو میں اپنا نام اور کام بتا چکا، اگر غفور
کے علاوہ دنیا کے کسی متنفس کو آپ نے میرے بارے میں کچھ بتایا تو آپ کا گھر بم
اڑا دوں گا۔ آپ نے اگر میرے خلاف کوئی بات کی، تو میرے آدمی، قبروں تک سے آپ
بزرگوں کی ہڈیاں تک نکال کر انتقام لیں گے۔" ـــــ

حکیم صاحب نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا،

"لاحول ولاقوۃ، آپ مجھے اتنا کمینہ سمجھتے ہیں، دنیا آپ کو کچھ کہے اور سمجھے
میری رائے میں تو آپ شریف ترین انسان ہیں، ـــــ لیکن ایک بات تو ارشاد ہو

جمال نے سوالیہ نظروں سے حکیم صاحب کی طرف دیکھا، وہ بولے

"لیکن، گھر والے یہ نہ پوچھیں گے تمہیں کیسے اطلاع ملی؟ ـــــ تم کیسے آئے
پھر کیا جواب دوں گا، ہاں بھئی، یہ بھی بتا دیجئے، ایسا نہ ہو میرے منہ سے کوئی الٹا سیدھا
نکل جائے، اور آپ خفا ہو جائیں مجھ سے۔"

جمال ہنسنے لگا،

"نہیں، آپ مجھے ہوا نہ سمجھیئے، ـــــ ایک شخص میرے پاس آیا، اس نے مجھ
کہا کہ ایک شریف خاتون اس گھر میں بیمار پڑی ہے، آپ کا اخلاقی فرض ہے کہ اس کی
لیں میں یہ سنتے ہی آ گیا، کہ دیکھوں کون بیمار ہے اور کیا بیماری ہے، اس شخص

اگر پوچھا جائے تو صاف صاف کہہ دیجئے گا، میں اسے بالکل نہیں جانتا کہ کون ہے؛
حکیم صاحب نے اقرار میں گردن ہلائی کہ وہ ایسا ہی کریں گے،
جمال نے مصافحہ کے لیئے ہاتھ بڑھایا اور زوردار مصافحہ کرتے ہوئے کہا،
"بس تو میں اب جاتا ہوں، آپ ہوشیاری کے ساتھ اپنا فریضہ انجام دیجیئے،۔۔
ہاں ایک بات اور، اس روپیہ میں سے، یا آئندہ جو روپیہ میں دوں، اس میں سے
آپ حسب ضرورت اپنے اوپر بھی خرچ کر سکتے ہیں،"!
حکیم صاحب کو شکریہ ادا کرنے کا بھی موقعہ نہ ملا، جمال آنکھوں سے اوجھل ہو چکا
تھا،!

گھر سے ہسپتال

جمال کے جانے کے بعد حکیم نواب علی کے حواس درست ہوئے۔ غفور خاں کو
حکم دیا، لالٹین لے کر ان کے ساتھ ساتھ چلے۔

ادھر گھر میں مہ جبین بیہوش پڑی تھی، بیگم صاحبہ کا بھی یہی حال تھا۔ اتنے میں نسیم
پہنچی، اس نے ان دونوں کا یہ حال دیکھا، تو لرز گئی۔ آج وہ بہت خوش تھی، انعام بھی ملا
تھا۔ تنخواہ بھی، دعوت کا بہت سا کھانا بھی اپنے ساتھ لائی تھی، جی میں یہ سوچ سوچ کر
خوش ہو رہی تھی کہ آج مزے لے لے کر خود کھائے گی اور جبین کو کھلائے گی، کتنا جی
چاہتا تھا جبین کا زردہ کھانے کا، آج ڈھیر کر دوں گی یہ سارا زردہ اس کے سامنے، شامی
کباب اور پلاؤ بھی بہت پسند ہے اسے، اس وقت جتنا کھا سکے گی کھالے گی، باقی سینت
کر صبح کے لیے رکھ دوں گی، بیگم صاحبہ بیچاری اتنی کمزور ہو چکی ہیں، ان کے لیے مرغ لائی ہوں
تھوڑا سا کھالیں گی، کچھ طاقت آجائے گی، ہائے کیا زمانہ تھا ان لوگوں کا، اور آج کیا
حال ہے، خدا دشمن پہ بھی ایسا برا وقت نہ لائے، جہاں ہر وقت روپے پیسے کی ریل پیل
رہتی تھی، نوکروں چاکروں کی وہ کثرت تھی کہ ہر وقت میلہ سا لگا رہتا تھا، مہمانوں کا تانت

دیکھو جب تانتا بندھا ہوا ہے، اور ان کے لیے طرح طرح کے کھانے پک رہے ہیں، آج وہی گھر ہے اور بھائیں بھائیں کر رہا ہے، نہ روپیہ نہ پیسہ، نہ نوکر نہ چاکر، نہ کوئی دوست جھانکتا ہے نہ مہمان، کوئی خیر خبر لینے والا بھی نہیں، جو احسان کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے، وہ ادھر کا رخ بھی نہیں کرتے، جن کی رگ رگ میں اس گھر کا نمک رچا ہوا ہے، وہ کبھی بھولے سے بات بھی نہیں پوچھتے۔

یہی سوچتی وہ گھر میں داخل ہوئی اور یہاں کا ہولناک منظر دیکھ کر ساری خوشی کافور ہو گئی۔ کھانا ایک طرف پٹخا اور لپک کر بیگم صاحبہ کے پاس پہنچی، وہ بیہوش تھیں نبض آہستہ آہستہ چل رہی تھی، صاف معلوم ہو رہا تھا، سانس لینے میں دشواری ہو رہی ہے، پھر وہ مہ جبین کی طرف لپکی، اس کے بھی دانت بیٹھ گئے تھے اور وہ بے سدھ پڑی تھی۔ نسیمہ حیران کہ کیا کرے؟ آج ہی اسے اتنی دیر ہوئی تھی، کچھ سمجھ میں نہ آیا تو رونے لگی، لیکن رونے سے مشکل تو حل نہ ہو سکتی تھی، اس وقت ضرورت تھی کسی حکیم یا ڈاکٹر کی، اب تک اس راستہ میں سب سے بڑی دشواری فیس اور دوا کی قیمت کی تھی، آج اس کے بٹوے میں کافی روپے تھے، کم از کم اس وقت ڈاکٹر یا حکیم کی فیس بھی دی جا سکتی تھی اور نسخہ بھی لایا جا سکتا تھا

یہی سوچ رہی تھی کہ دروازے پر کسی نے دستک دی۔ سوچنے لگی، اس وقت کون ہو سکتا ہے؟

دل میں خیال آیا کہیں کوئی چور نہ ہو۔

پھر دل ہی نے تسلی دی، چور دستک دے کر کیوں آنے لگا؟ اور اگر ہو بھی تو یہاں ہے کیا جو چرا لے جائے گا؟

دروازہ پر پہنچی اور کھولنے سے پہلے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا

"کون ہے؟"

غفور خاں نے جواب دیا

"دروازہ کھولو، حکیم صاحب تشریف لائے ہیں۔ —— میں ہوں غفور خاں!

بلّی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا، جلدی سے دروازہ کھول دیا، آج سچے دل سے وہ خ
کی قدرت اور رحمت کی قائل ہوگئی، پیاسے کو کنویں کے پاس نہیں جانا پڑا، کنواں خود پیاسے
کے پاس آگیا، جلدی سے دروازہ کھولا اور روتے ہوئے حکیم صاحب سے کہا،

"خدا آپ کی مرادیں پوری کرے، آئیے حکیم صاحب، جلدی سے آجائیے، میری
بی بی بیہوش پڑی ہیں، اور جبین بٹیا کو بھی نہ جانے کیا ہوگیا ہے، وہ بھی بیہوش ہیں، میں تو نوکری
پر گئی تھی، ابھی آئی ہوں تو یہ حال دیکھا، حکیم صاحب خدا کے لیئے بتا دیجئے، بچ جائیں گی بی بی
اور میری بچی؟"

حکیم صاحب نے کھڑک کر کہا،

"عجیب بیوقوف عورت ہے، یہیں کھڑی باتیں کر رہی ہے، مریض کو دیکھے بغیر
میں کیا کہہ سکتا ہوں؟"

غفور خاں نے حاکمانہ جلال کے ساتھ کہا

"چلو، مریض کو دکھاؤ۔"

نسیمہ بولی،

آئیے آئیے حکیم صاحب ——"

وہ ان دونوں کو لے کر اندر پہنچی، حکیم نواب علی اس گھر کے پرانے نمک خوار تھے لیکن

زوال کے ساتھ ساتھ تعلقات بھی کمزور پڑتے گئے، اور آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے ادھر سے گذرنا ہی چھوڑ دیا، انہوں نے عروج اور اقبال کے زمانہ میں ہزاروں روپیہ اس گھر سے کمایا تھا، لیکن یہ گھر خود مفلس اور قلاش ہو گیا تو پھر بیمار، سے ربط و تعلق رکھنے میں فائدہ کیا تھا، بہتر یہی تھا کہ تم اپنے گھر خوش، ہم اپنے گھر خوش، لیکن یہ اندازہ ترک تعلقات کے باوجود نہیں تھا کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے. غضب خدا کا، یہ خاندان، یہ گھر اور آج یہ عالم، یہ فخر النساء بیگم ہیں جن کے پیشاب میں چراغ جلتا تھا، ان کی یہ حالت کہ جھلنگا چارپائی پر، پھٹے پرانے بستر میں اس طرح پڑی ہیں —— ' یہ مہ جبین ہے'، جو ہر وقت عیش و تنعم میں مگن رہتی تھی، جو غربت اور افلاس سے ناواقف تھی، اس کا یہ حال کہ فرش پر بے سدھ، بے ہوش پڑی ہے، جیسے کوئی بھکارن!

حکیم صاحب کو جھرجھری سی آئی، انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس لی، پہلے بیگم صاحبہ کی، پھر جبیں کی نبضیں دیکھیں، اس کے بعد غفور خاں سے ایک تاثر کے عالم میں کہا،

" جاؤ، ڈاکٹر انور علی کو میرا سلام کہو اور فوراً اپنے ساتھ لے کر آؤ، کہنا جو فیس مانگیں گے، ملے گی،!"

غفور خاں چلا گیا، پھر حکیم صاحب نے پوچھا

"یہ حالت کب سے ہے؟"

نسیمہ نے بتایا،

"کئی دن سے بیمار ہیں، آج نہ جانے کیا ہو گیا ورنہ جبیں تو بالکل اچھی بھلی تھی۔"

حکیم صاحب نے فرمایا۔

"جبیں کی فکر نہ کرو، صدمہ سے بیہوش ہو گئی ہے، ابھی ذرا دیر میں ٹھیک ہو جائے گی، لیکن

بیگم صاحبہ کا معاملہ نازک ہے!

نسیمہ رونے لگی،

"بیگم صاحبہ بچ تو جائیں گی حکیم صاحب!"

حکیم صاحب نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

"خدا مردے کو بھی زندہ کر سکتا ہے۔"

پھر نسیمہ کی ہمت نہ پڑی کہ کچھ پوچھ سکے، وہ خاموش ہو گئی، لیکن دل تہ و بالا ہو رہا تھا آنسوؤں کا سیلاب روکے نہیں رکتا تھا، وہ سوچ رہی تھی اگر خدا نخواستہ بیگم صاحبہ کو کچھ ہو گیا تو مہ جبین بھی مر جائے گی، یہ ہر غم جھیل سکتی ہے، لیکن ماں کا غم برداشت نہیں کر سکتی۔

اسی اثنا میں دروازے پر آہٹ ہوئی، غفور خاں ڈاکٹر صاحب کو لئے تشریف لائے حکیم صاحب نے بڑھ کر استقبال کیا، دونوں میں پرانی ملاقات تھی، یہ گھر بھی ڈاکٹر کے لیے نیا نہ تھا، یہاں بارہا وہ معمولی سے نزلہ زکام کا علاج کرنے تشریف لا چکے تھے، اور جب کرتے تھے، روپے سے جیب بھر کر واپس جاتے تھے، لیکن اس عہد بہار کو ختم ہوئے مدت گذر چکی تھی، اب ذہن کے حافظہ میں جو نقوش تھے، وہ بہت مبہم تھے، ڈاکٹر صاحب نے حکیم صاحب سے پوچھا

"فرمائیے، کیوں یاد فرمایا ہے آپ نے اس وقت؟"

حکیم صاحب، ڈاکٹر صاحب کو لیکر بیگم صاحبہ کے کمرے میں گئے، اب مہ جبین کو ہوش آ چکا تھا، وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی، حکیم صاحب نے پیار سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا اور کہا،

"تم بیہوش کیوں ہو گئی تھیں؟" بیگم صاحبہ اچھی ہو جائیں گی، گھبرانے کی بات نہیں، دیکھو

میں نے ڈاکٹر صاحب کو بھی بلا لیا ہے۔"

پھر نسیمہ سے فرمایا۔

"جبین بیٹی کو دوسرے کمرے میں لے جاؤ، تاکہ ڈاکٹر صاحب بیگم صاحبہ کا اچھی طرح معائنہ کر سکیں،!"

نسیمہ، جبیں کو لے کر دوسرے کمرے میں چلی گئی،!

ڈاکٹر صاحب نے نہایت توجہ اور انہماک سے معائنہ کیا، پھر فرمایا۔

"نمونیہ ہے!"

حکیم صاحب اُچھل پڑے،

"نمونیہ" ——؟

ڈاکٹر صاحب نے پرسکون لہجہ میں جواب دیا،

"جی ہاں، ڈبل نمونیہ،!"

حکیم صاحب پر بجلی گر پڑی

"ڈبل نمونیہ،!"

ڈاکٹر صاحب نے اور زیادہ اطمینان کے ساتھ کہا،

"جی ہاں، —— حالت کافی نازک ہے!"

حکیم صاحب لاجواب ہو گئے

"تو پھر نسخہ تجویز فرما دیجئے!"

ڈاکٹر صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا

"بیکار ہے،! ——

قریب تھا کہ حکیم صاحب کا ہارٹ فیل ہو جائے، انہیں بیگم صاحبہ سے زیادہ اپنی فکر تھی، وہ سوچ رہے تھے، اگر بیگم صاحبہ مر گئیں تو انہیں بھی مرنا پڑے گا، جمال ساری ذمہ داری انہی کی غفلت پر ڈالے گا، اور ضرور مار ڈالے گا، انہوں نے اپنے بکھرے ہوئے حواس مجتمع کیئے اور پوچھا

"تو اب کوئی صورت نہیں ہے ڈاکٹر صاحب؟"

ڈاکٹر صاحب زیادہ بات چیت کے قائل نہیں تھے، اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"نہیں ——— ، ہاں اگر ہسپتال میں داخل کر دیا جائے تو شاید بچ جائیں۔ لیکن اگر وہاں بھیجنا ہے تو فوراً بھیجیے، ایسا نہ ہو کہ پھر وہاں جانا بھی بے کار ہو!"

حکیم صاحب نے جیب سے تئیس روپے نکالے، اور ڈاکٹر صاحب کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا،

"یہ قبول فرمایئے"

ڈاکٹر صاحب نے روپے پر اس طرح جھپٹا مارا جیسے چیل گوشت پر ٹوٹتی ہے، جیب میں رکھتے ہوئے کہا،

"اس تکلف کی کیا ضرورت تھی!"

لیکن روپیہ اپنا کام کر چکا تھا، خود ہی فرمایا

"ہسپتال کا انچارج میرا دوست ہے،

اگر مریضہ کو واقعی وہاں بھیجنا ہے، تو میری کار حاضر ہے، ہسپتال راستہ میں پڑے گا وہاں اترنا اور ڈاکٹر سے کہتا ہوا چلا جاؤں گا!"

حکیم صاحب کو نئی زندگی مل گئی، انہوں نے نسیمہ سے جو سامنے کھڑی تھی کہا،

"بیگم صاحبہ ہسپتال جائیں گی ابھی"!

وہ بولی"!

"لے چلیئے"!

مہ جبین بھی الگ کھڑی یہ باتیں سن رہی تھی، اس نے کہا

"اماں جی اکیلی نہیں جائیں گی میں بھی ساتھ جاؤں گی"!

حکیم صاحب نے سوالیہ نظروں سے ڈاکٹر صاحب کی طرف دیکھا، انہوں نے یہ مشکل حل کردی:-

"کیا حرج ہے، مریضہ کے ساتھ کسی نہ کسی کو تو رہنا ہی چاہیئے۔ ملازمہ نہ سہی یہ سہی، بلکہ شاید ان سے زیادہ سکون پہنچے مریضہ کو"!

حکیم صاحب کے منہ سے نکلا

"تو چلو بیٹی، تم بھی چلو"!

ذرا دیر میں سب لوگ تیار ہو گئے، کار کی پچھلی سیٹ پر، سنبیہ اور جبین، بیگم صاحبہ کو گود میں لے کر بیٹھ گئیں، اگلی سیٹ پر حکیم صاحب ڈاکٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ گئے، کار وہی ڈرائیو کر رہے تھے۔

بہت جلد یہ چھوٹا سا قافلہ ہسپتال پہنچ گیا، ڈاکٹر صاحب نے ہسپتال کے انچارج سے ملاقات کر کے مریضہ کی کیفیت بتائی، اس نے اسپیشل وارڈ میں مریضہ کا انتظام کر دیا، جس کی روزانہ فیس پچیس روپے تھی، حکیم صاحب نے بڑی آمادگی سے یہ انتظام قبول کر لیا، بہ مد پیشگی دو سو روپے اسی وقت داخل دفتر کیے، انچارج نے سو روپے مختلف دواؤں اور انجکشنوں کے سلسلے میں اور لے لیے۔

ان مراحل سے فراغت پانے کے بعد مریضہ کا معائنہ شروع ہوا، پھر بجلی کی سی
تیزی کے ساتھ علاج معالجہ کا سلسلہ شروع ہو گیا، اسٹریٹو مائی سین اور پنسلین کا مخلوط انج
دیا گیا، سینہ پر اور پیٹھ پر پلستر لگایا گیا، مارفیا کا ایک انجکشن دیا گیا تاکہ تکلیف کم ہو اور نیند آجا
ان سب مراحل سے فارغ ہونے کے بعد انچارج ڈاکٹر نے حکیم صاحب سے کہا

"اب آپ تشریف لے جا سکتے ہیں، جتنی امکانی اور انسانی تدبیر ہو سکتی تھی، وہ کر لی گ
نتیجہ خدا کے ہاتھ میں ہے، ـــ ہاں، ان کے ساتھ کون رہے گا؟"

حکیم صاحب نے مہ جبین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

"یہ رہیں گی، میں بھی وقتاً فوقتاً حاضر ہوتا رہوں گا!"

انچارج مطمئن ہو گیا،

"ہاں ٹھیک ہے!"

لیکن حکیم صاحب کی آنکھوں کے سامنے، جمال کا چاقو ناچ رہا تھا، انہوں نے
فرمایا،

"لیکن ڈاکٹر صاحب، یہ بچی، خود بیمار اور کمزور ہے، یہ تو اپنی محبت سے مجبور ہو کر ساتھ
رہ رہی ہے، ہمہ وقتی تیمارداری تو نہ کر سکے گی!"

انچارج نے کہا

"اس کی ضرورت نہیں ہے، تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد نرسیں گشت کرتی رہیں گی، ان ک
کام ہی یہ ہے کہ وقتاً فوقتاً مریض کو دیکھتی رہیں، اور اگر کسی کی حالت نازک ہو تو فوراً متع
ڈاکٹر کو اطلاع دیں!"

حکیم صاحب نے مزید دو سو روپے انچارج کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا،

"جی ہاں، یہ تو بجا اور درست فرمایا آپ نے، لیکن میں چاہتا ہوں ۲۴ گھنٹے ان کے پاس ایک نرس دیکھ بھال کے لیے موجود رہے — ڈاکٹر صاحب مریضہ کو ہر قیمت پر بچنا چاہیئے۔ مصارف کا منہ نہ دیکھیے، اس کی صحت و زندگی کے لئے پانی کی طرح روپیہ بہایا جا سکتا ہے۔

انچارج نے وہ روپے رکھ لیے اور کہا،

"بہتر ہے، — یہ ساری رقم آپ کے حساب میں جمع ہے، بل کے ساتھ تفصیل معلوم ہو جائے گی، ایک نرس ابھی آئی جاتی ہے۔۔"

حکیم صاحب نے اطمینان کا سانس لیا، اتنی دیر میں غفور خاں بھی آچکے تھے، مہ جبیں کو تسلی دی اور خاں صاحب کے ساتھ اپنے گھر روانہ ہو گئے۔۔!

جمیلہ

حکیم صاحب اور ڈاکٹر صاحب کے چلے جانے کے ذرا دیر بعد نرس آئی، ا
اس کا نام جمیلہ تھا، یہ خوش رو بھی تھی، اور خوش اطوار بھی، عام نرسوں کے برعکس دل
کی صاف اور ہنس مکھ بھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمدرد بھی، اس نے آتے ہی صورتِ حا
کی نزاکت کو سمجھ لیا، بیگم صاحبہ کو سب سے پہلے اس نے اچھی طرح اُٹھا کر لٹا دیا، ان
کی نبض دیکھی، ٹمپریچر لیا، بلڈ پریشر دیکھا، اور یہ سب تفصیلات چارٹ پر قلمبند کر دیں، مارف
کا انجکشن پہلے ہی دیا جا چکا تھا، اسی لیے غافل اور گہری نیند سو رہی تھیں، بیگم صاحبہ
نمٹ کر مہ جبیں کی طرف متوجہ ہوئی، نہ جانے کرامات تھی، اس لڑکی کو دیکھتے ہی اس کی
جمیلہ کا دل کھنچنے لگا۔ بیگم صاحبہ سے فارغ ہو کر وہ مہ جبیں کے پاس آ بیٹھی۔

مہ جبیں کی حالت اس وقت عجیب تھی، بال اُلجھے ہوئے، چہرہ پر زردی، آنکھوں
آنسو، میلے، درپیٹے ہوئے کپڑے، لیکن صورت پر معصومیت اور شرافت کی جھلک، جمیلہ
اور اس طرح پہلو سے پہلو ملا کر بیٹھ گئی جیسے وہ جبیں کو بہت دنوں سے جانتی ہو، جی
بہت عرصہ سے وہ اس کی ہمدرد اور غمگسار، رازداں اور محرمِ اسرار چلی آ رہی ہو، ج

جبین اس کے لیے کوئی نئی شخصیت نہیں ہے، اس نے پہلی ہی ملاقات میں کچھ اس طرح گھل مل کر باتیں کیں، اس کے آنسو پونچھے، ساتھ لیجا کر اس کا منہ دھلایا اس کے الجھے ہوئے بال ٹھیک کیئے، اور پھر

"ابھی آئی"

کہہ کر غائب ہو گئی۔ ذرا دیر میں مسکراتی ہوئی آئی، اس کے ہاتھ میں کافی کی گرما گرم دو پیالیاں تھیں جن سے بھاپ اُٹھ رہی تھی، وہ آئی اور ایک تپائی پر یہ دونوں پیالیاں رکھ دیں پھر ایک پیالی جبین کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی،

"پی لو ___ اس سے ذرا سکت آجائے گی، دیکھو تو کیا حال ہو رہا ہے تمہارا، بھلا کوئی اپنی جان اس طرح ہلکان کرتا ہے؟ بیماری آزاری تو جان کے ساتھ لگی رہتی ہے، میں ہسپتال میں ایسے نہ جانے کتنے مریضوں کو دیکھتی رہتی ہوں کہ ڈاکٹر صاف جواب دے دیتے ہیں، لیکن یہ ڈاکٹر، ڈاکٹر ہی تو ہوتے ہیں، کچھ خدا تو نہیں ہوتے؟ خدا اپنا فضل کرتا ہے اور یہ مایوس العلاج مریض بھلے چنگے ہو کر، ہنستے مسکراتے، ڈاکٹر کو دعائیں دیتے رخصت ہو جاتے ہیں، تمہاری امی کی حالت کچھ ایسی نازک تو نہیں ہے، اب نبض کی رفتار ٹھیک ہو چلی ہے، سانس بھی دیکھو پہلے سے آسانی کے ساتھ آرہی ہے، بخار ہے تو، لیکن اس کی شدت دم توڑ چکی ہے، خدا چاہے گا چند دن میں اچھی ہو جائیں گی، ___ تم چائے پیو، میں ابھی آئی۔"

یہ کہہ کر گھڑی دیکھتی ہوئی، اپنی پیالی یونہی چھوڑ کر وہ اٹھ بیٹھی، اور جلدی سے سرنج ٹھیک کر کے اس نے بیگم صاحبہ کے ایک انجکشن لگایا، جبیں یونہی حق دق بیٹھی جمیلہ کی حرکتیں دیکھ رہی تھی، جمیلہ نے اپنائیت کے ساتھ روٹھتے ہوئے کہا،

"ارے تم نے اب تک نہیں پی، شاید ٹھنڈی ہو گئی ——— ابھی گرم کیے ا
ہوں"!

جبیں نے پیالی اس کے ہاتھ سے لے لی
"نہیں، ٹھنڈی نہیں ہوئی، خاصی گرم ہے"!
یہ کہہ کر اس نے پیالی منہ سے لگا لی، جمیلہ بھی ایک ایک گھونٹ کر کے پیتی رہی
پھر اٹھی اور دونوں پیالیاں لے جا کر الگ ایک میز پر رکھ دیں!
واپس آئی اور پھر جبین کے پاس بیٹھ گئی، جبین اس کی ہمدردی، تپاک، اپنایت او
خلوص سے بہت متاثر ہوئی، اس نے بھی خوش اخلاقی کے ساتھ باتیں شروع کر دیں، جمیل
جبین کا دل اس پہلی ملاقات میں اس طرح موہ لیا کہ ذرا ہی دیر میں، اس کے سارے حالا
سے واقف ہو گئی، وہ کرید کرید کر سوالات کرتی رہی اور جبین صفائی اور سچائی کے ساتھ ہر
کا جواب دیتی رہی، سب کچھ بتا چکنے کے بعد جبین نے کہا
"اب تک اس آدمی کا تصور کر کے میرا دل ہولنے لگتا ہے جو دروازہ پر ایک لبادہ م
ملبوس مجھے نظر آیا تھا، نہ جانے کون تھا، ضرور کوئی چور ہو گا"

جمیلہ نے جواب دیا
"ہاں، ہو سکتا ہے چور ہی ہو، لیکن اس نے کوئی چیز چرائی تو نہیں؟"
جبیں نے کہا
"ہمارے ہاں ہے کیا، جو کوئی کچھ چرائے گا؟"
جمیلہ نے مسکراتے ہوئے کہا،
"واہ، یہ تو نہ کہو، تمہارے ہاں تو وہ لعل شب چراغ ہے جو بادشاہوں کے ہاں بھ

مل سکتا،

جبین نے بڑی معصومیت کے ساتھ اس کی طرف دیکھا

"لعل شب چراغ ——— ؟ میں نے تو یہ نام بھی آج ہی سنا ہے۔

جمیلہ زور سے ہنس پڑی، کہنے لگی،

"سچ ؟ ——— سچ ؟"

جبیں بولی،

"کبھی ہمارے ہاں ہیرے جواہر، موتی سب کچھ تھے، لیکن نہ اماں جی نے بتایا، نہ کسی اور نے کہ کوئی لعل شب چراغ بھی تھا !"

جمیلہ کو پھر ہنسی آ گئی۔ کہنے لگی،

"بڑی بھولی ہو جبین تم بھی، خدا کی قسم جی چاہتا ہے منہ چوم لوں تمہارا !"

جبیں کے دل کش ہونٹوں پر ہلکی سی تبسم کی بجلی چمکی،

"اچھا، تم نہیں مانتیں تو مانے لیتی ہوں، خدا اماں جی کو اچھا کر دے" ان سے بھی پوچھوں گی، اور خود بھی تہ خانے کا ایک ایک گوشہ کھنگالوں گی، سچ، اگر مل جائے تو ہمارے کتنے کام نکل سکتے ہیں اس سے، سارے دلدر دور ہو جائیں، حکیم صاحب ہمارے گھر کے پرانے نیاز مندوں میں ہیں، آج انہوں نے بڑی شرافت اور انسانیت کا ثبوت دیا، جب تک زندہ رہوں گی، اسے یاد رکھوں گی، اگر ہمارے ان پر کچھ احسانات تھے بھی تو آج انہوں نے وہ سارے ادا کر دیئے۔ اور ہم پر ایسا بوجھ احسان کا رکھ دیا ہے کہ سوچتی ہوں تو سر جھک جاتا ہے اسی یاد سے، لیکن کیا کروں ؟ یہ سب کچھ اماں جی کی جان بچانے کے لیے مجھے کرنا پڑا، ان کے لیے تو میں کہیں کی نوکری بھی کر سکتی ہوں۔

...ے جبین کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں، جمیلہ نے پیار سے اس کے آنسو پونچھے اور کہا
"...مطلب نہیں سمجھیں جبیں بیگم!"

جبیں سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی، جمیلہ نے کہا
"وہ لعلِ شب چراغ ڈھونڈو گی کہاں؟ ــــ وہ تو خود تم ہو!"

پھر اس نے اس کی ٹھوڑی اپنی ہتھیلی پر رکھ لی، اور اس کا چہرہ بالکل اپنی آنکھوں
کے سامنے رکھ کر بولی

"وہ تم ہو!"

جبیں شرما گئی، جمیلہ پھر ہنسنے لگی، جبیں نے کہا
"اگر میں ہوں، تو کیا وہ چور مجھے چرا لے جاتا؟"
جمیلہ نے جواب دیا،
"ہاں، وہ ایسا کر سکتا تھا، لیکن شاید ـــــ
جبیں نے پوچھا، لیکن شاید کیا؟ ـــــ کیا وہ ڈر گیا؟"
"تھا تو وہ ضرور چور، لیکن اتنے بڑے مال پر ہاتھ ڈالنے کی غریب کو ہمت نہ پڑی
ــــ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ
یہ کہہ کر جمیلہ رک گئی، پھر کچھ سوچتے ہوئے بولی،
"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود اس کا لعلِ شب چراغ تمہارے ہاں چوری ہو گیا ہو!"
جبیں نے حیرت سے جمیلہ کو دیکھا اور کہا،
"کیسی باتیں کر رہی ہو جمیلہ بہن؟ ــــ یہ لعلِ شب چراغ آخر کتنا کہاں ٹھوکریں
کھاتا پھرے گا؟ میرے پاس بھی ہے اس چور کے پاس بھی، ــــ تمہارے پاس بھی

تو ہوگا؟"

جمیلہ بولی،

"نہیں، میرے پاس تو نہیں، مجھ غریب کی حیثیت ہی کیا ہے؟"

"تو چور کی حیثیت تم سے زیادہ ہے؟ اس کے پاس کہاں سے آیا؟"

جمیلہ نے اصرار کیا

"میں جانتی ہوں، اس کے پاس ہے لعل چوری گیا!"

"چور کے ہاں چوری؟"

"ہاں، چوری نہیں اسے تو ڈاکہ کہنا چاہیئے!"

"ہوگا، ہمیں کیا؟"

"ایسی دیدہ دلیری بھی ٹھیک نہیں، یہ ظلم ہے!"

"تو کیا میں نے چرا لیا ہے، اس کا وہ لعل شب چراغ؟"

"اور کیا میں نے؟ —"

یہ کہہ کر جمیلہ نے کچھ ایسی شوخ نظروں سے اسے گھورا کہ وہ شرما گئی، کہنے لگی،

"ہٹو بھی، ہمیں یہ باتیں اچھی نہیں لگتیں! واہ —"

جمیلہ نے اسے لپٹا لیا

"خفا ہو گئیں؟ نا بھائی"

جبیں نے کہا

"نہیں، تم سے تو محبت سی ہو گئی ہے، خفا کیسے ہو سکتی ہوں؟ نہ جانے کونسا جادو ہے تم میں، اور تمہاری باتوں میں؟"

جمیلہ نے پھر چھیڑا،

"وہ بیچارہ چور نہ جانے کہاں ڈھونڈ رہا ہوگا اپنا دل — توبہ رہی لعل —

جبیں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، اور بولی،

"اس کا نام نہ لو، مجھے ویسے ہی چوروں سے ڈر لگتا ہے، جب سوچتی ہوں سارا بدن لرزنے لگتا ہے، کچھ اور باتیں کرو!"

جمیلہ مسکرانے لگی، پھر وہ بولی،

"اب صبح ہو رہی ہے، تم کل سے بھوکی ہو، یہاں ناشتہ آٹھ بجے سے پہلے تو آنے سے رہا، میں خود اپنا لاتی ہوں ابھی!"

جبیں نے اسے پکڑ کر بٹھا لیا،

"نہیں، ابھی ذرا بھی خواہش نہیں ہے!"

اطمینان

حکیم صاحب تھکے تھکانے، پریشان حال و آشفتہ خاطر گھر پہنچے، دروازہ پر قدم رکھا ہی تھا کہ مرغ نے بانگ لگائی، وہیں ٹھٹک گئے، پستول پاس ہوتا تو شاید خودکشی کر لیتے، بڑی بے بسی کے ساتھ غفور خاں سے مخاطب ہوئے،

"سنا غفور خاں، صبح ہوگئی!"

اس انقلاب پر غفور خاں کو حیرت ہوئی، اس نے کہا،

"مرغوں کا کیا ہے، جب چاہیں بانگ لگادیں، گھڑی دیکھئے کیا بجا ہے؟"

بات حکیم صاحب کی سمجھ میں آگئی، جیب سے گھڑی نکالی، ایک نظر اس پر ڈالی، پھر مایوسی کے عالم میں کہا،

"ہوگئی صبح، بس اب سو چکے، مطب کھول دو، لوٹے میں پانی لے آؤ، نماز پڑھ لوں — اب اندر جا کر کیا کروں گا؟ سونے کا وقت تھا، نہیں —!"

غفور خاں نے کوئی جواب نہیں دیا، جلدی سے مطب کا دروازہ کھولا، اتنے میں حکیم صاحب شیروانی اتاریں، لوٹے میں پانی لے آیا، وضو کر کے وہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے

ہو گئے۔

سلام پھیرا تھا کہ کوئی آدمی سوٹ بوٹ میں سامنے بیٹھا نظر آیا، ابھی اندھیرا بالکل صاف نہیں ہوا تھا، حکیم صاحب غور سے دیکھنے لگے، وہ مسکرایا، اس نے کہا،

"ارے، آپ اتنی جلدی مجھے بھول گئے — !"

آواز گوش آشنا تھی، بجلی کی طرح دوڑا، اوہو، یہ تو وہی ظالم جمال ہے، اب کہاں کا وظیفہ، اور کہاں کا ورد، جلدی سے اٹھے اور اس کے پاس بیٹھ گئے، جاکر جمال نے پوچھا،

"کہیئے حکیم صاحب، کیا کیا آپ نے؟"

تبسم کی کیفیت اپنے چہرے پر طاری کرتے ہوئے فرمایا

"آپ کے حکم کی تعمیل کر دی خاکسار نے"!

پھر از اول تا آخر ساری کہانی سنا ڈالی، جمال غور سے سنتا رہا، حکیم صاحب اتنے زیادہ دہشت زدہ ہو گئے کہ خود اپنی فکر میں نڈھال اور حواس باختہ ہو رہے تھے۔ ورنہ بڑی آسانی کے ساتھ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے اس کی ذہنی پریشانی کا اندازہ لگا سکتے تھے، ساری کہانی سننے کے بعد جمال اٹھ کھڑا ہوا، اس نے کہا،

"اچھا، اب میں اجازت چاہتا ہوں"!

حکیم صاحب نے اخلاق اور سیر چشمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا،

"کم از کم ناشتہ تو کر لیجئے، ابھی دو منٹ میں اہتمام ہو جائے گا"

جمال نے معذرت کر دی

"نہیں — اب آپ کے ہاں ٹھہرنا، مجھ سے زیادہ آپ کے لیے خطرناک ہو

سکتا ہے،،!"

حکیم صاحب لاجواب ہو گئے، جمال نے جیب میں ہاتھ ڈالا، اور ایک ہزار کے نوٹ حکیم صاحب کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا

"یہ رکھ لیجئے، وقتاً فوقتاً اور بھی دیتا رہوں گا، روپے کی ذرا پروانہ کیجئے، حساب دینے کی ضرورت نہیں، مجھے اعتماد ہے، کہ آپ شریف آدمی ہیں، اور اس کی میں اجازت دے ہی چکا ہوں کہ اپنی ضروریات پر بھی جو کچھ آپ مناسب سمجھیں خرچ کریں،،!"

حکیم صاحب نے ادب سے سر جھکا کر یہ باتیں سنیں، پھر جمال نے سو روپے کا ایک نوٹ غفور خاں کی طرف بڑھایا،

"لو بڑے میاں، یہ میری طرف سے نذر ہے، معاف کرنا، تمہیں میرے ہاتھ سے تکلیف پہنچی، لیکن میں مجبور تھا،،!"

غفور خاں کی باچھیں کھل گئیں

"میں نے معاف کیا، میرے خدا نے معاف کیا،،!"

اب حکیم صاحب کا موڈ درست ہو چکا تھا، مسکراتے ہوئے فرمایا

"یہ تو دعا مانگتا ہو گا اور اس کا ٹیٹوا آپ دبایا کریں" ــــ بڑے فائدے میں رہے غفور خاں تم تو،،!"

غفور خاں حاضر جواب اور بذلہ سنج ہوں یا نہ ہوں، لیکن اس وقت تو انہوں نے برتری حکیم صاحب پر ثابت کر دی، فرمایا

"حکیم جی، دعا کرو تمہارا ٹیٹوا بچا رہے میں سخت جان تھا، جھیل لے گیا، تمہاری باری آئی تو دوسری سانس نہیں لے سکو گے"

اس جواب کی حکیم صاحب کو توقع نہ تھی ، لیکن زبردستی مسکرانا پڑا ۔ جمال نے ایک
لگایا اور کہا

"بڑے میاں، تم تو بڑے دلچسپ آدمی نکلے!"

پھر وہ حکیم صاحب سے مخاطب ہوا ۔

حکیم صاحب، آپ نے بیگم صاحبہ کی خدمت کے لیے جو نرس مقرر کرائی ہے، کون
وہ ؟"

حکیم صاحب نے کہا

"میں نہیں جانتا ۔ !"

جمال نے پوچھا

"کیا اس کا نام بھی نہیں جانتے آپ ؟"

حکیم صاحب نے فرمایا

مجھے اس کا نام بھی نہیں معلوم ہے ، کہیئے تو آج معلوم کرتا آؤں ؟"

"جی ہاں، اگر آپ ایسا کریں تو میں شکر گذار ہوں گا ۔!"

جمال چلا گیا

حکیم صاحب نے غفور خاں سے کہا

"اماں غفور خاں، سنتے ہو؟"

"سُن رہا ہوں سرکار، ...... فرمایئے ۔!"

حکیم صاحب بولے،

کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ ماجرا کیا ہے ؟"

غفور خاں نے بلبلا کر جواب دیا۔
"آم کھانے سے مطلب یا پیڑ گننے سے! جو کچھ ہو رہا ہے، دیکھتے جائیے نہ زیادہ سوچیے نہ زبان پر کوئی بات لائیے۔ بس ابھی وقت تک خیریت ہے ورنہ جہاں زیادہ سوچا یا کوئی ایسی ویسی بات زبان پر آئی تو زندگی کا وہ آخری دن ہو گا۔ دشمنی سے نہیں ہمدردی سے کہتا ہوں —"

حکیم صاحب نے بڑے غور سے اپنے اس ہمدرد کی باتیں سنیں، پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر ارشاد فرمایا:
"ٹھیک کہتے ہو، ایسا ہی ہوگا!" — "ذرا حقہ تو بھر لاؤ!"

غربت و امارت

حکیم نواب علی پابندی کے ساتھ، بیگم صاحبہ کی خیر خبر لینے کے لیے ہر روز ہسپتال آیا کرتے تھے، نسیمہ بھی اپنی نوکری سے چھٹی پا کر گھڑی دو گھڑی کو ہو جایا کرتی تھی، کیونکہ جو کی دیکھ بھال بھی اسی کے ذمہ تھی، بیگم صاحبہ کی طبیعت سنبھل چلی تھی، لیکن ابھی تک خطرہ سے باہر نہیں ہوئی تھیں، جمیلہ بڑی مستعدی اور خلوص کے ساتھ اپنے فرائض ادا کر رہی تھی۔

دوپہر کا وقت تھا، بیگم صاحبہ کی ابھی آنکھ لگی تھی، مہ جبین باہر برآمدہ میں آکر ایک کرسی پر بیٹھ گئی، ذرا دیر میں جمیلہ بھی آگئی، اس نے محبت بھرے لہجے میں پوچھا

"کیا سوچ رہی جبین؟"

دونوں میں چند روز کے اندر کافی بے تکلفی پیدا ہو چکی تھی، جبین چونک پڑی اس مسکراتے ہوئے کہا

"سوچ رہی ہوں یہاں سے جب چلی جاؤں گی تو تمہیں کہاں پاؤں گی؟"

جمیلہ ہنس پڑی۔

"اپنے دل میں!"

جبیں کو بھی ہنسی آگئی، کہنے لگی،

"بڑی وہ ہو تم بھی!!"

"یہ کیوں؟" جمیلہ نے پوچھا۔

تمہارے دل میں کیا رکھا ہے، جو وہاں اپنا نشیمن بناؤ گی، تمہارے لیئے تو بہت بڑا دل

ئیے جو تمہیں پچے، پیا سے!"

"تو کیا تم مجھے نہیں چاہتیں؟"

جبیں نے پہلو بدلتے ہوئے کہا

"چاہتی تو ہوں، لیکن —"

جمیلہ نے بات پوری نہ ہونے دی،

"لیکن کیا؟ — لیکن ویکن کچھ نہیں، بتاؤ تم مجھے چاہتی ہو یا نہیں؟"

جبیں نے جواب دیا

"بہت چاہتی ہوں، لیکن میری چاہت تمہارے کس کام آئے گی؟"

"پھر کس کی چاہت کام آسکتی ہے؟"

جبیں نے اسے شوخ نظروں سے گھورا، پھر کہا،

کوئی ایسا آدمی ہونا چاہیئے جو دولت مند ہو، خوب صورت ہو، تمہارے ناز اٹھائے،

ہیں دل میں رکھے اور اپنی زندگی تمہاری مٹھی میں دیدے۔"

جمیلہ ہنسنے لگی،

"تو پھر تلاش کرو، کوئی ایسا آدمی مجھے تو کہیں نظر نہیں آتا!"

جبیں نے کہا

"نہیں —— نہ مجھے تلاش کرنے کی ضرورت ہے نہ تمہیں ڈھونڈنے کی
وہ خود ہی تمہیں تلاش کر لے گا، پا لے گا، کنواں پیاسے کے پاس نہیں جاتا،
کے پاس جاتا ہے"۔

اب جمیلہ پر سنجیدگی طاری ہو چکی تھی، اس نے ایک آہ سرد کے ساتھ کہا،
"یہ دل بہلاوے کی باتیں ہیں، میں اس قابل ہوتی تو تمہاری نرس کی حیثیت
کیوں پڑی ہوتی؟ مجھ جیسی نہ جانے کتنی لڑکیاں ہیں جو ٹھوکریں کھا رہی ہیں
مٹی میں مل رہا ہے، جن کی جوانی بڑھاپے کی طرف دوڑ رہی ہے جن کی آرزوئیں
سینے میں دم توڑ رہی ہیں، جبین تم نہیں جانتیں، اس دنیا میں زندہ رہنے کے لیے
کی زندگی بسر کرنے کے لیے روپیہ چاہیئے، روپیہ ہے تو سب کچھ ہے، روپیہ نہیں

جبیں اس خیال سے اتفاق نہ کر سکی، اس نے کہا،

"ایسا نہ کہو جمیلہ روپیہ ہی تو سب کچھ نہیں"!

جمیلہ نے تیوری چڑھا کر پوچھا

"روپیہ سب کچھ نہیں تو پھر سب کچھ کیا ہے؟"

جبیں نے جواب دیا،

"شرافت"! ——

جمیلہ نے تیکھے اور کڑوے لہجے میں کہا

"رہنے دو اپنی شرافت کو، ——

کیا تم مجھے شریف سمجھتی ہو؟"

جبیں نے کہا،

"تو تمہیں شریف نہیں سمجھوں گی تو کسے سمجھوں گی؟"

جمیلہ نے کہا،

"لیکن اگر میری ماں، بیگم صاحب کی طرح بیمار پڑتی تو کیا اسے اس ہسپتال میں اس
میں جگہ مل سکتی تھی؟ کیا اس کے لیئے بھی کوئی جمیلہ نرس بن کر تیمار دار ہو سکتی تھی؟
اس کی مزاج پرسی کے لیے صبح و شام بڑے ڈاکٹر صاحب تشریف لا سکتے تھے؟ تمہارے
روپیہ تھا، تم نے بڑے ڈاکٹر کو خرید لیا، چھوٹے ڈاکٹر کو خرید لیا، جمیلہ کو خرید لیا۔
جسے چاہو خرید لو! —— شاید ایسے آڑے وقت میں میری شرافت کام آ سکتی
؟"

پھر کچھ دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتی ہوئی بولی،

اگر تمہیں فرصت ہو تو میرے ساتھ چلو، تمہیں شریفوں کی درگت دکھاؤں؟"

جبیں حیرت سے جمیلہ کی باتیں سن رہی تھی، اس نے کہا

"نہیں میں کسی کی درگت نہیں دیکھنا چاہتی"!

جمیلہ نے کہا

"ہاں تم کیوں دیکھنا چاہو گی؟ ورنہ ابھی جنرل وارڈ میں لے جا کر تمہیں دکھاتی کہ جوان
بوڑھی شریف زادیاں کس طرح ایڑیاں رگڑ رہی ہیں، لیکن نہ انہیں دوا ملتی ہے نہ غذا
اور بوڑھے شریف ابن شریف کس طرح سسک سسک کر موت کو بلا رہے ہیں
موت بھی ان سے دور بھاگتی ہے —— نہیں جبیں بہن شرافت کوئی چیز نہیں روپیہ
سب کچھ ہے، عزت شریف کو ذلیل بنا دیتی ہے، رذیل کے سر پر شرافت کا تاج رکھ دیتی

ہے ۔۔۔!

یہ عجیب و غریب باتیں سنکر مہ جبین چکرا گئی۔ مباحثہ کے لئے وہ تیار نہ تھی جمیلہ سے ایسی طویل تقریر کی امید تھی، اس نے کہا،

"جمیلہ بہن تم تو خفا ہو گئیں،!"

"نہیں خفا تو نہیں ہوئی، تم ایک غلط فہمی میں مبتلا تھیں اسے رفع کرنے کی کوشش کی تھی،!"

"غلط فہمی ۔۔۔؟ لیکن تم خود کتنی بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہو، یہ تمھیں کون بتا

"بتاؤ، کہو، خاموش کیوں ہو؟"

یہ تمہاری غلط فہمی تو ہے کہ تم نے ہمیں دولت مند سمجھ لیا۔

جمیلہ ہنس پڑی،

اوہ، اچھا تم غریب سہی، ہم دولت مند سہی، ۔۔۔ تم ہی بتاؤ سمجھی، اس جھگڑا کیا ہے! ۔۔۔ لیکن میری بہن، مانتی ہوں کہ زمانہ تم سے کبھی روٹھا ہو غریب ہو، مگر تمہارے ہمدردوں اور مہربانوں میں تو دولت مند لوگ ہیں، پھر بھی ۔۔۔ اور پھر ہاتھی لاکھ مرا بگے گا جب بھی سوا لاکھ ٹکے کا، لاکھ غریب ہو جاؤ، ہی ہزار دس روپیہ کی بک جائے گی۔ میں اپنی جھونپڑی بیچنے نکلوں تو کتنے پیسے دے گا؟"

یہ قدرت کے معاملات ہیں انسان کیا کر سکتا ہے؟ ہم دولت مند تھے تم غریب ہو لیکن خدا کا فضل ہو تو سونے میں پیلی ہو سکتی ہو، دن بدلتے اور کچھ دیر لگتی ہے؟

جوشِ گریہ

مہ جبیں کا یہ وعظ سن کر جمیلہ نے کہا

"ہاں" ——

اور مسکرانے لگی، گویا یہ انہی ان ہونی بات تھی جس کا جواب صرف ہنسی سے دیا جا سکتا تھا، بھلا کہیں وہ دن بھی آ سکتا ہے کہ زمانہ اتنا بدل جائے، ایسا بدل جائے کہ وہ غربت کے جھونپڑے سے نکل کر امارت کے محل میں پہنچ جائے؟ ہاں دنیا میں انقلاب ہوتے ہیں لیکن ایسے بھی نہیں ہوتے کہ کارخانۂ عالم کا نقشہ ہی الٹ جائے۔

مہ جبیں نے جمیلہ کے تبسم کا مطلب سمجھ لیا، بولی،

"شاید تمہیں میری بات کا یقین نہیں آیا؟"

وہ کہنے لگی

"آ جائے گا —— جب میں مرنے میں پہلی ہو جاؤں گی"!

اور پھر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

بڑی دیر تک وہ دونوں میں اسی طرح باتیں ہوتی رہیں، لیکن جب باتیں چھڑتی ہیں تو پھر

دنیا جہان کی باتیں چھڑ جاتی ہیں، آپ بیتی بھی اور جگ بیتی بھی
جبیں نے پوچھا
"کیوں جمیلہ، تمہاری شادی کب ہوگی؟"
اس سوال پر جمیلہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، پھر اس نے اپنے جذبات پر قابو
پاتے ہوئے کہا،
"ہو جائے گی!"
"لیکن کب؟"
"جب میں امیر ہو جاؤں گی یا وہ غریب ہو جائیں گے؟"
"وہ کون؟"
"ہیں ایک صاحب"
"کچھ تعریف بھی تو کرو ان کی"، "کون صاحب ہیں"؟ کیا کرتے ہیں؟ کیسے ہیں
انہیں پسند کیا۔ یا وہ تم پر لٹو ہو گئے ——؟
جمیلہ نے بے بسی کے ساتھ جبیں کی طرف دیکھا،
"سب کچھ پوچھ کر رہو گی؟"
اس نے بڑے اعتماد کے ساتھ کہا
"ہاں —— بتاؤ"!"
وہ بولی
"بھئی کیا بتاؤں —! جیوڈ بھی ہر معاملہ میں ضد نہیں کیا کرتے!"
جبیں کو بھی ضد ہو گئی تھی۔

"ہم تو پوچھ کر رہیں گے!"

"اچھا بتا دوں گی کسی دن!"

"واہ کسی دن کیوں؟ آج کیوں نہیں؟"

"اونہہ کیا کرو گی پوچھ کر، یہ ساری بے تکی باتیں ——؟

"ہمیں دلچسپی جو ہے تم سے!"

وہ مسکرائی،

"مجھ سے یا ان سے؟"

"جبیں کو بھی ہنسی آ گئی

"دونوں سے!"

دونوں ہنسنے لگیں!

پھر جبیں نے کہا

"دیکھو بھئی جمیلہ، یوں ٹال مٹول سے کام نہیں چلے گا —— ہاں تو کیا نام ہے تمہارے ان صاحب کا؟"

جمیلہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا

"اگر وہ عورت ہوتے تو ان کا نام جبیں ہوتا، اگر تم مرد بن جاؤ تو لوگ تمہیں انعام کہیں گے"

"اوہو، تو ان کا نام نامی انعام صاحب ہے؟"

جمیلہ نے کہا

"ہاں انعام صاحب!"

جبیں نے دریافت کیا،

"بڑے خوبصورت ہیں؟"

جمیلہ بولی،

"ہاں، بہت خوب صورت!"

"کیا کرتے ہیں؟"

"تجارت، ــــ کٹ پیس کا کاروبار کرتے ہیں!"

"خوب چلتا ہوگا کاروبار!"

"ہاں، جب ہی سے تو ان کی نیت بدلی ہے!"

"یہ کیا؟ ــــ؟"

"بھئی بات یہ ہے کہ آدمی جھونپڑی میں رہ کر تو محلوں کے خواب دیکھ سکتا ہے، اور دیکھتا ہے، لیکن محلوں میں رہ کر جھونپڑی کا خواب نہ دیکھتا ہے، نہ دیکھنا چاہتا ہے"!"

ان باتوں سے جبیں چڑ گئی، کہنے لگی،

"تم پر تو فلسفہ سوار ہے، صاف صاف باتیں کیوں نہیں کرتیں، جھونپڑی اور محل کا ا... لے کر کیا بیٹھ گئیں، پگلی کہیں کی"! "تمہیں کچھ اپنی قدر بھی معلوم ہے؟"

"جانتی ہوں، تمہارے دل میں میری کتنی قدر ہے؟"

جبیں بگڑ گئی۔

"بیکار باتیں کیوں کرتی ہو، وہ کون پاگل ہے جو تمہیں ٹھکرا سکے؟"

جمیلہ کے ہونٹوں پر ایک افسردہ تبسم نمودار ہوا،

"اس ٹھکرانے والے کا نام ہے، انعام، انعام صاحب!"

اور پھر اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے، پھر وہ سسکیاں لینے لگ...

اور پھر وہ اپنی جگہ بیٹھی نہ رہ سکی۔ بجلی کی سی تیزی سے اُٹھی، اور برآمدہ میں سے کمرہ میں چلی گئی یہ سب کچھ اس طرح فوری طور پر ہوا کہ جبیں ہکا بکا رہ گئی، اسے یہ توقع نہ تھی کہ گفتگو یہ رنگ اختیار کر جائے گی، معاملہ اتنا بڑھ جائے گا، ہنسی خوشی کی باتیں یوں دُکھ کی کہانی اور غم کی داستان بن جائیں گی، اس کا جی چاہا اُٹھ کر جمیلہ کو روک لے، نہ جانے دے، لیکن وہ سوچتی ہی رہ گئی، اور جمیلہ شہاب ثاقب کی طرح چمکی اور نظروں سے اوجھل ہو گئی، جبیں ٹکٹکی باندھے اس وقت تک اسے دیکھتی رہی جب تک نظروں سے وہ اوجھل نہ ہو گئی!

پھر وہی دن!

پھر دو دن تک جمیلہ اور مہ جبیں میں کوئی بات چیت نہیں ہوئی، دونوں اپنی اپنی جگہ کچھ کھنچے کھنچے سے تھے، کچھ حجاب سا حائل ہو گیا تھا، دونوں میں، جمیلہ کی سسکیاں اور ہچکیاں مہ جبیں کے لیے کافی پریشان کن ثابت ہوئی تھیں، وہ اپنے دل میں نادم تھی کہ اس نے جمیلہ سے ایسی باتیں کیوں کہیں جو اس کے لیے تکلیف دہ ثابت ہوئیں۔ لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا، اب کیا بھی کیا جا سکتا تھا؛ مہ جبیں کو یہ اندازہ اس گفتگو اور جمیلہ کے طرزِ عمل سے بہرحال ہو گیا تھا کہ جمیلہ کا دل دکھا ہوا ہے، کوئی چوٹ لگ چکی ہے اس کے دل پر، لیکن اب اتنا یارا نہیں تھا کہ اس سے پوچھ سکتی، کون سا غم ہے، کیا بات ہے جس نے اسے اس طرح تہ و بالا کر رکھا ہے۔

جمیلہ اپنی جگہ نادم اور شرمسار تھی، وہ دل ہی دل میں اپنے آپ کو ملامت کر رہی تھی کہ اس نے مہ جبیں سے ایسی اکھڑی اکھڑی باتیں کیوں کہیں، وہ تعارف کی اس مختصر سی مدت میں اُسے چاہنے لگی تھی، اس کے اطوار و عادات اسے بھا گئے تھے، اس نے بہت سی ہم عمر لڑکیوں کو دیکھا تھا، ان سے ملی تھی، بہتوں سے دوستی بھی تھی، بہناپا بھی تھا، جبیں کی بات ہی کچھ اور تھی

—— عالم میں تم سے لاکھ سہی، تم مگر کہاں ؟

وہی دو دن پہلے والا وقت تھا، بیگم صاحبہ سو رہی تھیں، مہ جبین برآمدہ میں ایک کرسی پر بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی کہ جمیلہ آئی اور چپ چاپ آکر کھڑی ہو گئی، مہ جبین نے اسے دیکھا اور کہا،

"جمیلہ تم ؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی،

"ہاں، تمہاری گنہگار"

مہ جبیں اُٹھ کھڑی ہوئی، اس نے جمیلہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور محبت بھرے لہجہ میں کہا، ایسی باتیں نہ کرو جمیلہ، میں بہت شرمندہ ہوں، اور زیادہ شرمندہ کرو گی تو میں رونے لگوں گی،!"

جمیلہ نے نظر اٹھائی تو دیکھا مہ جبیں کی آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے، وہ بیتاب ہو گئی

"اچھا، میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں!"

پھر وہ پاس ہی مہ جبیں کے پہلو سے پہلو ملا کر بیٹھ گئی۔

"اس دن نہ جانے کیا ہو گیا تھا مجھے،!"

مہ جبیں نے کہا

"ہاں —— مجھے بھی نہ جانے کیا ہو گیا تھا کہ بیٹھے بٹھائے بے تکی باتیں کرنے لگی تمہارے آنسو دیکھ کر میرا کلیجہ پھٹ گیا، لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا،! —— مگر مجھے ایک بات کا افسوس ضرور ہے، اور شکایت بھی،!"

حمیدہ نے مہ جبیں کی ٹھوڑی اپنے ہاتھ میں لے کر اور آنکھوں سے آنکھیں چار کر کے پوچھا،

"مجھ سے، ؟ —— مجھ سے شکایت ہے تمہیں ؟"

وہ بولی،

"ہاں، تمہی سے، !"

جمیلہ نے پوچھا،

"کیا شکایت ہے ؟ دل کی دل میں نہ رکھو، کہہ ڈالو، !"

وہ بولی،

"کیا کروں کہہ کر، —— میری تمہاری ملاقات کو کچھ زیادہ دن نہیں ہوئے ہیں یہیں، اسی ہسپتال میں ہم تم ملے، لیکن کم از کم میں بہت جلد یہ محسوس کرنے لگی، جیسے جنم سے تمہیں جانتی ہوں، جیسے تم کوئی غیر نہیں، اپنی ہو، جیسے تمہارا ہر راز میرا راز ہے، تمہاری بات میری بات ہے، تمہارا سُکھ میرا سُکھ ہے، تمہارا غم میرا غم ہے،"

جمیلہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا

"لیکن اب محسوس کر رہی ہو کہ یہ سب کچھ غلط تھا، جیسے ہم تم ایک نہیں دو ہیں، غیر ہیں، ایں ؟"

مہ جبیں نے کہا،

یہی سمجھ لو، !

جمیلہ نے پوچھا،

"لیکن کس خطا پر ؟ آخر کون سی غلطی سرزد ہو گئی مجھ سے ؟" بتاؤ، میں اس کی تلافی

کروں گی، میں خفا نہیں دیکھ سکتی، سچ کہتی ہوں، تمہیں دیکھ کر میں نے پہلی مرتبہ ایسا محسوس کیا تھا جیسے کوئی کھوئی ہوئی چیز مجھے مل گئی ہے، جس کے سامنے دنیا کی ہر دولت ہیچ ہے، تمہیں نہیں معلوم اب کہتی ہوں، تمہیں چھپ چھپ کر دیکھا کرتی ہوں اور دل ہی دل میں پیار کیا کرتی ہوں"

مہ جبین ہنس پڑی،

زیادہ باتیں نہ بناؤ، عورت ہو کر ایسی شاعری کر لیتی ہو کہ کیا کوئی مرد کریگا، خدا کے لئے چپ رہو، مجھے یہ باتیں اچھی نہیں لگتیں ۔۔۔ لیکن اس کی داد دیتی ہوں کہ پہلو بدل کر بات ٹالنے کے فن میں تمہارا جواب نہیں، کیسا گول کر گئیں اصل بات کو؟"

جمیلہ ہنسنے لگی

تمہارے لیئے شاعر کیا، میں مجنوں اور فرہاد بن سکتی ہوں"

مہ جبیں نے کہا

"ہاں کیوں نہیں، میرے لیے مجنوں اور فرہاد بن سکتی ہو، لیکن مجھے اس قابل نہیں سمجھتیں کہ اپنا رازدار اور غمگسار بنا سکو، اپنے دل کا ماجرا سنا سکو، اپنی کہانی بیان کر سکو" میں اسے لکھ کر اخباروں اور رسالوں میں چھپوا دوں گی نا؟ ہاں بھئی، مجھ جیسے خطرناک آدمیوں سے احتیاط ہی اچھی"!

جمیلہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور اس نے مہ جبیں کو اس طرح گدگدایا کہ وہ بھی ہنستے ہنستے بے حال ہو گئی!

بہارِ بے خزاں!

اور آخر جمیلہ نے مہ جبیں کو اپنی داستانِ درد سنا ہی دی۔

وہ ایک شریف اور اچھے گھرانے کی لڑکی تھی، نہ غریب، نہ دولت مند لیکن باپ کی شفقت اور ماں کی محبت سے مالا مال، تعلیم کے زیور سے آراستہ، سلیقہ اور سگھڑاپے کا نمونہ، اخلاق، تہذیب اور شائستگی کی تصویر، گھر والے اس کی تعریف میں رطب اللسان اور خاندان والے اس پر نازاں،

زندگی کا قافلہ اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہا، جمیلہ بچی سے لڑکی اور لڑکی سے ایک دوشیزہ بن گئی، ماں کو آرزو کہ جلد از جلد اس کی شادی ہو جائے، باپ کی تمنا کہ وہ جلد از جلد اپنا گھر بسا لے، خود جمیلہ کا دل آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز، اسے انعام سے محبت تھی، انعام اس سے محبت کرتا تھا، وہ انعام کی بنتِ عم تھی، ایک خاندان، ایک گھر، دونوں ایک دوسرے کے طبیعت شناس، مزاج داں، قدر داں، دونوں نے آپس میں عہد و پیمان کیے، زندگی بھر کے عہد و پیمان، دونوں نے مل کر حال کے صفحہ پر مستقبل کا نقشہ بنایا، خوب صورت، دلکش، نظر فریب، دونوں کو جب کبھی ذرا دیر کے لئے مل بیٹھنے کا موقع مل جاتا، تو آئندہ کی خوشگوار

اور خوش آیند زندگی کے پروگرام بنتے، ان میں ترمیمیں ہوتیں، تغیر و تبدل کیا جاتا، پھر اختلاف، اتفاق کے بعد ایک متحدہ اور متفقہ نقشہ تیار ہو جاتا، دونوں کتنے خوش ہوتے کہ زندگی کی مفصل بہار کتنے شاندار اور قابلِ رشک طور پر شروع ہوگی۔

بہار—

بہار کے ساتھ خزاں بھی تو رہتی ہے، پھول کے ساتھ کانٹے بھی تو ہوتے ہیں، خوشی کے دامن سے غم بھی تو لٹکا رہتا ہے۔ ابھی یہ عہدِ بہار پورے طور پر شروع بھی نہیں ہوا تھا کہ خزاں کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ پھول ابھی نہ کھلنے پائے تھے کہ کانٹوں نے ان کی رعنائی چھین لی، خوشی ابھی اپنی معراج کو نہ پہنچی تھی کہ غم کے بادل گھر آئے

اور—

انعام نے جب تجارت شروع کی تو وہ ایک معمولی آدمی تھا، اس کے پاس اتنا بھی نہ تھا کہ چھوٹے پیمانے پر ہی کام شروع کر سکتا۔ اس کی پرورش اسی گھر میں ہوئی تھی، باپ مر چکے تھے، ماں پہلے ہی مر چکی تھی، ایک بہن تھی جو ایک غریب شوہر کی بیوی تھی، اس میں نہ اتنا حوصلہ تھا نہ اتنی ہمت کہ بھائی کی خبر لیتی۔ وہ میرے ابا جی ہی تو تھے جنہوں نے انعام کو بیٹے کی طرح پالا، کتنے فخر سے وہ اپنی بیوی کو چھیڑا کرتے تھے "تم ایک لڑکے کی ماں نہ بن سکیں، لیکن میں ایک لڑکے کا باپ بن گیا، انعام میرا بیٹا ہے، میرا بچہ ہے، میرا لختِ جگر، میری آنکھوں کا نور، میرے دل کا سرور، میرے بڑھاپے کی لاٹھی، میرے بازو کی قوت" اور وہ چڑ کر لیکن مسکراتے ہوئے جواب دیتیں، "بس تم خالی باپ ہی تو بن گئے، اس کے لئے ماں کی گود تو میرا ہی دامن ثابت ہوا۔ رات رات بھر جاگ کر اس کی خدمت میں نے کی یا تم نے؟ کھانے اور ناشتے کی فکر میں نے کی یا تم نے؟ اس کے کپڑے

لیتے کا انتظام میں نے کیا یا تم نے؟ وہ بیمار پڑا تو خدا سے رو رو کر، گڑ گڑا کر، رات
میں نے مانگیں یا تم نے؟ اب سے، اور جب اُسے ٹائیفائڈ ہو گیا تھا، تو رات کی تار
سناٹے میں جب ساری دنیا سو رہی تھی، جب تم بھی مست خواب خرگوش تھے
پھیلا کر خدا سے کس نے کہا تھا، "اے اللہ، میری زندگی لے لے اور انعام کو اچھا کر
پھر جب ڈاکٹروں نے کہا، اب یہ زیادہ دماغی محنت نہیں کر سکتا، اور تم نے ایف
سے اس کا نام کٹا یا اور اس نے رو رو کر جل تھل کر دیا، تو تجارت کے لیے وہ کون
جس نے اپنے سارے زیور، اپنی اکلوتی بیٹی، پیاری اور جان سے زیادہ عزیز بچی جمیلہ
زیور بیچ کر دو ہزار روپے اس کے سامنے پھینک دیئے تھے کہ لے بیٹے، خدا
بھروسہ پر تجارت شروع کر دے، لوگ پڑھ لکھ کر، بی۔ اے اور ایم۔ اے ہو کر
نہیں کماتے جتنا تو کما لے گا، یہ میرے دل کی آواز تھی، اور خدا نے پوری بھی کر دی،
مرتبہ اسے گھاٹا آیا، اور تم اس کے مستقبل سے مایوس ہو کر مشورہ دینے لگے کہ
بند کر دے اور کہیں نوکری کر لے، وہ میں ہی تھی جس نے اپنے لخت جگر کے پیسے
بیٹے کے لیے، زندگی میں پہلی مرتبہ، اپنی خودداری کو بٹہ لگایا، اور بھائی جان سے
کر کے پانچسو روپے قرض لائی اور چپکے سے اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے، اس کا
ہوا چہرہ پھول کی طرح کھل اٹھا، اس کا سر میرے قدموں کی طرف جھکا، لیکن میں
بڑھ کر اسے سینہ سے لگا لیا۔ اس نے پھر نئی ہمت اور نئے حوصلے کے ساتھ تجارت شر
کر دی، سارا نقصان پورا ہو گیا، نفع شروع ہو گیا، اور دن دونی رات چوگنی ترقی کر
لگا، اور خدا اسے نظر بد سے بچائے، آج وہ شہر کے کامیاب تاجروں میں ہے
پہلے اس نے سائیکل خریدی، پھر موٹر سائیکل خریدی اور اب ایک چھوٹی سی موٹر

سوار ہو کر گھومتا ہے، پہلے اس کے پاس چند جوڑی پرانے کپڑے تھے، اب اس کے
پاس درجنوں سوٹ ہیں، پہلے وہ بیڑی پیتا تھا، اب اعلیٰ درجہ کے ولایتی سگریٹ
پیتا ہے، پہلے ہر وقت اس کی جیب خالی رہتی تھی، اب ہر وقت اس کی جیب نوٹوں
سے بھری رہتی ہے پہلے اس کی پونجی دکان کی تجوری میں بند رہتی تھی، اور وہ پونجی تھی
بھی کیا بہت معمولی سی، اور اب اس کا حساب بینک میں ہے، ابھی کل ہی تو بینک سے
پاس بک آئی تھی، جمیلہ نے دیکھ کر مجھے بتایا، اماں جی، اب تو ان کے پاس بہت سا روپیہ
جمع ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا، کتنا ہے بیٹی؟ کہنے لگی، ستر ہزار، آہ، میرے اللہ، ستر ہزار
میرا بچہ، دوکان اور مال تجارت کے علاوہ ستر ہزار نقد کا مالک ہے، اور اس کے علاوہ کئی
بڑی بڑی رقمیں دوسرے لوگوں پر قرض ہیں، دیکھا تم نے، میری دعاؤں کو؟ میرے بچے
کی کامیابی کو، لیجئے آئے وہاں سے میرے لڑکے کو ہتھیانے والے، جی نہیں، وہ میرا
لڑکا ہے، آپ تو خواہ مخواہ اس کے باپ بن گئے ہیں، اور یہ سن کر ابا جی نے بڑے زور کا
قہقہہ لگایا، اماں جی بھی ہنسنے لگیں۔

اس ہنسی میں، ان قہقہوں میں کتنی زندگی تھی،

کتنی مسرت تھی،

نشاطِ بے حساب کا کہیں خزانہ اُبل رہا تھا!

اماں جی اور ابا جی کو، میں نے اپنی زندگی میں اتنا خوش، اتنا مسرور کبھی نہیں دیکھا تھا
لیکن —— آہ مجھے کیا معلوم تھا، یہ ان کی آخری خوشی ہے!

کشش

انعام کی کامیابی اور کامرانی نے اس کے بہت سے دوست پیدا کر دیئے،
کی دنیا صرف یہ گھر تھا اور اس گھر میں صرف ایک ہستی ـــــ بیبنی میں، یعنی جمیلہ
لیکن اب اس کے دوستوں کا حلقہ وسیع تر ہوتا جا رہا تھا، اب دکان سے
ہو کر سیدھا گھر نہیں آتا تھا، دوستوں، یاروں اور ساتھیوں کے ساتھ مل کر گشت
نکل جاتا تھا، کبھی سنیما، کبھی تھیٹر، کبھی کلب، کبھی کسی دوست کے گھر،

انعام کو کھانا کھلانے کی ذمہ داری اماں جی نے میرے سپرد کر رکھی تھی، د
تو ملازم دکان پر لے جاتا تھا، رات کا کھانا میں کھلاتی تھی، اماں جی میری
کر سکتی تھیں، ہر غلطی نظر انداز کر سکتی تھیں، لیکن انعام کو وقت پر کھانا نہ دوں،
گرم نہ ہو، تو پھر انہیں غصہ آجاتا تھا، اور ایک ایک منہ میں دس دس صلواتیں
ڈالتی تھیں، انعام صاحب بڑے مزے میں میری درگت بنتے دیکھتے رہتے
مسکراتے رہتے تھے، بلکہ اماں جی کو اور اکساتے تھے، پھر جب وہ مجھے ڈانٹ
اپنے کمرہ میں چلی جاتی تھی تو معافی مانگنے لگتے تھے اور پھر مجھے چڑاتے بھی تھے، ک

ے اوپر تو تم بہت شیر ہو، لیکن اماں جی کے سامنے کیسی بھیگی بلی بن جاتی ہو، کبھی
بیں بھی آنکھیں دکھاؤ، کبھی ان کے سامنے بھی زبان چلاؤ تو جانیں؟ واقعی بڑی بہادر
دلیر ہو، میں بھلا ان باتوں کا کیا جواب دیتی، مسکرا کر خاموش ہو جاتی،
ایک روز کوئی دس بجے رات کو آئے، اماں جی سو چکی تھیں، اباجی بھی آرام کر رہے
، وہ اپنے کمرہ میں گئے، میں باورچی خانہ میں پہنچی، چولھا جلایا، آٹا گندھا ہوا رکھا تھا
ت کی پتیلی گرم کرنے کو رکھ دی، پھر جلدی جلدی چار پانچ روٹیاں پکائیں اور سینی میں
رکھ کر ان حضرت کے کمرے میں پہنچی، آپ لباس تبدیل کر کھانے کی میز پہ بیٹھے میرا
تظار کر رہے تھے، مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے،
تم اتنی تکلیف کیوں کرتی ہو، اگر مجھے دیر ہو جایا کرے تو ٹھنڈا باسی جیسا بھی کھانا
لے آیا کرو۔
میں نے کہا پھر میری طرف سے اماں کی مار بھی آپ کھا لیا کیجئے گا؟
نے لگے،
"اوہ تم، اب سمجھا، ہماری یہ خاطریں جوتے کے ڈر سے ہوتی ہیں، ہم تو سمجھتے
یہ خدمت محبت کراتی ہے، !"
میں نے کہا،
"دونوں باتیں ہیں!"
شوخ نظروں سے مجھے گھورنے لگے، میں لجاگئی، پھر فرمایا
"کیا مطلب؟"
میں نے کہا،

"اماں جی کے ڈر سے بھی کرتی ہوں اور محبت سے، ـــــ"

پھر آگے مجھ سے کچھ نہ کہا جا سکا، میں شرما گئی، لیکن وہ ٹھہرے ایک ذہین

سب کچھ سمجھ گئے۔ کہنے لگے

"واقعی تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟"

"میں نے جواب دیا،

"کیوں آج سے کرتی ہوں؟"

"جبیں، مجھے حیرت ہوتی ہے، اتنی صاف بات میرے منہ سے بے جھجک کیسے نکل

میرے اس برجستہ جواب نے ان پر ایک نشہ سا طاری کر دیا، میں اب تک

تھی، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے پاس بٹھا لیا، پھر کچھ بڑے عجیب سے لہجہ میں

"پھر کب سے کرتی ہو؟"

میں ان نگاہوں کی تاب نہ لا سکی، ان کے پاس سے اُٹھ کر پھر اپنی جگہ آکر بیٹھ

میں نے کہا،

"میں نہیں جانتی"!

وہ اُٹھ کھڑے ہوئے، بیتابانہ طور پہ کمرے میں ٹہلنے لگے، پھر پوچھا

"کیوں نہیں جانتیں؟"

اور چلتے چلتے میرے بالکل قریب آکر کھڑے ہو گئے، ان کی آنکھوں سے

لگ رہا تھا جیسے مجھے کھا جائیں گے، میں گھبرا گئی۔ میں نے کہا

"نہیں جانتی"!

پھر میں اُٹھ کھڑی ہوئی، اور الگ کونے میں ایک دوسری کرسی پر جا کر بیٹھ گئی

کہا،

"کھانا کھا لیجئے ورنہ ٹھنڈا ہو جائے گا"!

کہنے لگے،

"کھانے کو چھوڑو، میری باتوں کا جواب دو"

اور پھر میرے قریب آکر بالکل میرے سر پہ کھڑے ہو گئے، اس قرب میں نہ جانے کیا بات تھی، میری رنگت بدل گئی، میری آواز لرزنے لگی، میں نے بڑی مشکل سے اپنے اوپر قابو پاتے ہوئے کہا،

"آخر آج آپ کو کیا ہو گیا ہے، آپ بار بار میرے پاس آکر کیوں کھڑے ہو جاتے ہیں" اور مجھے اس طرح گھورنے کیوں لگتے ہیں؟ —— بیٹھیے —— !"

وہ دو قدم پیچھے ہٹ گئے مجھے موقع مل گیا، میں اور الگ جا کر کھڑی ہو گئی

انہوں نے کہا،

"تم گھبرا کیوں رہی ہو؟ میں کوئی شیر ہوں کہ کھا جاؤں گا؟"

اور پھر میرے پاس آکر کھڑے ہو گئے، ان کے سانس کی آواز میں سن رہی تھی میرا جی چاہا کہ ان کے سامنے سے بھاگ جاؤں، لیکن ہمت نہ پڑی، ٹھیک ہی تو کہہ رہے تھے، کوئی وہ شیر تھے کہ مجھے کھا جاتے، لیکن میں اس وقت واقعی اتنی ہی خوف زدہ تھی جتنی بکری شیر سے ہوتی ہے، میں نے اپنے اوپر قابو پاتے ہوئے کہا،

"واہ، آپ شیر کیوں ہوتے"؟ —— لیکن

پوچھنے لگے

"لیکن کیا؟"

میں نے کہا،

"لیکن آپ بار بار میرے قریب کیوں آجاتے ہیں، اپنی جگہ بیٹھئے، میں کہیں بھاگ
نہیں جا رہی ہوں!"

جب تو نہیں، لیکن اب مجھے یاد آتا ہے کہ میرے الفاظ میں کچھ تندی سی تھی
چپ چاپ آکر اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ انہیں خاموش دیکھ کر میں نے کہا،

"کیا آج آپ کھانا نہیں کھائیں گے؟"

سینے کھنکاتے ہوئے انہوں نے جواب دیا

"نہیں!"

میں نے پوچھا،

"آخر کیوں؟"

کہنے لگے،

"بھوک نہیں ہے!"

میں نے کہا

"کیوں نہیں ہے؟"

روٹھے ہوئے لہجہ میں بولے،

"تمہیں کیا، نہیں ہے!"

پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر نہایت درد بھرے لہجے میں یہ شعر پڑھا۔

تم کو آشفتہ نصیبوں کی خبر سے کیا کام
تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا

اور پھر مجھے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگے، اس مرتبہ ان کی آنکھوں میں آنسو بھی ڈبڈبا رہے تھے، یہ دیکھ کر تو میں سُن ہو گئی، معلوم ہوا زمین میرے پاؤں تلے سے نکلی جا رہی ہو میں اٹھ کر ان کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی، میں نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور پوچھا

"آپ رو کیوں رہے ہیں؟"

ان کی آواز بھرائی ہوئی تھی، کہنے لگے

"میرے نصیب میں شاید رونا ہی لکھا ہے"!

اور اب ٹپ ٹپ ان کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے، میں نے اپنے دوپٹہ کے پلو سے ان کے آنسو پونچھے، پھر پاس بیٹھتی ہوئی بولی،

"روئیں آپ کے دشمن، آخر ایسی بدشگونی کی باتیں آپ کے منہ سے کیوں نکل رہی ہیں؟"

بڑے جذبہ کے عالم میں گویا ہوئے،

"جمیلہ، تم میری زندگی ہو، میں تم سے محبت کرتا ہوں، تمہارے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا، اگر تم مجھے نہ ملیں تو میں زہر کھا لوں گا، خودکشی کر لوں گا۔ ——

میں نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا،

"خدا کے لیے چپ رہیئے، مت —— !"

پھر میں نے آہستہ سے کہا

"اگر میں آپ کی زندگی ہوں، تو کیا آپ میری زندگی نہیں ہیں؟ اگر آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں، تو کیا آپ کی یہ محبت یکطرفہ ہے؟ میں نہیں محبت کرتی آپ سے اگر آپ میرے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، تو مجھے اتنا بے غیرت کیوں سمجھ لیا ہے کہ میں آپ

کے بغیر زندہ رہ سکتی ہوں، اگر آپ میرے نہ مل سکنے پر زہر کھا سکتے ہیں خودکش
سکتے ہیں، تو میرے لیئے زہر کھانا اور خودکشی کرنا آپ کے مقابلہ میں کہیں زیادہ
ہے، عورت مرد سے زیادہ مستقل مزاج ہوتی ہے، عورت مرد سے زیادہ باوفا ہو
مرد زندگی میں ہزاروں مرتبہ محبت کر سکتا ہے، زندگی کی آخری سانس تک محبت کے
نئے پیمان باندھ سکتا ہے، لیکن عورت بڑی مشکل سے کسی کی محبت قبول کرتی ہے
بھی صرف ایک مرتبہ، زیادہ باتیں نہ بنایئے، مجھے اندیشہ ہے، اگر وقت پڑا تو آپ
جائیں گے، مجھے آپ کی ہار کے تصور سے صدمہ ہوتا ہے، آپ کی شرمندگی کے تصو
میرے دل کو جھٹکا لگتا ہے، !"

وہ غور سے میری باتیں سنتے رہے، پھر بڑی محبت سے انہوں نے میرا ہاتھ
ہاتھ میں لیا، اسے غور سے دیکھتے رہے، جیسے میرے ہاتھ کی ابھری ہوئی رگیں کس
کے شاہکار نقش و نگار تھے جنہیں وہ محو ہو کر، سرمست ہو کر، بے خود ہو کر دیکھ رہ
پھر دفعتاً انہوں نے میرا وہ ہاتھ اوپر اٹھایا، اسے پیار کیا اور آنکھوں سے لگ

سچ کہتی ہوں مہ جبیں، وہ لذت، وہ کیفیت، الفاظ نہیں ملتے کہ بیان کر سکوں
سارے بدن میں ایک بجلی سی دوڑ گئی، بدن سنسنانے لگا، اگر میں اپنے آپ کو د
لیتی، تو شاید ان پہ گر پڑتی، میں خیال میں اور عمل میں ہمیشہ پاک دامن رہی ہوں،
محبت کے باوجود جو مجھے انعام سے تھی، اس محبت کے باوجود جو انعام کو مجھ سے
میں ایک لمحہ کے لیے اس جسارت کو برداشت نہیں کر سکتی تھی، میری عفت اس خ
سے بھی مجروح ہوتی تھی کہ غیر شرعی طور پر کوئی شخص خواہ وہ کیسا ہی عزیز کیوں نہ ہو
پکڑ سکے، نہ کہ اس کو آنکھوں سے لگائے اور پیار کرے، محبت کو جذبات سے بلند

جذبات کی یورش محبت کو پست کر دیتی ہے، اس کا مرتبہ گھٹا دیتی ہے، میں نے انعام سے محبت کی تھی، اور محبت فطری جذبات پر مبنی نہ تھی، لیکن اس وقت کچھ ایسا سماں بندھ گیا تھا کہ میں مزاحمت نہ کر سکی، اس نے میری دست بوسی کی، اور میں نے خاموشی سے اسے برداشت کر لیا، پھر میں نے آہستہ سے اس طرح کہ اس کے جذبات مجروح نہ ہوں، پوچھا،

"آخر آج آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں، جن کا کوئی سر پیر نہیں؟"

کہنے لگے،

"کیا مطلب؟"

میں نے کہا،

"میری آپ سے منگنی ہو چکی ہے، دنیا کی نظر میں میں آپ کی ہو چکی ہوں، اماں جی آپ کو اتنا چاہتی ہیں، ابا جی آپ کا اتنا خیال کرتے ہیں، پھر دفعتاً ایسے بھلے چنگے بیٹھے یہ کیوں سوچنے لگے کہ میں آپ سے چھینی جا سکتی ہوں، وہ کون ہے جو مجھے آپ سے چھین سکتا ہے، کیا آپ نے مجھے ایسی موم کی گڑیا سمجھ لیا ہے کہ جو چاہے مجھے چھین لے جائے، میں چھن جاؤں گی، پھر سن لیجئے ایک مرتبہ کان کھول کر کہ میں صرف آپ کی ہوں!"

انہوں نے پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آنکھوں تک لے جانا چاہا، لیکن میں اب سنبھل چکی تھی ہٹ کر الگ بیٹھ گئی، میں نے کہا،

"یہ باتیں چھوڑیئے، کام کی بات کیجئے!"

وہ مجھے دیکھنے لگے۔

میں نے کہا،

"بتلائیے کیا بات ہوئی، آج یہ خیال آپ کے دل میں کیوں آیا کہ مجھے آپ سے کوئی چھین لے جائے گا؟"

اب وہ بھی سنبھل چکے تھے، وہ جذباتی اور ہیجانی کیفیت کسی حد تک دور ہو چکی تھی، کہنے لگے،

"ریاض کو تم جانتی ہو؟"

میں نے کہا

"جانوں گی کیوں نہیں؟ میری خالہ کا بیٹا ہے، اس سال بیرسٹر ہو کر لندن سے آیا ہے، سنا ہے اچھی پریکٹس چل رہی ہے، کل ہی آیا تھا ہمارے ہاں، — آتا ہی رہتا ہے، تو پھر؟"

کہنے لگے،

"تو پھر میں بتاؤں، تم کچھ نہیں جانتیں، ؟"

میں نے جواب دیا،

"نہیں، — کیا بات ہے، اتنی رات گذر گئی، آپ بیٹھے معمے بجھا رہے ہیں!"

کچھ غصہ سا آگیا،

"وہ میری زندگی سے کھیل رہا ہے، اور تم اسے مذاق سمجھ رہی ہو، ہاں بے شک میں زندہ نہ رہوں گا، لیکن پہلے اسے قتل کردوں گا، پھر!"

یہ کہتے کہتے ان کے منہ کی رگیں پھول آئیں، رنگ سرخ ہو گیا، چہرہ تمتما اٹھا۔

سارا بدن کانپنے لگا، اللہ قسم میرا تو بند بند کانپنے لگا، ایسے حال میں، کا ہے کو کسی مرد کو میں نے دیکھا ہو گا، میں نے بڑی آہستگی سے پوچھا،

"ہوا کیا، یہ بھی تو دیکھئے کیوں قتل کر دیں گے آپ اُسے ؟"

کہنے لگے،

"وہ تم سے محبت کرتا ہے، !"

میں نے کہا،

"غلط، جھوٹ — !"

کہنے لگے،

"وہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے، !"

میں بولی،

"یہ بھی غلط — یہ بھی جھوٹ، !"

برہم ہو کر پوچھا،

"تو کیا میں جھوٹا ہوں، ؟ !"

میں ہنس پڑی،

"نہیں، آپ تو سچوں کے سرتاج ہیں، لیکن آپ گپ نہ اُڑایا کیجئے، ہمارا ریاض بڑا بھلا آدمی ہے، وہ اس گھر میں آتا ہے، اور اس طرح مجھ سے ملتا ہے، جیسے ایک بھائی ایک بہن سے مل سکتا ہے، اس نے آج تک کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے میں یہ سمجھتی کہ اس کی نیت کچھ اور ہے، آدمی کے طور طریق سب کچھ بتا دیتے ہیں، اب میں اتنی بے وقوف بھی نہیں ہوں کہ اتنی سی بات نہ سمجھ سکوں، !"

ہنسنے لگے

"وہ بڑا گھنا ہے، دل کی بات خدا کو بھی نہیں بتا سکتا"!

میں نے کہا،

"تو آپ خدا سے بھی بڑھ کر ہیں کہ اس کے دل کی بات جان گئے، اتنا بڑا بول تو نہ بولئے، خدا سے ڈریئے"!

جیب سے سگریٹ کا پاکٹ نکالا، اسے سلگایا، پھر ایک لمبا سا کش لگایا، دھوئیں کے چھلے بڑی دیر تک بناتے رہے اور گم صم ہو کر بیٹھ گئے، میں نے چھیڑا،

"ہو گئے نا لاجواب؟"

سگریٹ بجھا کر اسے توڑ مروڑ کر پھینک دیا اور کہنے لگے،

"نہیں، میں لاجواب نہیں ہوا، میرا ایک دوست ہے رؤف، وہ ریاض کا بھی بڑا گہرا دوست ہے، آج میں اسی کے ہاں سے آ رہا ہوں، وہ مجھ سے ہمدردی کر رہا تھا"!

میں نے پوچھا،

"ہمدردی کیسی؟"

"تم سے محروم ہو جانا پڑا"!

"اوہو، تو رؤف صاحب کی لگائی بجھائی سے آپ اتنے چراغ پا ہو کر آئے ہیں؟ — کون ہیں یہ بزرگ؟"

"میرا پرانا یار، ریاض کا گہرا دوست"!

"کیا کہہ رہا تھا؟"

"کہہ رہا تھا، تم نے تو منگنی کی مٹھائی کھلائی بھی نہیں، ریاض نے کھلا دی، حالانکہ

ابھی اس کی منگنی ہوئی نہیں ہے، لیکن وعدہ ہو چکا ہے، اجی حضرت، ہوش میں آیئے
ریاض کی ماں، جمیلہ کی ماں کو جا کر پیام دے بھی آئیں، بھلا بہن بہن کی بات ٹال سکتی
ہے؟ ماننا پڑا ہی اُن کو، حالانکہ زبان نہیں دے چکی تھیں، اور بھائی، تم آخر ٹھہرے
ایک معمولی آڑھتی، وہ ٹھہرا ایک بیرسٹر، تم ملک التجار ہو جاؤ، تب بھی تمہاری حیثیت
کیا ہو گی؟ کچھ نہیں، اور وہ گورنر جنرل، گورنر سب سے ہاتھ ملائے گا، پوزیشن ہی ایسی
ہے اس کی، تم مہینہ بھر جوتیاں چٹخاؤ گے تو دو تین ہزار کما سکو گے، وہ ایک پیشی میں چند
گھنٹوں کی فیس دس ہزار وصول کرے گا، ماں کو بیٹی کا مستقبل عزیز ہوتا ہے، وہ جانتی
ہیں تم جمیلہ کو اتنے سکھ اور آرام سے نہیں رکھ سکتے جس طرح ریاض رکھے گا، لہذا ڈھلک
گئیں اس طرف!"

یہ کہتے کہتے پیرانعام کی آنکھیں آب گوں ہو گئیں، اس نے کہا،

"اگر واقعی یہی بات ہے تو پھر میں تمہارے رستہ کا پتھر نہیں بننا چاہتا، لیکن دل کی
بات صاف صاف کہہ دو!"

میں بگڑ گئی،

"اب آپ ریاض کو چھوڑ کر میرے پیچھے پڑے؟ میں کیا بتاؤں؟"

"ریاض سے محبت کرتی ہو، یا مجھ سے؟"

"میں اس سوال کا جواب دے چکی ہوں ——!"

"صاف صاف جواب چاہیئے!"

مجھے بھی اس لب و لہجہ پر غصہ آ گیا،

"آدمی بن کر پوچھئے تو جواب دوں گی، غصہ دکھائیے گا تو میں بھی ایسی ویسی نہ

ہوں!"

ٹھنڈے پڑ گئے،

"بتاؤ —"

مجھے ترس آگیا، یا تو ابھی غصہ میں تپتے جا رہے تھے یا میں نے جو ایک کڑی بات کہہ دی تو برف کی طرح جم گئے، میں نے دلداری کے لہجہ میں کہا،

"آپ سے، — صرف آپ سے،!"

جیسے ان کی جان میں جان آگئی، چہرہ کھل اُٹھا،

"سچ —؟"

میں نے جواب دیا،

"ہاں، خدا کی قسم سچ!"

"اور اگر ریاض نے پیام واقعی دیا ہو تو؟"

"تو وہ منہ کی کھائے گا!"

"اور اگر چچی جان نے اس بات کو منظور کر لیا تو؟"

"تو وہ جمیلہ کو زندہ نہ پائیں گی۔

"اگر چچا جان حکم دیں تب بھی؟"

میں نے ایک عزم کے ساتھ جواب دیا،

"ہاں، تب بھی،!"

شاید یقین نہیں آیا، پوچھنے لگے،

"میرے لیے ساری دنیا کو خفا کر لو گی؟"

میں نے کہا،

"آپ کے لیئے ساری دنیا کو ٹھکرا دوں گی"!

بے خود ہو کر کھڑے ہو گئے، میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بڑے جوش اور ازخود رفتگی کے عالم میں دریافت کیا،

"کیا تم اپنے ان الفاظ پر قائم رہو گی؟ —— بولو، بتاؤ!"

میں نے ان کے ہاتھ وہیں رہنے دیئے جہاں تھے، میں نے سوچا، اگر اپنے کندھے سے ان کے ہاتھ میں نے ہٹائے تو صدمہ ہو گا بیچارے کو، میں ویسی ہی بیٹھی رہی اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر، حالانکہ بڑی شرم آ رہی تھی، میں نے کہا،

"زندگی کے آخری سانس تک"!

ایسا معلوم ہوا جیسے حضرت کو سارے جہان کی قیمت مل گئی، ہاتھ لرزنے لگے، آواز کانپنے لگی، بے ساختہ منہ سے نکلا،

"جمیلہ: ——"

اور پھر وہ کچھ نہ کہہ سکے،

یہ حالت دیکھ کر میرا دل ڈوبنے لگا!

میرا جی چاہا کہ اُٹھوں، اور اس پیکر محبت کا سر اپنے کندھے پر رکھ لوں، اپنے ہاتھ سے اسکی پیٹھ سہلاؤں، اور اپنا دل کھول کر اُس کے سامنے رکھ کر پھر کہوں،

"تو میری کائنات ہے، تو میری دنیا ہے، تو میری زندگی ہے، تو میری روح ہے، یہ دل اسی وقت تک دھڑکے گا جب تک تو اس میں سمایا ہوا ہے، یہ زندگی اسی لمحہ تک قائم ہے، جب تک تو اس کا مالک ہے" —— لیکن میں یہ کچھ نہ کہہ سکی، الفاظ زبان

تک آ آ کر رک گئے، بڑی مشکل سے میں نے اپنے جذبات پر قابو پایا اور کہا،

"ہاں، — میں سن رہی ہوں، کہیئے، کیا آپ کے دل میں کچھ شبہ ہے، تو آپ

کیجئے، کہیں سے زہر کی ایک پڑیا لا کر مجھے دے دیجئے، جس وقت بھی آپ کی ریا...

بات سچ ثابت ہو گی، میں اسے پھانک کر اپنی جان آپ کے قدموں پر نثار کر دوں گی،!!"

وہ ہنس کر میرے سامنے کرسی پر آکر بیٹھ گئے،

"نہیں میں یہ نہیں چاہتا،!"

"پھر کیا چاہتے ہیں آپ؟

"ایک عہد، ایک پیمان،! — کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟"

میں نے آمادگی اور مستعدی کے ساتھ کہا،

میں ہر عہد کے لئے تیار ہوں،!"

انھوں نے کہا،!

"آؤ ہم تم دونوں، خدا کو گواہ کر کے عہد کریں کہ زندہ رہیں گے تو ایک دوسرے

کے شریک زندگی بن کر، ورنہ ایک ساتھ اپنی زندگی ختم کر دیں گے۔ — بتاؤ حمیدہ، کیا

یہ عہد کرنے کے لیے تیار ہو۔

میں نے کہا،

"میری نہ پوچھیے، اپنی کہیئے، — کیا آپ بھی تیار ہیں؟"

بڑی حیرت ہوئی انہیں میرے سوال پر،

"کیا تم مجھے بدعہد سمجھتی ہو، کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں دغاباز اور فریبی ہوں! کیا

یہ خیال ہے کہ — کہ — کہ"

میں نے آگے نہیں بولنے دیا،

"زیادہ باتیں نہ بنائیے، میں تو ہر عہد کے لئے تیار ہوں، لیکن دل ڈرتا ہے کہیں آپ بے

ے ثابت ہوں!"

تاؤ میں آکر پوچھا،

"تمہارا گاہک تو ریاض ہے، کیا میرا بھی اس دنیا میں کوئی گاہک ہے؟ میں اگر تمہاری

سے غیر مطمئن ہوں، تو اس کی وجہ ہے، لیکن تم کس بنیاد پر مجھ سے بدگمان ہو؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا،

"آپ کی کمزوری سے؟"

بہت متحیر ہوئے،

"میری کمزوری سے؟ —— مجھ میں کیا کمزوری دیکھی تم نے؟"

میں نے کہا،

"آپ کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ آپ مرد ہیں!!"

اتنی دیر کی جذباتی کشمکش کے بعد، مسکراہٹ نمودار ہوئی، تمتماتے ہوئے چہرہ

پر:

"بہت خوب، یہ تو بالکل نئی بات ارشاد فرمائی ہے جناب نے!"

میں نے کہا

"نئی تو نہیں ہے، تو بہت پرانی، —— اتنی ہی پرانی جتنی یہ دنیا ہے اور بدقسمتی

سے سچی بھی ہے!!"

"ممکن ہے سچی ہو، لیکن میرے بارے میں غلط ہے، میں تمہارا پرستار ہوں، اور زندگی

کی آخری سانس تک تمہارا اور صرف تمہارا رہوں گا ــــ پھر دن جو تجھ سے ارہ...

خدا پھر جائے ، ــــ

میں نے ان کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا

"نہیں ، ایسا نہ کہیئے ، خدا نہ کرے کہ خدا آپ سے پھرے ، یہ تو کسی حالت میں بھی منظور نہیں ،

"یعنی میں تم سے وفا بازی کروں تو بھی نہیں ؟"

میں نے ان پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کرنے تیزی سے کہا ،

"تو بھی نہیں"!"

"یہ کیوں ؟ ــــ تب کیوں نہیں ؟"

"میں کسی حالت میں بھی آپ کا برا نہیں چاہ سکتی ، خواہ آپ میرے ہو سکیں یا نہ ہو سکیں"!"

بہت متاثر ہوئے میری ان باتوں سے ، پھر پوچھا ،

"تو تم عہد نہیں کرو گی ، یونہی باتوں میں اڑاتی رہو گی ،

میں نے اوبتے ہوئے کہا ،

"کے مرتبہ عہد لیجئے گا مجھ سے ، ؟ لائیے اسٹامپ لکھ دوں ، تب تو یقین آ... آپ کو ؟"

کھکھلا کر ہنس پڑے ،

"نہیں اس کی ضرورت نہیں مجھے تم پہ اعتماد ہے ، بھروسہ ہے تم پر !"

میں اٹھ کھڑی ہوئی ،

"اچھا تو اب اجازت دیجئے، ــــ کیا وقت ہو گیا؟"

گھڑی دیکھ کر گھبرا گئے۔

"ارے! تین بج گئے، ساری رات بیت گئی۔ انہیں باتوں میں، جاؤ، سو رہو جاکر۔"

میں نے سینی اٹھائی اور جاتے جاتے کہا،

"آپ سوئیے گھونسے بیچ کر، مجھے اب نیند نہیں آئے گی"!

دروازے کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔

"کیوں نہیں آئے گی"؟ ــــ چلو میں لوریاں دے کر تمہیں سلا دوں۔"

میں نے کہا،

"شکریہ"!

اور سینی لے کر باہر نکل آئی"!

کچھ سے کچھ

میں انعام کے پاس سے واپس آئی اور بستر پر لیٹ گئی، لیکن نیند کا کہیں کو
نہیں تھا، کروٹوں پہ کروٹیں بدلتی رہی، وہ رہ کر انعام کا مغموم و مضمحل، افسردہ
چہرہ یاد آتا تھا، سچی بات تو یہی ہے کہ میں اسے اسی دن سے چاہنے لگی تھی
ہوش سنبھالا تھا، کچھ ایسی ہی کشش تھی اس میں، جیسے جیسے میری عمر بڑھتی گ
بھی بڑھتی گئی، اور یہ محبت یک طرفہ نہیں تھی ـــــ دونوں طرف تھی آگ برابر لگ
کا بھی یہ حال تھا کہ ہر وقت میرا منہ تکا کرتا تھا، بچپن میں چلتے چلتے اکثر گر پڑتی تو
مجھے سنبھال لیتا، میرا سبق سنتا، گھنٹوں بلکہ پہروں اپنا کام چھوڑ کر میرا سبق
کرایا کرتا، میرے بھی چوٹ آجاتی اور میں روتی تو اس کا بس نہ چلتا کہ مرہم بن جا
دفعہ میں بیمار پڑی تو میں نے دیکھا جب وہ میرے پاس تیمارداری کے لیے
اسکی آنکھیں ڈبڈبائی رہتیں، بازار سے مجھے کوئی چیز منگوانا ہوتی تو اصرار کر کے خ
زیادہ لاتا، میرا خیال ہے اپنے پاس سے بھی خرید کر اس میں کچھ بڑھا دیتا تھا
کوئی چیز منگواتیں، تو راستہ بھر جھکتا آتا تھا، میری کاپیاں، کاغذ، کتابیں سب

پر ٹھیک سے رکھ دیتا، شاید یہی باتیں تھیں جو محبت بن کر میرے دل میں جاگزیں ہوگئیں شروع میں ہماری محبت بالکل معصوم تھی، محبت بس محبت تھی، میں اس کی کوئی تکلیف نہیں برداشت کر سکتی تھی، وہ میری کوئی تکلیف نہیں دیکھ سکتا تھا، لیکن ایسا کیوں تھا؟ یہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا تھا، محبت کیا چیز ہوتی ہے، نہ میں جانتی تھی نہ انعام، اگرچہ ہم دونوں بڑی سچائی سے محبت کیے جا رہے تھے۔

پھر بچپن کا دور ختم ہوا اور جوانی نے دستک دی، اب معلوم ہوا کہ ہمارا وہ معصوم لگاؤ محبت میں تبدیل ہو چکا تھا، اب ہم محبت کے معنی جان چکے تھے، لیکن محبت کے اثرات و نتائج سے بے خبر تھے!

پھر رفتہ رفتہ یہ محبت جو اب تک صرف طور طریقوں سے ظاہر ہو رہی تھی، الفاظ کا جامہ پہن کر نمودار ہو گئی، ایک روز انعام نے دفعتہ موقعہ پا کر باورچی خانے میں میرا ہاتھ پکڑا اور کہا،

"ہم تم سے محبت کرتے ہیں!"

میں اپنا ہاتھ چھڑا نہ سکی، گم صم کھڑی رہی، مجھے خاموش دیکھ کر شاید اس کا حوصلہ بڑھ گیا ——— اس نے پوچھا،

"سنا تم نے؟ سن لیا تم نے؟"

"میں نے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا،

"ہاں، سن لیا!"

لیکن اس نے پھر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"خالی سن لیا، اقرار نہیں کرو گی؟ بتاؤ تم بھی کرتی ہو ہم سے محبت یا نہیں؟"

میں منہ سے تو کچھ جواب نہ دے سکی، لیکن ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے میرا
اقرار میں ہلا دیا، بہت خوش ہوا وہ میرے اقرار سے، اس خوشی نے اس کی ہمت
دی، پوچھنے لگا،
"مجھ سے شادی کروگی؟"
یہ بے حیائی کا سوال سن کر میرا چہرہ تمتما اٹھا، میں نے کہا،
"آپ کو شرم نہیں آتی، ایسی باتیں کرتے؟"
وہ تو ڈھٹائی پہ تلا ہوا تھا، گویا ہوا،
"دیکھو بھائی، خفا ہونے کی بات نہیں، شادی تو سب کو کرنا ہی پڑتی ہے
کرنا پڑے گی، تمہیں بھی کرنا پڑے گی، پھر ہم پسند اور محبت کی شادی کیوں نہ کر
تو بھئی تم ہی سے شادی کروں گا، —— اور تم؟"
بے ساختہ میرے منہ سے نکل گیا،
"میں بھی"!
اس نے پوچھا،
"مجھ سے؟"
میں نے منہ سے تو کچھ نہیں کہا، پھر اقرار میں گردن ہلا دی، ویسے ہی جیسے
نہ ہلائی ہو، کسی نے پکڑ کر ہلا دی ہو،
بس پھر کیا تھا، حضرت کا دماغ آسمان پہ پہنچ گیا، کہنے لگے،
"چچی کو راضی کرلو"!
مجھے ہنسی آگئی۔

"میں راضی کروں ؟"

وہ بھی ہنسنے لگا،

"اچھا، میں کروں گا" —— اور پھر ہنستا کودتا چلا گیا،

میں بڑی دیر تک اسے جاتے دیکھا —— خود میں بھی کتنی خوش تھی، اس کی ان ادائوں پر، بس میرا دل جانتا ہے۔

دن اسی طرح گزرتے رہے، زمانہ اسی طرح چلتا رہا،

اماں ابا نے رحم کھا کر انعام کو اپنے پاس رکھا تھا، لیکن حضرت تو بڑے استاد نکلے، میرے دل پر قبضہ ہو گیا ہی تھا، اماں کا دل بھی ختم کر ڈالا، ابا کے دل پر بھی حملہ کیا اور اسے چھین لیا اب گھر میں میری حیثیت تو ثانوی رہ گئی، انعام میاں ہی سب کچھ ہو گئے، وہ وہ خاطریں ہو رہی ہیں کہ بس دیکھا کیجیے،

یہاں تک کہ ایک دن وہ آیا کہ میری منگنی ہو گئی، اعلان ہو گیا، جمیلہ انعام کی بیوی بنے گی، انعام صاحب کی خوشی کا آج کیا ٹھکانا تھا، خود میں بھی دن بھر اور رات بھر خوشی کا جھولا جھولتی رہی، معلوم ہوتا تھا شادی ہوتے ہی ہم ایک نئی دنیا میں پہنچ جائیں گے —— دنیا میں نہیں، —— جنت میں ——!

پھر انعام صاحب بیمار پڑے، اچھے ہوئے تو ڈاکٹروں نے پڑھنے لکھنے کو منع کر دیا۔ کالج سے اٹھا لیے گئے، منہ اتر گیا، سوچا کرتے تھے اب کیا ہو گا، کیا ایسے نکمے کو جمیلہ مل سکے گی، لیکن اماں جی نے میرا اور اپنا زیور بیچ کر، انہیں تجارت شروع کرا دی، اب پھر انعام صاحب زندہ ہو گئے، پھر موقع موقع سے ہم ملتے، اور آئندہ کے پروگرام بناتے، —— نئے اور شاندار پروگرام،!

اور آج رات تو غضب ہی ہو گیا تھا، ایسی بے پرکی اڑائی ہے انعام صاحب نے کہ میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے بھلا کہیں ایسا غضب ہو سکتا تھا کہ میں کسی اور کی بنا دی جاؤں لیکن ۔۔۔ سویرے جب کل آنکھ میری کھلی ۔۔۔۔۔۔!"

نیا شوشہ

رات بھر تو مجھے نیند آئی نہیں، صبح ہوتے ہوتے ذرا آنکھ لگ گئی، بس مشکل سے ایک
جھپکی لی ہوگی میں نے کہ اماں جی نے بیٹھ پہ دو ہتڑ مار کر جگا دیا، میں کلبلا کر اُٹھی تو اماں جی نے کہا
"غضب خدا کا، سارے گھر میں دھوپ پھیل گئی، اور تو ہے کہ سوئے جا رہی ہے
اب تک، — !"

میں اٹھ کر بستر پہ بیٹھ گئی،

"نیند نہیں آئی رات بھر اماں جی"!

اماں جی کا ہاتھ میرے ماتھے پہ پہنچ گیا، پھر کہنے لگیں،

"نہ بخار ہے، نہ حرارت"!

میں نے کہا،

"ہاں بخار اور حرارت تو نہیں ہے، لیکن طبیعت بھاری ہے کچھ"!

اماں جی میرے پاس بیٹھ گئیں،

"وہی تو پوچھتی ہوں، کیوں ؟"

جواب تو موجود تھا، لیکن جو اصل بات تھی وہ کیسے بتا دیتی، میں نے کہا

"کیا معلوم ـــــ شاید کھٹمل بہت زیادہ ہیں چارپائی میں"!

یہ سنتے ہی وہ تو گھبرا کر اُٹھ کھڑی ہوئیں،

"اے چل ہٹ"!

یہ کہہ کر اپنے کپڑے جھاڑنے لگیں جیسے چارپائی کے تمام کھٹمل ان پر چڑھ گئے ہوں، مجھے ہنسی آ گئی، میں نے کہا،

"اماں جی، آپ تو بڑی وہمی ہیں، اتنے کھٹمل کہاں سے آئے جو آپ پر چڑھ جائیں گے" "چارپائی پر نہ بیٹھنا تھا، نہ بیٹھیں،

"نا بیٹی، ایک کھٹمل بھی اگر میرے بستر میں ہو تو پورے ایک ہفتے تک نیند نہیں آتی مجھے"!

ظاہر ہے کھٹملوں والے بستر پر اماں جی کس طرح بیٹھتیں؟ جاتے جاتے مجھ سے فرماتی گئیں،

"منہ ہاتھ دھو کر ناشتہ میرے پاس کرنا آ کر"!

وہ چلی گئیں ـــــ اور میں سوچنے لگی:

"منہ ہاتھ دھو کر اماں جی کے پاس ناشتہ کیوں کروں جا کر؟"

کچھ سمجھ میں نہ آیا، بہرحال جلدی جلدی میں نے منہ ہاتھ دھویا، پھر ایک نظر انعام کے کمرہ پر ڈالی، وہ بند تھا، اس کے معنی یہ تھے کہ وہ حضرت ناشتہ کر کے تشریف لے جا چکے تھے، اب میں اماں جی کے کمرے میں پہنچی، انہوں نے بھی ابھی تک ناشتہ نہیں کیا تھا، میں پہنچی تو شروع کیا، پھر انہوں نے کہا

"اور بھی سنا تو نے کچھ؟"

میں نے جواب دیا،

"جی ہاں ۔۔۔ شکر ڈیڑھ روپے سیر بھی مشکل سے ملتی ہے۔"

مسکرائیں، ہلکے سے ایک چپت میرے لگائی، پھر کہا،

"پگلی کہیں کی، ۔۔۔ میں کچھ اور کہہ رہی تھی ۔۔۔!"

میں نے کہا،

"فرمائیے، ۔۔۔"

کہنے لگیں

"کل ریاض آیا تھا، !"

میں نے کہا،

ہاں! آئے تھے، بڑی دیر تک میری پڑھائی کی باتیں کرتے رہے!

مسکرا مسکرا کر میری باتیں سنتی رہیں، پھر بولیں،

"وہ تیرا امتحان لے رہا تھا!"

میں چونک پڑی،

"میرا امتحان!"

اماں جی نے کہا

"ہاں بیٹی، بڑی تعریف کر رہا تھا تیری ذہانت کی، !"

میں بول پڑی،

"ان کے تعریف کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ میں تو ہوں ہی بڑی ذہین، سب ہی میری

تعریف کرتے ہیں، کبھی تو تک توفیق نہیں ہوئی، حالانکہ جی لگا کر آج تک پڑھا نہیں!"
اماں جی کو میری خود ستائی پسند نہ آئی،
"تو تو دیوانی ہو رہی ہے اچھی خاصی، لگی اپنی تعریف میں قصیدے پڑھنے، ——
کل شام کو تیرے ابا سے وہ بھی ملے تھے"
"کون؟ ——" میں نے پوچھا،
"ریاض کے باپ 'ارشاد میاں' اور کون'؟" —— وہ بولیں،
"ملے ہوں گے'!"
"تیرے ہی لیئے تو ملے تھے'!"
"میرے لیئے کیوں؟"
"وہ چاہتے ہیں تیری شادی ریاض سے ہو جائے'!"
میں چونک پڑی،
"اماں جی، یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"
وہ بولیں،
تیرے ابا تو نیم راضی ہیں، بشرطیکہ تیری مرضی بھی ہو' —— اسی لیئے تو پوچھ رہی ہوں تجھ سے'!"
میں ہل ہی تو گئی' میں نے کہا،
اماں جی، ایک دفعہ اور بھی تو آپ نے اسی طرح کی بات پوچھی تھی مجھ سے، یاد ہے؟"
"ہاں بیٹی یاد ہے' —— انعام کے بارہ میں پوچھا تھا میں نے'!"
"پھر میں نے کیا جواب دیا تھا؟"

"تو رضامند ہو گئی تھی"!

"پھر کیا ہوا تھا؟"

"پھر منگنی ہو گئی تھی تیری اس سے — !"

"اور اب وہ منگنی توڑ دیں گی آپ؟"

وہ کچھ بگڑ سی گئیں

"میں کیوں توڑ دوں گی، تیرے باپ ہی کچھ ریجھے ہوئے ہیں ریاض پر ورنہ میں تو انعام ہی کو پسند کرتی ہوں"!

میں نے ہمت کر کے کہا

"تو کیا لڑکی ماں کی پسند کے خلاف جا سکتی ہے؟ — کم از کم میں تو ایسا نہیں کر سکتی"!

خوش ہو گئیں،

"بڑی چالاک ہو گئی ہے تو، غضب خدا کا کتنی دور سے انگلی گھما کر ناک پکڑی ہے"!

پھر وہ ہنسنے لگیں،

"میں پہلے ہی جانتی تھی تیرا جواب کیا ہو گا" اسی لئے رات کافی دیر تک بحث ہوتی رہی تیرے باپ سے میری — اصل میں ان کا دل بھی باپ کا دل ہے، انعام گو ان کا بھتیجا ہے، لیکن سوچتے ہوں گے ریاض کے گھر میں لڑکی زیادہ آرام سے رہے گی، لیکن میرا دل بھی ماں کا دل ہے، گو ریاض میرا لگا بھانجا ہے، لیکن انعام کو دیکھ کر پتہ نہیں کس طرح میری مامتا پھڑکنے لگتی ہے، معلوم ہوتا ہے جیسے سچ مچ یہ میرا لڑکا ہے، سوچتی ہوں ہر آدمی کی قسمت اس کے ساتھ ہوتی ہے، تیرے نصیب اچھے ہیں، تو انعام کے ہاں

بھی راج کرے گی اور اگر خدانخواستہ نصیب کھوٹے ہیں تو کسی بادشاہ سے بیاہ دی جائے
تب بھی تیرا گھر نہ بسے گا۔!"
میں نے تائید کی،
"ہاں اور کیا،!"
اماں جی نے تحسین آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا اور بولیں،
"مجھے بڑی خوشی ہے کہ تو نے وہی جواب دیا جو ایک شریف لڑکی کو دینا چاہیے تھا"
اب میں شرما چلی تھی،
میں نے کہا،
"اچھا اماں جی اب میں جاتی ہوں،!"
میرے جاتے جاتے انہوں نے دریافت کیا،
"صبح میں نے دیکھا، سینی میں کھانا یوں ہی رکھا ہے، کیا رات انعام نے کھایا نہیں تھا؟"
میں نے کہا
"نہیں کھایا!"
"کہیں دعوت تھی؟"
"نہیں!!"
"تو کیا بھوکا سویا؟"
"جی ہاں!"
"ارے بدگیوں لڑکی؟ ذرا بھی تو دھیان سے کام نہیں لیتی،!"
"میں کیا کرتی اماں جی، کیا اپنے ہاتھ سے لقمے بنا کر کھلاتی آپ کے صاحبزادے کو؟"

"پوچھ تو لیا ہوتا"!

"پوچھا تو تھا"!

"کیا کہا اس نے"

"انہوں نے کہا، میں نہیں کھاؤں گا"!

"کیا کچھ خفا تھا؟"

"ہاں بہت زیادہ"!

"کس سے؟ —— کیا لڑائی ہوگئی تجھ سے"؟!

"مجھ سے کیوں لڑائی ہوتی، اور اگر ہوئی تو کیا لڑائی میں کوئی فاقہ شروع کر دیتا ہے؟"

"کچھ بتایا تو ہوگا اس نے کیا بات تھی"!

"ہاں، بتایا تو تھا"

"وہی تو پوچھ رہی ہوں —— کیا بات ہوئی تھی، کچھ کہہ تو ——"!

"پوری تفصیل تو مجھے نہیں معلوم، لیکن میرے خیال میں ریاض بھیا کی بات کی کچھ سن گن انہیں مل گئی ہے، بہت پریشان تھے، میں نے تو کچھ پوچھا نہیں، لیکن ریاض بھیا کا ذکر کچھ ایسے طنز بھرے لہجے میں ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے کر رہے تھے کہ میں تو سمجھی نہیں، اب آپ کی باتوں سے حال معلوم ہوا تو سوچتی ہوں، یہ بات انہیں معلوم ہو چکی ہے کسی طرح"!

مجھ سے پوچھنے لگیں،

"اسے کیسے معلوم ہوئی یہ بات؟

میں نے جواب دیا،

"میں کیا جانوں ؟" — مشہور ہے، حلق سے نکلی خلق میں پہنچی، ریاض
اپنے کسی دوست سے جڑدی ہوگی یہ بات، ان دوست صاحب نے ان سے
— یا ممکن ہے کوئی اور بات ہو، بہرحال اتنا ضرور جانتی ہوں کہ بھنک پڑ چکی
کان میں'!"

یہ سنکر اماں جی سکتہ میں آگئیں، کہنے لگیں

"یہ تو برا ہوا!"

میں نے تائید کی۔

"ہاں، بہت برا ہوا، بڑا غم ہے انہیں'!"

مجھ پر برس پڑیں،

"تو کمبخت، مجھے بتایا کیوں نہیں؟ میں اس کا دل صاف کر دیتی، وہ نا
ہفیں کر گیا ہے، میں سمجھی تو نے کرا دیا ہوگا، لیکن بی بٹو، تو آرام کر رہی تھیں!"

میں نے بے پروائی سے کہا،

"اونہہ، بھوک لگے گی بازار سے کھا لیں گے'!"

اماں جی نے مجھے اس طرح گھورا جیسے کھا ہی تو جائیں گی!"

ڈرامہ

اور پھر دوسرے دن جناب انعام صاحب بہادر کی وہ آؤ بھگت کی ہے اماں جی نے بس اللہ دے اور بندہ لے۔ انعام صاحب جو دکان سے گھر واپس آئے تو یہ معلوم ہوا

کوئی بادشاہ آیا، کوئی شہر یار آیا

ان کے آنے سے پہلے ہی سارا گھر پکوان سے پٹ گیا، کباب تلے جا رہے ہیں، گوشت بھنا جا رہا ہے، دہی بڑے تیار ہو رہے ہیں، دھوئی ماش کی دال بڑے اہتمام سے بگھاری رہی ہے، پراٹھے بنائے جا رہے ہیں، فیرنی الگ، زردہ جدا، میٹھے ٹکڑے مزید ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی بڑی بھاری دعوت ہے ہمارے گھر میں، اماں جی سے میں نے پوچھا

"آخر یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟"

ماتھے پر تیوری ڈال کر مجھے دیکھا پھر پوچھا،

"دیکھ نہیں رہی ہے؟"

میں نے کہا،

"دیکھ رہی ہوں اسی لئے تو پوچھ رہی ہوں!"

مسکرائیں، پان سے لال ہونٹوں کو، دوپٹے کے پلّو سے پونچھتے ہوئے

"اپنے لال کی دعوت کر رہی ہوں، اپنے ہاتھ سے کھلاؤں گی اسے'!"

میں جل ہی تو گئی،

"خوب بگاڑ دیجئے جی بھر کے ان کا مزاج آپ'!"

بگڑ گئیں؛

"تو تجھے کیا؟ تو کیوں جلی جا رہی ہے؟"

میں نے بھی تڑ سے جواب دیا،

"ہاں مجھے کیا، خود ہی بھگتنا پڑے گا آپ کو'!"

میں تو سمجھتی تھی، میرے اس جواب سے چڑ جائیں گی، لیکن انہوں نے

جھومتے ہوئے کہا،

"ہاں، بھگت لوں گی'!" — میں جانوں اور میرا بیٹا جانے'!"

"میں نے اماں جی کو چڑایا،

"بیٹا، — بڑا بیٹا'!"

غصہ آ گیا اماں جی کو

"اب میں تجھے پیٹ دوں گی جمیلہ، — ہٹ میرے سامنے

میں مسکراتی ہوئی سامنے سے ہٹ گئی، اور اپنے کمرہ میں جا کر اطمینان

دیکھنے لگی، اتفاق دیکھو، کتاب جو ہاتھ میں آئی اس کا نام تھا دلِ شکستہ

تھی یہ کتاب، اس میں ایک ٹوٹے ہوئے دل کی کہانی تھی، بڑی دردناک

تھی، ایک بھولی بھالی معصوم اور الھڑ لڑکی، بیچاری محبت کرنے لگی ایک شخص

شخص نے بھی خوب جی بھر کے محبت کی، پھر چھپکے چپکے ملاقاتیں ہونے لگیں، اور یہ
ملاقاتیں رنگ لائیں، وہ لڑکی عورت بن گئی، ایک ماں بننے کی تیاری کرنے لگی، لیکن
حضرت عاشق صادق دغا دے گئے، پہلے تو اسے باتوں باتوں میں بہلاتے رہے،
پھر ایک دن صاف الفاظ میں عشق سے مکر گئے، شادی کے جو وعدے کتنے دنوں
کرتے چلے آ رہے تھے وہ بھی ٹوٹ گئے، اور ان وعدوں کے ساتھ اس غریب
کا دل بھی ٹوٹ گیا، ہا، بڑی درد بھری کہانی تھی، پڑھتے میں کئی دفعہ میری آنکھوں سے
آنسو نکل آئے، میں سوچنے لگی، کہیں میرا بھی تو یہی حشر نہیں ہوگا، اسی آدمی کی طرح کہیں
انعام بھی تو مجھے دغا نہیں دے گا؟ پھر انعام کی تصویر میری آنکھوں کے سامنے اُبھر آئی،
دل آویز، کشش انگیز اور سحر آفریں تصویر، جس پر دغا بازی کا شبہ کرنا بھی کفر تھا، میں
اپنے آپ کو ملامت کرنے لگی کہ ایسا ناپاک خیال میرے دل میں کیوں آیا، پھر میری خودی بھی
اُبھر آئی، میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ بفرض محال، اگر انعام نے دغا بازی کی بھی
تو میرا کیا بگاڑ لے گا، میں "دل شکستہ" کی لڑکی کی طرح بھولی بھالی نہیں ہوں، ذیرک اور
ہوشیار ہوں، بیشک مجھے انعام سے محبت ہے، لیکن اس محبت کو کبھی بھی حد سے
بڑھنے کی اجازت نہیں دے سکتی، انعام کو مجھ سے محبت کرنے کا حق ہے، لیکن محبت
کے ثمرات سے لطف اندوز ہونے کا حق اسے نہیں دیا جا سکتا، کل رات انعام کی کیسی
کیسی کیفیت میری آنکھوں کے سامنے نہیں گذری لیکن میرے پائے ثبات میں لغزش
نہیں آئی ۔۔۔!

یہ سوچ کر میں اور، اپنے کردار پر فخر کرنے لگی، میرا سر فخر و ناز کے جذبات نے اونچا
کر دیا!

رہ رہ کر، "دل شکستہ" کی لڑکی کا تصور میرے دل و دماغ میں ابھر رہا
میں اسے بھگانے کی کوشش کر رہی تھی، اتنے میں میرے کانوں میں اماں جی
گونجنے لگے اور انعام صاحب کی سعادت مندانہ آواز کانوں سے ٹکرا رہی تھی
میں نے خود تو باہر نکلنا مناسب نہ سمجھا، لیکن دروازے کے پاس آکر کھڑی ہو
باہر کا تماشہ دیکھنے لگی، ایک نہایت طویل و عریض دسترخوان بچھا ہوا تھا، اور
لوازمات چنے ہوئے تھے، مگر انعام صاحب "تکلف" فرما رہے تھے۔

"چچی جان، خدا کی قسم بالکل بھوک نہیں ہے اس وقت!"

یہ مکاری کی بات سن کر پہلے تو مجھے ہنسی آئی، پھر جی چاہا چِک سے باہر
ہاتھ بڑھا کر دسترخوان سے اٹھا دوں اور کہوں،

بھوک نہیں ہے تو تشریف لے جائیے، یہاں بھی کسی کو غرض نہیں ہے کہ خو
کر کرکے آپ کے منہ میں لقمے توڑ توڑ کر رکھے!"

اتنے میں سنتی کیا ہوں کہ اماں جی فرما رہی ہیں،!

"دیکھ انو (وہ انعام صاحب کو پیار سے انو کہتی تھیں) اگر تو نے نہ کھایا تو
صدمہ ہوگا، ایک ایک چیز میں نے اپنے ہاتھ سے پکائی ہے تیرے لئے!"

بجائے اس کے کہ اماں جی کے اس خلوص کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیتے، فرما

"آپ نے کیوں پکایا؟ کیا گھر میں کوئی اور نہیں تھا؟"

"کوئی اور سے مراد میں تھی، جمیلہ

اماں جی نے کہا،

اپنا کام اپنے ہی ہاتھ سے خوب ہوتا ہے، ـــــ پھر بھلا ہاتھ بٹانے وال

تا ہے یہاں؟ ایک وہ ہیں بی بٹو ـــ جمیلہ ان کا بس چلے تو اُٹھ کے پانی بھی نہ
یں، وہ ہاتھ بٹائیں گی میرا!"

کتنا سفید جھوٹ تھا یہ بھی، سارا کام تو گھر کا میرے ذمہ تھا، جھاڑو دینا، برتن دھونا بستر
ک کرنا، ناشتہ تیار کرنا، کھانا پکانا ـــ پھر اور سب کاموں کے بعد پڑھنا لکھنا ـــ
یرے سوا اور کون یہ کام کرتا تھا، لیکن بیٹے پر اپنی تنگی جتانے کے لئے اماں جی نے
ے بالکل نالائق اور نکما ثابت کر دیا، حالانکہ انعام صاحب بھی جانتے تھے کہ میں کتنا کام کرتی
یں، بلکہ بعض دفعہ تو اپنے دلی صدمہ کا اظہار فرمایا کرتے تھے میری اس محنت کو دیکھ دیکھ
لیکن اس وقت بڑی موج میں تھے، چپکے بیٹھے یہ باتیں سنتے رہے، پھر فرمایا تو یہ،

"یہ تو بڑی بری بات ہے، آپ کو ڈانٹ ڈپٹ کر کام لینا چاہیئے، اس طرح تو عادت
جائے گی!"

اب اماں جی ڈریں، کہیں ہونے والا داماد، ہونے والی بیوی سے بدظن نہ ہو جائے،
بگڑی بات یوں بنائی،

"نہیں ویسے تو بڑی کام کاج لڑکی ہے ماشاء اللہ، سارا گھر وہی اکیلی اٹھائے ہوئے
ے، لیکن آج کام بھی زیادہ تھا، اور میں نے یہ بھی سوچا کہ اپنے روٹھے ہوئے بھتیجے کے لئے
ہی پکاؤں!"

بڑے زور سے انعام صاحب نے گردن ہلائی،

"اچھا یہ بات ہے؟ ـــ تو ٹھیک ہے، لیکن آپ نے خواہ مخواہ اتنی زحمت کی
ے تو بھوک ہی نہیں ہے!"

حالانکہ بھوک کے مارے آنتیں قل ھو اللہ پڑھ رہی تھیں، لیکن جھوٹ کو نبھانا بھی تو تھا

مگر اماں جی اس غریب میں کا ب کو آئیں! انھوں نے ایسا بھرپور وار کیا کہ حضرت
چت ہو گئے،

"میرا مردہ دیکھے اگر نہ کھائے!"

بس پھر جو گردن جھکا کر انعام صاحب نے کباب، قورمہ، قیمہ، دال، دہی
زردہ، فرنی، میٹھے ٹکڑے وغیرہ کا پوسٹ مارٹم شروع کیا ہے تو کچھ نہ پوچھیے، اونٹ
مشہور ہے کہ کئی دن کا پانی پی لیتا ہے، مگر انعام کو دیکھ کر یقین ہو گیا، آدمی اگر چاہے
کا کھانا بھی کھا سکتا ہے۔ مجھے ہنسی بھی آ رہی تھی اور تعجب بھی ہو رہا تھا۔
غرض انعام نے خوب ڈٹ کر کھایا، کھانے کے بعد اماں جی تو کام سمیٹنے
باورچی خانہ چلی گئیں، آپ سگریٹ ہاتھ میں لئے میرے کمرہ میں مسکراتے ہوئے
"کیا ہو رہا ہے بھئی؟"

میں نے جھٹ سے ایک شیشی ان کی طرف بڑھا دی۔

"یہ کیا ہے؟"

میں نے کہا،

"نمک سلیمانی!"

ہنسنے لگے، میں نے کہا

"تکلف نہ کیجئے ورنہ رات بھر پیٹ درد کرے گا!"

کہنے لگے،

"شکریہ!"

پھر کرسی پہ بیٹھ گئے۔

"بڑے مزے کا تھا آج کا کھانا !"

میں نے کہا،

"جی ہاں، میں نے پکایا تھا نا !"

اب مسکراہٹ قہقہے سے بدل گئی،

"پھر نہایت خراب تھا"!

میں باہر جانے کے لیے اُٹھی۔

"کہاں جا رہی ہو ؟ سنیے تو"!

میں نے جواب دیا،

"پہلے اماں جی تک آپ کی یہ رائے پہنچا آؤں، پھر حاضر ہوتی ہوں"!

انہوں نے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا،

"ارے خدا کے لئے کہیں ایسا غضب نہ کرنا، میں نے تو یونہی مذاق کیا تھا"!

میں نے پوچھا"!

"اماں جی سے مذاق"!"

جھنجلا گئے،

"اماں جی سے کیوں، تم سے، —— آؤ بیٹھو، کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں تم سے"

میں آ کر پھر اپنی کرسی پر بیٹھ گئی

"فرمائیے، —— کون سی ضروری باتیں ہیں ؟"

"اس سے بڑھ کر ضروری بات کیا ہو گی کہ تم پاس بیٹھو"!

میں نے ادھر ادھر دیکھ کر جواب دیا

"جی، باتیں کرنے کا یہ وقت نہیں ہے، اپنے کمرے میں تشریف ــ ، حاب ہے چپ چاپ اماں جی آتی ہوں گی "ادھر ہی سے گزریں گی"!"

کہنے لگے،

"اچھا، ایک خوش خبری سن لو!"

میں نے کہا،

"فرمائیے، لیکن جلدی سے"!"

"واقعی میرا خیال غلط تھا، ـــ نہ ریاض تم سے محبت کرتا ہے نہ چچی اس سے تمہاری شادی کرنا چاہتی ہیں"!"

میں نے دروازہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

پھر مٹھائی کھلائیے اور تشریف لے جائیے"!"

جاتے جاتے فرمایا،

میرے کمرہ میں آکر کچھ میٹھے ٹکڑے میں نے چرا کر رکھ لیے ہیں، وہی کھلاؤں گا!"

پھر ہنستے ہوئے چلے گئے۔

ریاض

اماں جی کے اس چاؤ پیار نے انعام کو بالکل مطمئن کر دیا، میرے دل میں جو ایک کدک سی پیدا ہو گئی تھی، وہ رفع ہو گئی، ہم دونوں اپنی اپنی جگہ پہ خوش اور مسرور تھے اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں نہ جانے کیا کیا سوچا کرتے تھے، سوائے اس کے اور کوئی مشغلہ ہی نہ تھا، میرا تو یہی حال تھا، اور اگر ظاہر کو دیکھ کر اور آدمی کی صورت کو پڑھ کر اور اس کی باتیں سن کر کوئی رائے قائم کی جا سکتی ہے تو انعام کی بھی یہی کیفیت تھی، وہ جس طرح ہوتا موقع نکال کر میرے پاس آ بیٹھتا، یا کسی نہ کسی بہلانے سے اپنے پاس مجھے بلا لیتا، اور پھر باتیں شروع ہو جاتیں، وہی آئندہ زندگی کی باتیں، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ باتیں کرتے کرتے وہ بہک جاتا، اور حد سے تجاوز کرنے کی کوشش کرتا، لیکن الحمدللہ، میں نے کبھی بھی اسے کامیاب نہ ہونے دیا، نہ خوشامدوں سے متاثر ہوئی نہ خفگی سے نہ التجا سے، نہ چشم نمناک سے —— نہ بہ زاری، نہ بہ زورے، نہ بہ زر می آید —— والا معاملہ تھا، میرا صرف ایک ہی جواب تھا،

جب تک آپ کی محبت واقعی محبت ہے میں دل و جان سے اس کی

...رتی ہوں، اور اس کے لیے اپنی جان تک کی بازی لگا سکتی ہوں، لیکن یہ محبت جب ...وں کا جامہ پہن لے گی تو پھر لڑائی ہوگی، اور ایسی کہ پھر کبھی صلح نہ ہو سکے گی، میری یہ ...تیں سن کر وہ سنبھل جاتا، بہر حال ہزاروں منتوں اور کوششوں کے باوجود معاملہ ...ست بوسی کی حد سے آگے کبھی نہ بڑھ سکا،

اماں جی کی طرف سے اطمینانِ مزید کے بعد، اب انعام کو صرف یہی فکر تھی کہ جلد از ...لد شادی ہو جائے، میں نے چونکہ اپنے آپ کو سستا نہیں کیا تھا، اس لیے اس کی ...قراری میں اور اضافہ ہو رہا تھا، اب وہ بار بار اماں جی سے تقاضا کرتا کہ ہماری شادی ...جلدی چاہیئے، اماں جی بھی مسکرا کر خاموش ہو جاتیں، کبھی کہہ دیتیں،

"ہو جائے گی، اتنی جلدی کیا ہے؟" — کیا تمہیں میری زبان پہ بھروسہ نہیں کہ ...و چکی جمیلہ تمہاری ہو چکی، پھر یہ بے اطمینانی کیوں؟"

وہ مطمئن ہو کر خاموش ہو جاتا اور دو چار دن کے بعد پھر تقاضہ شروع کر دیتا، آخر تنگ ...کر اماں جی نے ... ابا جی سے مشورہ کے بعد اسے یہ خوشخبری سنادی کہ اگلے مہینے کی پندرہ ...ریخ کو باقاعدہ جمیلہ تمہاری بنادی جائے گی، یہ اعلان انعام کے لیے ایسا پیام مسرت ثابت ...ا کہ مجھے اندیشہ ہونے لگا، کہیں اسے شادی مرگ نہ ہو جائے، ویسے خود میرا بھی یہ حال تھا ...خوشی سے پھولی نہ سماتی تھی،

تاریخ عقد کا اعلان صرف گھر ہی میں نہیں ہوا، سارے عزیزوں اور رشتہ داروں ...ر تک پہنچ دی گئی اور شروع ہو گیا شادی کا اہتمام، کپڑے تو اماں جی بہت دنوں سے اس ...ن کے لیے جمع کرتی آ رہی تھیں، زیوروں کا مسئلہ باقی تھا، کیونکہ ان کے اور میرے زیور ...نعام کے کاروبار کی نذر ہو چکے تھے، اب انعام کی حالت بہت اچھی تھی، ہزاروں روپیہ

مہینہ کے حساب سے بینک بیلنس بڑھ رہا تھا، اماں جی چاہتیں تو اس سے روپیہ لے سکتی
تھیں، آخر وہ روپیہ تھا کس کا؟ انھیں کا تو تھا، لیکن ان کی غیور طبیعت نے اسے گوارا
نہ کیا کہ لڑکی کی شادی داماد سے روپیہ لے کر کریں، آخر جب کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی تو ا
دن انھوں نے اپنی "جائداد" بیچ دی، بیچاری کی "جائیداد" ہی کیا تھی، ایک پرانا مکان تھا
جس کا کرایہ اٹھارہ روپیہ مہینہ آتا تھا، ایک باغ تھا جس کی فصل ڈیڑھ دو سو روپیہ سال
پر اٹھ جاتی تھی، ان دونوں کی قیمت نو ہزار ملی، کافی رقم تھی، چھ ہزار کے تو اماں جی نے میرے
لیے طلائی اور جڑاؤ زیورات بنوا لیے، باقی تین ہزار دعوت اور کسب اروں وغیرہ کے لئے
رکھ لیے،

شادی کی تیاریاں زور شور سے جاری تھیں،!

ایک روز جاڑا بہت تھا، میں صحن میں چارپائی پر بیٹھی دھوپ کھا رہی تھی، ہاتھ میں کو
کتاب تھی، اماں جی دوسری چارپائی پر بیٹھی ماش کی دال چن رہی تھیں، آج پروگرام یہ
کہ ماش کی کھچڑی پکے گی، اور گھی کے بڑے بڑے لوندوں کے ساتھ خوب جی بھر کے کھا
جائے گی، اتنے میں کچھ آہٹ سی محسوس ہوئی، میں نے نظر اٹھا کر دیکھا، ریاض بھیا کھڑے
مسکرا رہے تھے، میں نے سروقد کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور چارپائی کے سرہانے
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

"بیٹھئے!"

وہ بیٹھ گئے، پھر مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولے

"تم بھی بیٹھ جاؤ، کھڑے کیوں ہو؟"

میں بھی پائنتیوں بیٹھ گئی، اماں جی ریاض بھیا کو دعا دے کر اور ان کی بلائیں لے کر با

سوچا کی تھیں، جن میں بس ہم ہی دونوں تھے، ریاض بھیا نے پوچھا،

"کچھ پڑھ رہی تھیں"

میں نے کتاب ان کی طرف بڑھا دی اور بولی،

"جی ہاں یہ تھی"!

وہ کتاب لے کر اسے الٹ پلٹ کر دیکھتے رہے پھر کتاب ایک طرف رکھ دی ا

کہنے لگے،

"کیوں بھئی جمیلہ اب تو تم بہت بڑی آدمی بن جاؤ گی؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا، "کیا اب بڑی نہیں ہوں؟"

وہ بھی مسکرانے لگے،

"کیوں نہیں ہو، لیکن اب اور زیادہ بن جاؤ گی"!

میں نے جواب دیا،

"جی! میں بنا نہیں کرتی، بلکہ جو بنتا ہے اس سے چڑنے لگتی ہوں"!

بڑے زور سے ہنسے،

"اچھا ہم پر چوٹ؟ —— ہم بن رہے ہیں؟ کیوں ری لڑکی؟"

میں بھی مسکرانے لگی، پھر ریاض بھیا نے کہا،

"جمیلہ، میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں"!

ان کا سنجیدہ چہرہ دیکھ کر میں سہم گئی، اندیشہ ہوا کہیں اظہارِ عشق نہ فرمانے لگیں، ویس
میں انہیں بچپن سے جانتی اور ان کے مزاج اور طبیعت سے آشنا ہوں، وہ اتنے سنج
بردبار اور زیرک آدمی مجھے ہمیشہ نظر آئے کہ ان کے بارے میں یہ سوچتے ہوئے مجھے

ہو! لیکن پھر میں نے سوچا بھئی آدمی جس جانور کا نام ہے، اس کا کچھ ٹھیک نہیں، یہ گھڑی میں اولیا بن جاتا ہے گھڑی میں بھوت، اگر ان پر بھی حضرتِ عشق سوار ہو گئے تو میں کیا کر لوں گی، بہر حال عجیب دبدھے کے عالم میں ان پر ایک نظر ڈالی، پھر ہر امتحان کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کر کے کہا،

"فرمائیے" —

وہ کہنے لگے،

سب سے پہلے تو میری طرف سے مبارکباد قبول کرو"!

میرے چہرے کے آثار چڑھاؤ سے شاید انہیں کوئی اندازہ نہیں ہوا،

لیکن میرا مقصد ایک غلط فہمی کا رفع کرنا بھی ہے"!

میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا،

"غلط فہمی —— ؟ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی"!

مطلب سمجھاتے ہوئے انہوں نے فرمایا

"بھئی تم جانتی ہو ہماری اماں ہیں اور تمہاری اماں میں کتنی محبت ہے؟

مجھے بھی بات کرنے کا موقع مل گیا

میں نے کہا،

وہ تو ہونا ہی چاہیئے، دونوں بہنیں ہی تو ہیں آپس میں"!

کہنے لگے

"جی ہاں، اس بہناپے نے آفت ڈھائی، ایک روز اماں نے مجھ سے پوچھا، جمیلہ کیسی لڑکی ہے، میں نے کہا، بہت اچھی، مجھے تو اس سے محبت ہے' —

ریاض بھیّا کی یہ باتیں سن کر میں کانپ گئی، لو بھئی — جس وقت کا دھڑکا
وقت آگیا آخر — آخری محبت تشریف لے ہی آئیں، اتنے میں، ریاض بھیا کی
میں گونجے،

جتنا معصوم سوال تھا، اتنا ہی معصوم میرا جواب تھا، میں نے تمہیں اچھائیوں کی
اچھی ہو، اور محبت یوں جتائی تھی کہ ایک بھائی کی ایک بہن سے محبت ہونی ہی چاہیے
اتنے دنوں سے مجھے دیکھ رہی ہو، کیا میں نے غلط کہا؟!"

میری جان میں جان آگئی، بہت بڑا پہاڑ میرے سر سے اتر گیا، دل ہی دل میں
شکر ادا کیا کہ کیسی مصیبت سے جان چھٹی، اب میری زبان میں بھی روانی آگئی، میں

بالکل صحیح — کیا میں آپ سے محبت نہیں کرتی؟"

خوش ہو گئے، کہنے لگے

"ہاں کیوں نہیں، کرنی ہی چاہیئے، مگر اماں اس کا مطلب کچھ اور سمجھیں، آؤ
نہ تاؤ، فوراً امی کے پاس پہنچیں اور پیام دے دیا۔ ان بیچاری کو کوئی غلط فہمی ہوئی
کچھ دن پہلے کسی موقع پر ان سے میں نے کہہ دیا تھا کہ میں شادی اسی لڑکی سے کروں
سے محبت ہو گئی مجھے، اب جو یہ سنا کہ تم سے محبت ہے، لے دوڑیں اسی بات کو!"

میں ہنسنے لگی،

"بڑی بھولی ہیں ہماری خالہ بھی!"

وہ بھی مسکرانے لگے،

"بہت زیادہ، ان کے اس بھولے پن نے اس احمق شخص انعام کو میرا دشمن بنا
کئی آدمیوں سے کہہ چکا ہے، مار ڈالوں گا ریاض کو!"

انعام کی یہ بات مجھے بہت بُری لگی، وہ میرے سامنے ہوتے تو میں انہیں پھٹکار دیتی
کہ یہ کیا غنڈہ پن ہے، لیکن میں نے کہا،
"وہ تو ایسے آدمی نہیں ہیں، کسی نے یونہی اڑائی ہوگی"!
ایک قہقہہ لگاتے ہوئے بولے
"ابھی سے شوہر کی طرف داری کرنے لگیں، ارے بھئی، کسی اور سے نہیں، خود مجھ سے
کہہ رہا تھا"!
بے ساختہ میرے منہ سے نکل گیا،
"بڑی بیہودہ حرکت کی، کہیں شریف لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں، — پھر آپ نے ڈانٹ
دیا ہوتا"!
کہنے لگے،
جب یہ ثابت ہوگیا کہ وہ احمق ہے، تو ڈانٹنے ڈپٹنے سے کیا حاصل؟ ویسے اس کی
غلط فہمی بھی رفع کرنا ضروری تھی، سو کر آیا —!
میرا دل دھک دھک کرنے لگا، خدا خیر کرے، کہیں بات بڑھ نہ گئی ہو، میں نے پوچھا
"کیا ان کے پاس گئے تھے؟"
ہاں بھئی، جانا ہی پڑا، میں یہ کس طرح گوارا کر سکتا تھا کہ میری بہن کے بارے میں اس کا
ہونے والا شوہر غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے
"پھر —؟"
"پھر کیا، میں گیا تو لگے حضرت اوٹ پٹانگ باتیں کرنے، میں نے کہا — سنیے
انعام صاحب، آدمی بن کر میری باتیں سنیئے، آپ مجھ سے قوت و طاقت میں زیادہ نہیں

ہیں، اگر لڑنے کا شوق ہے تو آپ کو ابھی اٹھا کر پٹخ دوں، نشانہ بازی میں
میرا مقابلہ نہیں کر سکتے، ممکن ہے آپ کا نشانہ خطا کر جائے، لیکن میری گولی
کے دل پر بیٹھے گی، دولت و ثروت میں بھی آپ میرا مقابلہ نہیں کر سکتے، آپ
لیکن خدا نے مجھے اتنا دے رکھا ہے کہ آپ مجھ سے ٹکر نہیں لے سکتے، بیشک
کے باپ کے بیٹے ہیں لیکن میں اس کی ماں کا بیٹا ہوں، اگر اڑ جاؤں تو
سے منگنی ہو چکی ہو مگر جمیلہ میرے مقابلے میں آپ کو نہیں مل سکتی ——— لیکن
سے محبت نہیں کرتا، آپ کرتے ہیں، میری طرف سے وہ نذر ہے اسے قبول
اماں نے غلط فہمی کی بنا پر میرا پیام دیا تھا، میں نے وہ واپس لے لیا!!"

میں ریاض بھیا کی یہ باتیں سنتی جاتی تھی، اور میرا خون سوکھتا جاتا تھا، نہ جانے
کا نتیجہ کیا نکلا ہو، پھر قبل اس کے کہ وہ مزید کچھ کہیں، میں نے کہا،

"پھر تو ساری شیخی کرکری ہو گئی ہو گی ——— کیوں بھیا؟"

زور کا ایک قہقہہ لگاتے ہوئے میری پیٹھ پر دھپ لگائی، پھر بولے،
ارے تو اتنی دیدہ دلیر ہو گئی ہے کہ اپنے ہونے والے شوہر کا مذاق اڑا
میں نے کہا،

جو جیسی کہے گا ویسی سنے گا، میری اس میں کیا خطا ہے؟"

اتنے میں اماں جی آ گئیں، باورچی خانہ کی مہم سے فارغ ہو کر ریاض بھیا کو
گئی تھیں، اب تک بیٹھا دیکھ کر بہت خوش ہوئیں،

ارے تو اب تک بیٹھا ہے میرے بچے؟"

ریاض بھیا نے بچوں کی طرح لاڈ کرتے ہوئے کہا،

"بھوک لگی ہے، آپ لاکھ نہ پوچھیں، لیکن میں بغیر کھائے جانے کا نہیں، شوق سے بے غیرت کہہ لیجئے مجھے یہ خطاب منظور ہے!!"

بیچاری اماں جی جھینپ سی گئیں، گھر میں تو خالی کھچڑی پکی تھی، اس کی دعوت کیا دیتیں اور دوسرا کوئی انتظام سامنے کے سامنے ہو نہیں سکتا تھا، لیکن میں نے بات بنالی۔

"بھیا، آج ہمارے ہاں ماش کی کھچڑی پکی ہے جس کی اماں جی اسپیشلسٹ ہیں، کھائیں گے آپ؟"

بڑی آمادگی اور مستعدی سے بولے،

نیکی اور پوچھ پوچھ، کیوں نہیں کھائیں گے، ماش کی کھچڑی تو وہ چیز ہے جس کا چرا کر کھانا بھی ثواب ہے، اور وہ بھی خالہ اماں کے ہاتھ کی پکی ہوئی، نور علیٰ نور ——— لاؤ بھئی کہاں ہے تمہاری وہ کھچڑی!!"

بات کچھ اس طرح بن گئی کہ اماں جی خوش ہو گئیں

"ابھی لائی میرے بیٹے ابھی لائی!!"

یہ کہا اور چلیں باورچی خانہ کی طرف، ریاض بھیا بھی ان کے پیچھے پیچھے چلے، راستہ ہی میں جا لیا، اماں جی نے بڑے پیار سے کہا،

"بیٹے، تو بیٹھ، میں ابھی لائی دو منٹ میں بس"

وہ مچل گئے،

"نہیں خالہ، ——— ماش کی کھچڑی کا مزا تو اس میں ہے کہ گرما گرم کھائی جائے، چولہے کے سامنے پیڑھی پر بیٹھ کر ——— کیوں بھئی جمیلہ پیڑھی بھی دو گی بیٹھنے کو یا نہیں؟"

میں نے جلدی سے پیڑھی سامنے بڑھا دی، بڑی شان سے ریاض بھیا اس پر بیٹھ گئے،

اتنے میں کھچڑی نکل چکی تھی، پلیٹ اپنی طرف کھسکاتے ہوئے مجھ سے کہا،

"اور گھی ——— کچا گھی ——— ؟"

میں نے یہ پڑا سا لوندا نکال کر سامنے رکھ دیا، وہ اس طرح ہاتھ مارنے لگے جیسے بھوکے ہوں"!

ستاد

ڈیڑھ مہینہ کاٹنا، انعام ہی کے لیے نہیں، میرے لئے بھی قیامت ہو گیا، اس عرصہ
یا ہر روز کسی نہ کسی وقت ہم دونوں ملتے رہے، جب بھی ملتے وہی داستان محبت
ہو جاتی، جب ملتے اسی طرح ملتے جیسے بہت دنوں کے بچھڑے ملے ہوں
اے فلک رشک سے نہ جل مر جانا"! جب سوچتی ہوں تو حیرت ہوتی
آخر وہ کون سی باتیں تھیں جو ہم دونوں کیا کرتے تھے اور ختم ہونے میں نہیں آتی
اب سوچتی ہوں تو ایک بات بھی یاد نہیں آتی، لیکن اتنا یاد ہے کہ ہماری ختم
نے والی باتوں کا سلسلہ گھنٹوں اور پہروں جاری رہتا تھا۔ جی چاہتا تھا، یہ سلسلہ کسی
نہ ہو۔ ایک دن خوب جی بھر کے باتیں کر کے جب میں رخصت ہونے لگی تو انعام نے
سرت سے کہا،

جیلہ وہ دن کب آئیگا، جب وہ چھپ چھپ کر ملنے کی ضرورت نہیں رہے گی اور
ہی ہو جاؤ گی،؟"
نے کہا،

"صرف پندرہ دن بعد'!"

بڑی بے بسی کے ساتھ گویا ہوئے'

"پندرہ برس بعد ــــ' آہ یہ پندرہ سال کس طرح کٹیں گے'!"

میں نے تسلی دیتے ہوئے کہا'

پندرہ سال نہیں' پندرہ دن کے بعد!"

انھیں میری بات کا یقین نہیں آیا'

"نہیں' تم غلط کہتی ہو' پندرہ دن نہیں پندرہ سال' ــــ تمہارے وہ پن

لیے پندرہ سال سے کم نہیں ہیں'!"

مجھے ہنسی آگئی' میں نے کہا'

"سنئیے بھی' ایسی بیتابی بھی اچھی نہیں ہوتی' ــــ لتنے دن تو گذار دئیے' ک

دن کاٹے نہیں کٹتے' بھلا کوئی بات ہے یہ بھی'!

ایسی نظروں سے مجھے دیکھا جیسے کوہِ الم ٹوٹ پڑا ہو بیچارے' پھر بولے'

"ہاں بھئی تم بھی مذاق اڑالو ہمارا' ہماری جگہ پر تم ہوتیں' پھر خیریت مزاج در

میں بھی جواب دیتی' دعا ہے آپ کی' ــــ!

نہیں' پھر تم یہ نہ کہتیں'!"

پھر کیا کہتی؟"

"میری طرح تم بھی شب فراق کی شکوہ سنج ہوتیں'!"

جدائی کے دن تمہارے کاٹے بھی نہ کٹتے' ایک ایک پل تمہیں بھی ایک ایک

ہوتا' ــــ

میں نے بات کا پہلو بدلنے کے لیئے انہیں بتایا،
"ریاض بھیا آئے تھے یہاں!"
تعجب سے پوچھا، کس وقت
"اچھا، یہاں بھی تشریف لائے تھے؟"
"ہاں کیوں —؟ — کیا آپ کے ہاں بھی پہنچے تھے؟"
"ہاں، پھر کیا ہوا؟"
"رہتی کیا، کھچڑی کھائی اور چلے گئے!"
"کچھ میرے متعلق نہیں کہہ رہے تھے؟"
"کہہ رہے تھے!"
اشتیاق کے ساتھ پوچھا
"کیا کہہ رہے تھے؟"
میں نے بالکل انجان بن کر جواب دیا،
"مبارکباد دینے آئے تھے دراصل مجھے!"
"اس لئے نہیں آیا،
تو پھر کس لئے آیا تھا
تمہیں معلوم
اس کا مطلب ہے میں جھوٹ بول رہی ہوں آپ سے!"
اگر یہ بات ہے تو آپ فشانی کریں میں نے کہا،
اس بیچارے کے متعلق بڑی اتنی بری رائے قائم کرلی تھی آپ نے — ایسی بھی کیا

بدگمانی"!

شاید کچھ شرمندہ سے ہوئے دل میں، کہنے لگے

"تم نے سنا نہیں، عشق است و ہزار بدگمانی"!

"جی، میں باز آئی ایسے عشق اور ایسی بدگمانی سے، اچھے بھلے دل برے کر لینا، یہ بھی کوئی عشق ہے؟"

موج میں آگئے

"اچھا بھئی تو اب عشق کا درس تم سے حاصل کریں گے"— "کیوں استاد!"

"کیوں استاد" کچھ ایسی بے ساختگی کے ساتھ ان کے منہ سے نکلا کہ بے تحاشہ مجھے ہنسی آگئی— پھر بڑی دیر تک ہم ہنستے رہے، باتیں کرتے رہے ایک دوسرے کو چھیڑتے رہے— اس طرح گذر رہے تھے ہمارے صبح و شام— دیکھا آپ نے کہ آپ اپنے پہ رشک آجاتا ہے"!

غضب!

آسمان کے بارے میں کسی دل جلے شاعر نے سچ ہی کہا ہے ـــــ کسی کی خوشی اس کو بھاتی نہیں!

ہماری خوشی بھی یہ ظالم آسمان نہ دیکھ سکا!

شادی کی ساری تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں، صرف تین دن باقی رہ گئے تھے، ہمارا گھر بہارستان بنا ہوا تھا۔ رونق اور چہل پہل کا عجیب عالم تھا۔ دن کب ختم ہوتا تھا اور رات کب آتی تھی، پتہ ہی نہیں چلتا تھا اس کا، ہر وقت ایسا معلوم ہوتا جیسے مجمع لگا ہوا ہے یہ آیا وہ گیا، مہمانوں کا تانتا لگا ہوا تھا، میری ہم عمر اور ہم سن خاندان کی کئی لڑکیاں ہر وقت مجھے گھیرے بیٹھی رہتیں، ان لوگوں کے ہاتھ کہیں سے انعام صاحب کی تصویر پڑ گئی۔ بس اسی پر تبصرہ ہوا کرتا تھا۔ کسی کی نظر میں یوسف ثانی تھے، کوئی ان کی قسمت پر رشک کرتی کہ ایسی چاند سی دولہن مل رہی ہے، کوئی مجھے مبارکباد دیتی کہ ایسے دولہا قسمت سے ملتے ہیں۔ میں ان سب کو نہایت سنجیدگی کے ساتھ مشورہ دیتی کہ اچھا بھئی لیل کرو، باری باری تم سب انعام صاحب سے شادی کر لینا۔ میں ہر ایک کو

موقع دوں گی۔ اتنی خود غرض بھی نہیں ہوں کہ ایسے گلفام کی اکیلی مالک بن جاؤں ا
چنکیوں، بکوتوں اور قہقہوں کا وہ دور چلتا کہ مزہ آجاتا۔

وقت کی وہ سوئی جو اتنی آہستہ چل رہی تھی کہ اس کی رفتار کا احساس بھی نہ
ہوتا تھا۔ دن کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آتا تھا ایک گھڑی ایک برس سے زیادہ
ہو رہی تھی، اب وہی وقت کی سوئی اتنی تیزی سے دوڑ رہی تھی کہ طلوع و غروب
اندازہ کرنا مشکل ہو گیا، اور یہ تین دن تو ایسے چٹکیوں میں کٹے کہ پلک جھپکتے میں
گئے ـــــ خوشی کی گھڑیاں کتنی تیزی سے گذر جاتی ہیں، اب اندازہ ہوا ـ
اب ہماری شادی میں صرف ایک دن باقی رہ گیا تھا کہ آسمان ٹوٹ پڑا
یکایک ابا میاں اچھے بھلے، ہنستے بولتے اس دنیا سے رخصت ہو گئے
خوشی کا گھر ماتم کدہ بن گیا۔ جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں
جس گھر میں شہنائیاں بج رہی تھیں، شورِ مسرت سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی
عزیزوں، رشتہ داروں، برادری والوں، دور و نزدیک کے جان پہچان والوں
اور کسب داروں کا جمگٹ لگا تھا، وہاں سے نوحہ و ماتم کی صدائیں بلند ہو
لگیں۔ قہقہے کا شور، ماتم کے شور میں دب گیا ـــــ ابھی کیا تھا اور کیا
کیا ہو گیا!۔

مہمان رخصت ہو گئے۔ سکھیاں اور سہیلیاں با چشمِ پُرنم رخصت ہو گئیں، عزیز
رشتہ دار با سینۂ بریاں و با دیدۂ گریاں رخصت ہو گئے۔ وہی گھر جہاں مہمانوں
کی کثرت سے تل دھرنے کو جگہ نہ تھی سونا ہو گیا، ویران ہو گیا، وہ سناٹا، وہ خاموشی
کہ معلوم ہوتا تھا، یہاں کوئی بستا ہی نہیں ہے۔ ہائے!

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

اماں جی کا حال تو دیکھا نہیں جاتا تھا، ان کا غم دیکھ کر میں اپنے غم بھول جاتی تھی۔ وہ بھی جی بھر کے رو لیتیں تو شاید یہ غم کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جاتا، لیکن ان کی آنکھ سے تو ایک آنسو بھی نہیں گرا، نہ وہ روئیں، نہ چیخیں، نہ چلائیں، نہ نوحہ، نہ ماتم، نہ بین نہ بیان نہ ہائے نہ وائے، بس چپ خاموش، کبھی آسمان کی طرف دیکھنا اور دیکھتے رہنا جیسے ابا میاں کو آسمان کے راستے جنت میں اکیلا جاتے دیکھ رہی ہیں، مگر بس نہیں چلتا کہ انھیں واپس بلا لیں، یا خود بھی ان کے ساتھ چلی جائیں، کبھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے گھر کے دیوار و در کو تکنا، جیسے ابا میاں کہیں آنکھ مچولی کھیلتے کھیلتے چھپ گئے ہیں اور وہ انہیں کو ڈھونڈھ رہی ہیں۔ کھانا پینا بالکل چھوٹ گیا تھا، چائے کی کتنی عادی تھیں بس چلتا تو ہر وقت چائے کی پیالی منہ سے لگی رہتی، لیکن اب چائے بھی ان پر حرام ہو گئی تھی۔ بس اگر کوئی مشغلہ تھا تو یہ کہ نماز خوب پڑھتیں اور قرآن شریف کی تلاوت ہر وقت کیا کرتیں۔ بات چیت بالکل بند، مجھے دیکھ کر وہ جلتی تھیں۔ میرا دامن میلا ہو جائے تو ان پر قیامت ٹوٹ پڑتی تھی۔ یا وہی اماں اب مجھ سے اتنی بے تعلق تھیں کہ مروں یا جیوں، انھیں کوئی پروا نہیں تھی۔

جھوٹ کیوں بولوں؟ انعام صاحب بھی اس حادثہ سے بہت متاثر تھے وہ نہ ہوتے تو ہم ماں بیٹی پر نہ جانے کیا گذر جاتی، اماں جی کی دیکھ بھال اور میری دوادوش انھی کے ذمہ تھی اور اپنی اس ذمہ داری کو بڑی مستعدی سے انجام دے رہے تھے!

نادرہ

بڑی ناشکری ہوگی اگر اس موقع پر نادرہ کا ذکر نہ کروں۔ ہمارے پڑوس میں ایک
رہتے تھے، انہیں لوگ منشی جی کے نام سے یاد کرتے تھے۔ شریف آدمی تھے
نادرہ انہیں کی لڑکی تھی، میری ہم عمر اور ہم سن۔ پہلے بھی کبھی کبھی آتی رہتی تھی، نک
سے درست، امورِ خانہ سے واقف، سگھڑ، لیکن مجھے نہ معلوم کیوں کچھ بیر سا تھا
سے، کبھی بھی تو منہ نہیں لگایا، حالانکہ وہ اس کی منتظر رہتی کہ میں اس سے بولوں
کروں، چھیڑوں، کسی کام کو کہوں جب شادی کی تیاریاں ہمارے گھر میں شروع
تو بن بلائے آئی اور اس طرح آئی کہ گویا رہ پڑی، صبح ہوتے ہی چلی آتی اور سارا دن
ہمارے ہاں جمی رہتی، کوئی کام بھی ہو، وہ پیش پیش، اماں جی کو تو ہل کر پانی بھی نہیں
دیتی تھی۔ میں اپنی سکھیوں اور سہیلیوں میں مست رہتی کام کاج سے فارغ ہو کر کبھی کبھی
پاس آ بیٹھتی۔ میں منہ بھی نہ لگاتی، لیکن وہ میرا منہ تکا کرتی، میرا کوئی بھی کام ہو، وہ
طرح مستعد جیسے اس سے بڑھ کر خوشی کا کوئی کام ہی نہیں۔ اس کا یہ رنگ ڈھنگ
دیکھ کر میں نے بھی اسے منہ لگانا شروع کر دیا۔ کبھی اس سے بات کر لیتی، کبھی

کر کہہ دیتی، کبھی کوئی فقرہ چُست کر دیتی، پھر تو وہ اتنا خوش ہوتی جیسے کوئی بہت بڑی
دولت مل گئی ہو، جب میں اس سے کوئی بات کروں یا اس پر کوئی فقرہ چُست کروں
تو وہ ایک فخر سا محسوس کرنے لگتی تھی!

پھر جب ابا جی کا انتقال ہوا، اور ہمارا گھر ویرانہ ہو گیا، سب لوگ چلے گئے
بس ہم ماں بیٹی قسمت کو رونے کے لئیے رہ گئے، تب تو نادرہ نے وہ روپ
دکھایا کہ واقعی اس کی شرافت اور انسانیت کا قائل ہو جانا پڑا۔ مجھے تو سر پاؤں
کا ہوش نہ تھا۔ وہ صبح ہی صبح آ جاتی، جھاڑو دیتی۔ برتن دھوتی، ناشتہ تیار کرتی، رو
رو کر خوشامد کر کر کے کچھ نہ کچھ میرے منہ میں ڈالتی، پھر اسی طرح اماں جی کو گھونٹ گھونٹ
کر کے چائے پلاتی، پھر، انعام کے سامنے دبے پاؤں جا کر ناشتہ رکھ آتی،
ان کے جانے کے بعد پھر سارے برتن سمیٹتی، اس کے بعد اپنے گھر چلی جاتی۔
وہاں کا کام کاج کرتی، دوپہر کو پھر آ جاتی، پکاتی، ریندھتی، کھلاتی پلاتی، انعام کا
کھانا دوکان پر بھیجتی، پھر اپنے گھر چلی جاتی، وہاں کے کام سے فارغ ہو کر چراغ جلے
پھر آ جاتی۔ اور رات گئے تک سارے کام کرتی رہتی، کیا کوئی خانہ دار ملازمہ
اس محنت اور وفاداری سے اپنی ذمہ داریاں انجام دے گی جس طرح نادرہ نے بغیر کسی
صلہ اور قیمت کے یہ سارا گھر اور اس گھر کی دو بد قسمت اور تباہ حال ہستیوں کو۔۔۔
اماں جی کو اور مجھے ۔۔۔ سنبھال رکھا تھا۔ غم سے فرصت ملتی تو میں یہی سوچا
کرتی یہ نادرہ انسان کے روپ میں فرشتہ ہے، دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوتے
ہیں جو دوسروں کے غم کو اپنا غم بنا لیتے ہیں جو دوسروں کے لیئے اپنی ہستی فنا کر
دیتے ہیں۔ نادرہ نے ہم لوگوں کے لئے اپنے آپ کو فنا ہی تو کر رکھا تھا۔ آخر ہم سے

اسے کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا ؟ کیا توقع ہو سکتی تھی اسے ہم سے —— ؟ — کچھ نہ
صبح شام کی محنت کے سوا اور کمال یہ کہ اس محنت کے باوجود کیا مجال ہے جو
بھی چہرہ پر کسل کے آثار پیدا ہو جائیں، ہر دم چوکس، ہر وقت مستعد جیسے وہ آدمی
مشین تھی جو تھکنا جانتی ہی نہیں ؛

داستانِ غم

اب تو اکتا گئی ہو گی میری یہ داستانِ درد سنتے سنتے، کیوں مہ جبین؟" جمیلہ نے کہا۔

مہ جبین مسکراتی ہوئی بولی،

"ہٹو بھی، ایسی باتیں نہ کیا کرو، کہے جاؤ، ہم سن رہے ہیں۔ خدا کی قسم تمہاری اس کہانی نے آنکھیں کھول دیں، لیکن ٹالو نہیں —— ہاں پھر!"

جمیلہ نے پھر کہانی کا ٹوٹا ہوا سلسلہ شروع کر دیا۔

"ابا کے انتقال نے اماں کو جیتے جی زندہ در گور کر دیا، میری نشاط و مسرت کی پونجی بھی غارت ہو گئی، کسی کام میں جی نہ لگتا، کوئی بات اچھی نہ لگتی، نہ ہنسنے میں لطف آتا، نہ رونے سے جی بہلتا، نادرہ گھنٹوں اور پہروں بیٹھی رہتی، میرا منہ تکا کرتی، صرف اتفاقاً کبھی دو ایک باتیں کر لیتی، لیکن محض اوپری دل سے، انعام آتے، بیٹھتے، ہنسانے کی، جی بہلانے کی کوشش کرتے، ادھر ادھر کے قصے سناتے، لیکن

کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو!

نہ انعام کی باتوں سے دل کی کلی کھلتی، نہ نادرہ کی کہانیوں سے، میں نے تو گویا اپنے کمرے
سے نکلنے کی قسم کھا رکھی تھی۔ کیا مجال ہے جو ذرا دیر کے لیے بھی باہر نکلوں۔ انعام خود
تو آجاتے، میں نہ کبھی بلاتی، نہ ان کے کمرہ میں جاتی۔ نادرہ نے اس خوبی سے آزیری
پر گھر سنبھال رکھا تھا کہ ضرورت ہی نہ پڑتی باہر نکلنے کی —— بہرحال دن گذر رہے
تھے۔ زندگی کی گاڑی کسی نہ کسی طرح چل رہی تھی، چلی جا رہی تھی۔

مہ جبیں بیچ میں یہ داستان سنتے سنتے بول پڑی۔

"سچ، نادرہ بڑی اچھی لڑکی ہے مجھے تو ایک قسم کا اُنس سا محسوس ہونے
لگا، ملانا ضرور۔ ایسی بے غرض اور مخلص لوگ کہاں ملتے ہیں اس دنیا میں!"

جمیلہ مسکرانے لگی

"ہاں ہاں ضرور ملاؤں گی، بڑی خوش ہو گی مل کر، ! —— ہاں تو میں بھی کہہ رہی تھی
دن گذر رہے تھے، زندگی کی گاڑی کسی نہ کسی طرح چل رہی تھی، چلی جا رہی تھی،
اسی اثنا میں، دبے پاؤں، اتنی آہستگی اور خاموشی سے کہ میں ذرا محسوس نہ کر
ایک عظیم الشان انقلاب ہمارے گھر میں داخل ہو گیا، جس نے میری دنیا اُجاڑ
میری حسرتوں اور آرزوؤں، تمناؤں اور امیدوں کا چراغ گُل کر دیا۔ جس نے
لوٹ لیا، تاراج کر دیا، کہیں کا نہ رکھا: جس نے مجھ سے سب کچھ چھین لیا، حتیٰ کہ
زندگی کے ولولے بھی بلکہ زندگی بھی، پھر کچھ نہیں رہ گیا، میرے پاس !"

یہ کہتے کہتے جمیلہ کی آنکھیں آب گوں ہو گئیں، اس کے خوب صورت
اور نازک ہونٹ اس طرح لرزنے لگے جیسے تیز و تند ہوا میں پتیاں لرزنے لگتی
اس نے پلو سے آنسو پونچھے، لیکن وہ پھر بہنے لگے۔ مہ جبیں اس منظر سے بہت

متاثر ہوئی، وہ بڑی رقیق القلب تھی۔ اس کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے، اور پلکوں کی نوک پر اس طرح لرزنے لگے جیسے شبنم کا قطرہ۔ جمیلہ نے مہ جبیں کی یہ کیفیت دیکھی تو اپنا حال بھول گئی۔ بے تابی سے پوچھا،

"رونے کیوں لگیں؟ کچھ پاگل ہوئی ہو؟"

مہ جبیں نے پہلو بدلتے ہوئے کہا

"تمہارے آنسو دیکھ کر بیساختہ میری آنکھیں بھی بھر آئیں، لیکن جمیلہ روتی کیوں ہو؟ یہ دنیا لوگوں سے چھینتی بہت ہے، دیتی کم ہے۔ ایسے لوگوں کو کڑھانے اور ستانے میں مزہ آتا ہے۔ اگر ہم جیسے بدقسمت، آشفتہ حال اور پریشان روزگار لوگ نہ ہوں تو اس کی رونق ختم ہو جائے۔ سچ کہتی ہوں جمیلہ، اس دنیا کی رونق قہقہوں اور چہچہوں، جام شراب اور شور مسرت سے نہیں ہے، ہمارے آنسوؤں سے ہے، آہوں سے ہے۔ ہم برباد ہوتے ہیں، یہ خوش ہوتی ہے، ہم لٹتے ہیں، یہ شادیانے بجاتی ہے، ہم روتے ہیں یہ ہنستی ہے۔ ہم پر ڈاکہ پڑتا ہے، اس کی جھولی بھر جاتی ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ حالات سے دل گرفتہ ہو کر چپ چاپ بیٹھی ہوں کہ یکایک آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ میں نے اپنے دل سے پوچھا، اس رونے سے حاصل کیا؟ اس سے فائدہ کیا ہوگا؟ یہ قیمتی پونجی کس لئے اور کس کے لیے ضائع کی جا رہی ہے! ان آنسوؤں کی قیمت چند سفاکانہ اور بیہودہ قہقہے ہیں اور بس، کیا یہی قسمت ہے جس کے لیے میں اپنا خون جگر آنکھوں کے راستے پانی کی طرح بہا رہی ہوں؟ نہیں مجھے رونا نہیں چاہیئے۔ میں نہیں روؤنگی، پھر میرا دل تھم گیا، آنسو رک گئے، اور وہ کیفیتِ اضطراب دور ہو گئی۔ میری جمیلہ، میں تم سے

یہی کہتی ہوں، مت رو، اپنے آنسوؤں کی قیمتی پونجی سفاک اور بے رحم دنیا کے
نہ بکھیرو۔ یہ اگر ہمیں خوشی نہیں دے سکتی، تو ہم اسے اپنے آنسو دے کر کیوں خ
کریں؟"

جمیلہ مہ جبین کی باتیں سن کر بولی،

"ہاں، کہتی تو سچ ہو!"

مہ جبین نے کہا:

"تو وعدہ کرو، اب کبھی نہیں روؤ گی!"

جمیلہ مسکرانے لگی،

"کرتی ہوں وعدہ، لیکن یہ تو سوچو، رونے پر بس کس کا ہے؟ ہنسی روکی
سکتی ہے، لیکن رونا نہیں روکا جا سکتا، قہقہہ روکا جا سکتا ہے، آہ پر بس نہیں چلتا،
ضبط کی جا سکتی ہے، لیکن غم؟ ——— وہ خود بولنے لگتا ہے۔"

جمیلہ کی اس تقریر نے مہ جبین کو قائل کر دیا۔

"ہاں، ہے تو یہی بات ——— خیر ہو گا، تم رک کیوں گئیں، اپنی داستان
کہے جاؤ، ——— بتاؤ وہ انقلاب کیسے آیا جس نے تمہاری امیدوں اور حسرتو
کے چراغ بجھا دیئے ——— یہ میں اس لیے نہیں پوچھ رہی ہوں کہ کوئی دلچسپ
کہانی ہے جس کے سننے میں لطف آ رہا ہے دن کٹ رہا ہے، جی بہل رہا ہے
نہیں جمیلہ یہ بات نہیں، میں خود بھی زمانے کی ستائی ہوئی ہوں، میرا بھی نصیب
لٹ چکا ہے، تباہ ہو چکا ہے، تم تو بہر حال ایک ایسی زندگی کی مالک ہو جو اگر
آسودہ نہیں، ایک مستقل حیثیت تو رکھتی ہے، لیکن میری زندگی ——— وہ

صرف تاریکی ہے، صرف ناکامی ہے، صرف حسرت ناتمام ہے، اس میں کوئی روشنی نہیں، کوئی آسودگی نہیں، کوئی سکون نہیں، مسلسل اور آنکھوں کو اندھا کر دینے والی تاریکی ہے، تمہاری کہانی سن کر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ایک ہمدرد دل گیا، ایک غمگسار قسمت نے بھولے سے مہیا کر دیا۔ جب تک تمہیں نہیں دیکھا تھا، تم سے نہیں ملی تھی، تمہاری باتیں نہیں سنی تھیں، میری زندگی گونگی تھی' بہری تھی، اندھی تھی' جب سے تم ملی ہو، جب سے تمہاری باتیں سنی ہیں، اس زندگی نے کچھ کچھ بولنا سیکھ لیا ہے، بکسی حد تک سننے لگی ہے، کسی قدر دیکھنا بھی آگیا ہے اسے !"

جمیلہ ہنسنے لگی،

"ہشت بھی ——"

مہ جبین نے سنجیدگی سے کہا،

"نہیں جمیلہ، میں جھوٹ نہیں کہتی؛"

جمیلہ نے تائید کی،

"جھوٹ تو نہیں کہتیں، یہ مانتی ہوں، لیکن باتیں بنانا خوب جانتی ہو، اس سے تم بھی انکار نہیں کر سکتیں !"

مہ جبیں بولی،

ہسپتال کی یہ زندگی بھی ختم ہونے والی ہے، خدا نے اماں جی کو اچھا کر دیا، اب چند روز میں ہم چلے جائیں گے، پھر تم کہاں ملو گی، تم سے کاہے کو ملاقات ہو گی۔"

جمیلہ کی تیوریاں چڑھ گئیں۔

"کیول، کیا تم اس شہر سے باہر جا رہی ہو کہیں؟"

"نہیں تو، — باہر کہاں جانے لگے ہم لوگ؟ اور ٹھکانہ ہی کہاں ہے"

"پھر ایسی بات کیوں کہی تم نے؟ میں تمہارے پاس آتی رہوں گی، تم بھی
ہاں آیا کرنا، یہ چاہ کا جو رشتہ ہم میں یک بیک، اور بظاہر بغیر کسی وجہ کے
ہو گیا ہے، ٹوٹ نہیں سکتا، یہ زندگی کی آخری سانس تک قائم رہے گا، ہاں یہ اور
بات ہے کہ مہ جبین بیگم، میر شرافت حسین کی دختر بلند اختر، غریب، فقیر، تباہ
اور بد قسمت جمیلہ سے ملنا نہ پسند کریں۔ اس سے ملنا اپنی توہین سمجھیں، پھر تو
ہے، میں کچھ نہ کہوں گی، چپ ہو رہوں گی، نہ کبھی خود حویلی تک آنے کی ہمت
کروں گی، نہ یہ آس لگاؤں گی کہ وہ میرے غریب خانہ کو رونق بخشیں، ذرا دیر کے
لیے!"

مہ جبین نے بڑے زور سے ایک چٹکی لی جمیلہ کے، وہ بلبلا گئی۔

"ارے ارے —"

مہ جبین مسکراتی ہوئی بولی، پھر نہ کہو گی ایسی بات — ؟ بتاؤ، ورنہ دوسری
چٹکی اس سے زیادہ زوردار ہو گی!"

جمیلہ ہنسنے لگی،

"نہیں، اب ایسی غلطی نہیں ہو گی!"

"جاؤ، معاف کر دیا، مگر اپنا یہ اعتراف جرم یاد رکھنا"

"جب تک یہ نیل ڈالنے والی چٹکی یاد رہے گی، اعتراف جرم بھی یاد
رہے گا!"

"اس کے بعد بھول جاؤ گی؟" ـــــ تو کیوں نہ دو تین چٹکیاں ایسی لے
لوں کہ نیل کا نشان زندگی بھر کا ساتھی بن جائے اور یہ اعترافِ جرم کبھی نہ بھول سکو"

جمیلہ نے منہ بنا کر کہا،

"نہیں، خدا کے لیے نہیں"!

اور پھر دونوں ہنسنے لگیں۔

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے!

جمیلہ اور مہ جبیں، وہیں ہسپتال کے برآمدہ میں آمنے سامنے بیٹھی تھیں
سہ پہر کا وقت تھا، چائے کی پیالیاں دونوں کے سامنے رکھی تھیں، فخر النساء بیگ...
اپنے کمرہ میں چادر اوڑھے، چپ چاپ لیٹی نہ جانے کیا سوچ رہی تھیں۔ ان کے کا...
میں کبھی کبھی جمیلہ اور مہ جبیں کے باتیں کرنے اور ہنسنے کی آواز آجاتی، لیکن وہ
اپنے خیال میں کچھ ایسی منہمک تھیں کہ ادھر زیادہ توجہ نہ کرسکیں اور ویسے بھی ان کی عا...
نہیں تھی کہ دوسروں کی باتیں کان لگا کر سنتیں۔

"ہاں وہ انقلاب صاحب جو تمہارے گھر میں گھس آئے تھے، ان کا ذکر تو ادھو...
ہی رہ گیا، کیا کیا کارنامے انجام دئیے انہوں نے یہ بھی بتاؤ۔"

"وہی تو کہہ رہی تھی!"——

یہ کہکر جمیلہ نے سلسلہ شروع کیا۔

ہوا یہ کہ کچھ دنوں کے بعد انعام کے رویہ میں کچھ تبدیلی ہوگئی، اب وہ ا...
جی کی تو بات بھی نہ پوچھتا، میرے کمرے میں بھی آتا تو گھڑی دو گھڑی کو، بلکہ زیاد...

تو ایسا ہوتا کہ کھڑے کھڑے دو چار باتیں کیں، اور کثرتِ کار کا عذر کر کے چلا گیا۔
کثرتِ کار کے باعث چلا جانا یا کم باتیں کرنا کوئی ایسی بات نہیں تھی جس کی میں شکایت کرتی، یا جسے محسوس کرتی، پہلے بھی ایسا بارہا ہو چکا تھا، لیکن جو چیز میں نے محسوس کی وہ یہ تھی کہ اب اس میں وہ گرم جوشی، تپاک، سرگرمی، بے تکلفی اپنائیت اور ولولہ نہیں رہ گیا تھا، جو پہلے اس کی آنکھوں سے، باتوں سے، طور طریقوں سے جھلکتا تھا اس کے بجائے کچھ بے دلی سی محسوس ہوتی، کچھ تصنع سا، ایسا معلوم ہوتا جیسے اپنے آپ کو، یا مجھے دھوکہ دینے کے لیئے آگیا ہے۔ ورنہ آنا نہیں چاہتا تھا کئی دفعہ جی میں آیا کہ پوچھوں کیا بات ہے، نہ جانے یہ میری کمزوری تھی، یا خود داری لیکن پوچھ نہ سکی، زبان کے آگے آکر بات ٹوٹ گئی!

اس اثنا میں مجھے بھی بخار آگیا، تھا تو ملیریا، لیکن اس نے میرا سارا کس بل نکال دیا اماں جی پہلے ہی چارپائی سے لگی ہوئی تھیں، میں نے سوچا بیچاری نادرہ کب تک اس گھر کا کام یوں ہی کرتی رہے گی، حد ہوتی ہے ہر بات کی، گو وہ منہ سے کچھ نہ کہے لیکن کسی کے اخلاق، مروّت اور شرافت سے زیادہ فائدہ نہیں اٹھانا چاہیئے۔
اتفاق کی بات دلاری آگئی۔

مہ جبیں نے پوچھا،

"دلاری کون؟"

جمیلہ نے بتایا

ایک بوڑھی عورت تھی، کبھی کبھی آکر میرے اور اماں جی کے ناخن تراش جاتی یا پانی گرم کر کے، نہلا دھلا دیتی، روپیہ آٹھ آنے انعام کے طور پر ہم دے دیتے

دعائیں دیتی خوشی خوشی چلی جاتی۔ دلاری سے میں نے کہا۔

"اماں جی تو چارپائی سے لگی پڑی ہیں، میں خود بھی بیمار پڑی ہوں، نادرہ بیو
ابا جی کے انتقال کے بعد سے گھر سنبھالے ہوئے ہے، کسی پر حد سے زیاد
بوجھ ڈالنے اچھا نہیں معلوم ہوتا، کچھ دنوں کے لئے تم ہی آجاؤ اور گھر کو سن
لو، کھانے کے علاوہ بیس روپے مہینہ بھی لے لینا، پھٹے پرانے کپڑے تو
ہی لے جاتی ہو!"

وہ تو جیسے منتظر ہی تھی اس پیشکش کی، بڑی خوشی سے راضی ہوگئی،

"ہاں بیٹی آجاؤں گی!"

میں نے پوچھا،

"تو کب سے آؤ گی؟"

وہ بولی،

"جب سے کہو ——— آج ہی شام کو اپنا بستر لے آؤں گی، کل س
کام شروع کردوں گی۔"

وہ خوشی خوشی چلی گئی، بات ختم ہوگئی!

دوپہر کے کھانے کے بعد میں نے نادرہ سے کہا،

بہن! تمہارے احسانات کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں؟ تم نے ہمارے
وہ کیا ہے جو سگی بہن بھی نہیں کرسکتی۔ اس نیکی کا اجر خدا ہی دے گا تمہیں!"

میرے اظہارِ شکریہ پر وہ روٹھ گئی۔

"دیکھو حمیدہ بہن! یہ غیریت کی باتیں ہمیں پسند نہیں!"

میں نے کہا،

"اب تو تم اپنے خلوص کا ایسا سکہ بٹھا چکی ہو ہم سب پہ کہ غیریت کا سوال
زندگی بھر نہیں پیدا ہو سکتا، کل ہی تو اماں جی کہہ رہی تھیں کہ "میری دو بیٹیاں ہیں، ایک
جمیلہ دوسری نادرہ"!"

میں نے پوچھا،

"نادرہ بھی بیٹی ہو گئی آپ کی؟"

"خفا ہو کر بولیں،

"اور کیا تو ہی ہے؟"

میں نے چھیڑتے ہوئے پوچھا

"اچھا، ہم دونوں میں زیادہ کسے چاہتی ہو؟"

کہنے لگیں،

دونوں کو برابر، اور اگر زیادہ پوچھ گچھ کرے گی تو پہلے نادرہ پھر تو!"

میری یہ باتیں سن کر نادرہ خاموش ہو گئی، باچھیں کھل گئیں، اس کی، کہنے لگی،

"پھر بھی ایسی غیروں کی سی باتیں کرتی ہو، ویسے مجھے کرنا ہی کیا پڑتا ہے؟
کیا اپنا گھر نہیں سنبھالتی۔ اپنے گھر کا کام نہیں کرتی؟"

میں نے کہا،

"ہاں، یہ تو ٹھیک ہے، لیکن اب ذرا آرام کرنا چاہیئے تمہیں!"

یہ سنتے ہی اس کا چہرہ فق ہو گیا، کہنے لگی،

"آرام کرنا چاہیئے مجھے؟

میں نے کہا،

"ہاں سستا لو کچھ دن !"

وہ بولی،

"لیکن میں نے کبھی بھی تھک جانے کا شکوہ نہیں کیا تم سے، پھر میرے ر
اور آرام کرنے کا خیال کیوں آیا تمہیں ؟"

میں نے جواب دیا،

"تم کچھ نہ کہو، تو کیا میں نہ کچھ دیکھتی ہوں، نہ سمجھتی ہوں، مجھے بھی تو کچھ سوچ
میں نے بڑی سچائی سادگی اور خلوص سے یہ بات کہی تھی، لیکن وہ بگڑ گئی
مجرم کی طرح اس کا چہرہ سفید پڑ گیا، کہنے لگی،

"کیا دیکھتی ہو، کیا سمجھتی ہو؟ کیا سوچتی ہو؟ کیا میں نے کوئی چوری کی ہے، ڈاکہ
جرم کیا؟ آخر ان باتوں کا مطلب کیا ہے۔ واہ بھئی یہ بھی اچھی رہی ــــ
الٹی شکایتیں ہونے لگیں، احسان تو گیا، !"

میں نے کہا،

"نادرہ بہن تم تو خفا ہو گئیں، شاید آج لڑ کر آئی ہو گھر میں کسی سے ؟"

وہ اور بگڑ گئی۔

ہاں بھئی اول درجہ کی لڑاکا ہوں میں تو، راہ چلتوں سے لڑتی پھرتی ہوں سا
محلہ میرے نام سے کانپتا ہے، مجھ میں کوئی خوبی نہیں، برائیوں کی پوٹلی ہوں میں
یہ باتیں ایسی خلاف توقع اور حیرت انگیز تھیں کہ میں ٹکر ٹکر اس کا منہ دیکھنے
سوچنے لگی، یہ وہی بے زبان عورت ہے جو میرے سامنے بات کرتے لجاتی

...امنہ تکا کرتی تھی، کہ میں اس سے بات کروں، آج اسے ہو کیا گیا ہے ؟ یہ بات
...ں پڑ رہا ہے کیوں رہی ہے ؟ بہر حال میں لڑنے کے موڈ میں نہیں تھی، میں نے
...اتے ہوئے کہا،

"چاہے جیسی کڑوی کسیلی باتیں کرو، میں نہ لڑنے کی، نہ خفا ہونے کی، میرا
...ب کچھ تھا، تم کچھ سمجھیں، ؟"

...تیوری چڑھاتے ہوئے بولی،

"کیا مطلب ہے تمہارا ؟ بتاؤ تو، !"

میں نے بتایا،

"میرا مطلب یہ تھا کہ آج دلاری آئی تھی، اس گھر میں عرصہ سے آتی جاتی ہے، !"
کہنے لگی،

"ہاں میں بھی جانتی ہوں اسے، ہمارے گھر میں بھی آتی رہتی ہے، بچوں کو نہلانے
...نے اور گھر کی عورتوں اور بچوں کے ناخن تراشنے اکثر آیا کرتی ہے، !"

میں نے کہا،

"ہاں ہاں وہی، !"

"تو پھر کیا ہوا اسے ؟"

"وہ آئی تھی، میں نے کہا، نادرہ بیچاری نے سارا گھر سنبھال رکھا ہے، اپنے
...کے بھی سارے کام کرے، یہاں بھی ایک ایک چیز پر نگاہ رکھے، رات کو جب
...انجام نہ آجائیں، سارے کام چھوڑے، بیٹھی رہے۔ پھر انہیں کھلا پلا کر جائے
...چا نہیں لگتا، وہ تو اپنی زبان سے کچھ نہیں کہتی، بلکہ خوشی سے سب کچھ کرتی ہے۔

لیکن میں اب اسے زیادہ عرصہ تک برداشت نہیں کر سکتی۔ ایسا کیوں
آجاؤ کچھ دنوں کے لیئے، کھانے کے علاوہ بیس روپے مہینہ تنخو
سے رہنا؛ وہ راضی ہو گئی۔ شام کو اپنا بستر لے کر آجائے گی، کل سے ا
دے گی!"

نادرہ بڑے غور سے میری یہ باتیں سنتی رہی پھر بولی،

"تو کل سے میں نہ آؤں؟"

اس سوال پر میں پھر اسے حیرت سے دیکھنے لگی، میں نے کہا،
"کیسی باتیں کرتی ہو؟ کل سے نہ آؤں کا کیا مطلب؟ کیا یہ گھر صرف
نہیں ہے؟ کیا ہمارا تعلق صرف غرض اور مطلب کی بنیاد پر تھا کہ ج
تم کام کرتی رہیں، اس گھر کے دروازے تمہارے لیے کھلے رہے
کام چھوڑا، یہاں کے دروازے بھی بند ہو گئے؟ تم تو اب میری
اب ہمارا تمہارا زندگی بھر کا ساتھ ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے
ہمیشہ کے لیے ساتھی بن چکے ہیں۔ ایسا غلط اور تکلیف دہ خیال تمہار
کیوں آیا؟ نادرہ تم تو ایسی باتیں کبھی نہیں کرتی تھیں، آج تمہیں کیا
خدا کے لیے مجھے سمجھو، میرا مطلب یہ ہے کہ مجھے غلط نہ سمجھو!"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا، مسکرانے لگی،

لیکن اس تبسم میں خوش دلی نہیں تھی۔ یہ مصنوعی قسم کا تبسم تھا صا
تھا، میری باتوں سے وہ مطمئن نہیں ہوئی، میں نے جو کچھ کہا ہے ا
ہے۔ اس کا خیال ہے کہ میں اس گھر میں اس کا آنا اور کام کرنا پسند

۱۴۶

میں نے پھر اس کے خیالات بدلنے کی کوشش کی،

"کیوں نادرہ ــــــ"

وہ میری طرف دیکھنے لگی، لیکن خاموش ذہنی کشمکش اس کے چہرے سے صاف طور

پر عیاں تھی، میں نے کہا،

"خفا ہو گئیں!"

وہ بولی،

"نہیں خفگی کی تو کوئی بات نہیں، ــــــ البتہ اپنی قدر و قیمت معلوم ہو گئی، مجھے

اچھا سبق ملا ہے آج، اسے زندگی بھر یاد رکھوں گی" ایک ٹھنڈی سانس لیکر

"یہی ایسا ہی ہوتا ہے!"

کمزوری اور نقاہت کے باعث میں بہت نڈھال ہو رہی تھی، پھر بھی اٹھ

اس کے پاس گئی۔ اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور محبت بھرے لہجے میں کہا

"نادرہ کیا ہو گیا ہے آج تمہیں ــــــ کیا تم میری بہن نہیں ہو؟"

اس نے اپنا کندھا میرے ہاتھ کے نیچے سے ہٹا لیا اور ذرا پرے ہٹتے ہوئے

بولی،

"کیوں نہیں!"

نادرہ کے یہ چھوٹے سے دو لفظ کتنے سخت اور تلخ تھے۔ اپنے تلفظ اور لب

و لہجہ کے اعتبار سے انہیں بیان نہیں کر سکتی، بعض باتیں صرف محسوس کی جا سکتی ہیں

سمجھائی نہیں جا سکتیں!"

مہ جبین بولی،

"میں تو یہ سوچ رہی ہوں نادرہ کو ہو کیا گیا تھا، سچ کہتی ہوں میرے
تو اس کی محبت پیدا ہو گئی تھی، لیکن ان باتوں سے تو معلوم ہوتا ہے وہ
— بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی؟ اس بات پر روٹھنے اور خفا ہونے
معنی؟"

جمیلہ نے کہا،

"ہاں جبین، یہی میں نے سوچا تھا، لیکن بعد میں ساری حقیقت روشن ہو

"حقیقت —؟"

"ہاں، — جگر فگار اور روح فرسا حقیقت"!

"یعنی —؟"

"ذرا صبر کرو، سب کچھ سن لوگی، لیکن جس ترتیب سے میں یہ قصہ بیان کر
ہوں اس میں سوال کر کر کے خلل نہ ڈالو!"

"اچھا میں نہیں پوچھتی کچھ — کہے جاؤ"!

جمیلہ نے پھر داستان گوئی شروع کر دی،

بڑی دیر تک میں نادرہ کو منانے اور سمجھانے کی کوشش کرتی رہی، لیکن
طرح مشہور ہے کہ جو سوتا ہو، اسے جگایا جا سکتا ہے، جو جاگ رہا ہو، اسے
جگائے؟ اسی طرح جو سمجھنا چاہے، اسے سمجھایا جا سکتا ہے جو نہ سمجھنا چاہے
اسے کوئی بھی نہیں سمجھا سکتا۔ وہ نہ سمجھنے کا فیصلہ کر چکی تھی، پھر میں کس طرح
بات اس کے دل میں اتار دیتی۔

جب میں نے دیکھا کہ میری کوئی بات اس پر اثر نہیں کرتی تو خاموش

آخر کب تک اپنا سر کھپائے جاتی ؟"

مہ جبین نے تائید کی

"ہاں اور کیا !"

جمیلہ بولی،

"تھوڑی دیر بعد وہ جانے کے لیے اُٹھی، میں نے روکا،

"کہاں جاتی ہو؟ بیٹھو !"

وہ جاتے جاتے دروازہ سے بولی،

"گھر کا کام یونہی چھوڑ آئی تھی، اب جانے دو، پھر آؤں گی شام کو۔"

میں نے بھی زیادہ اصرار کرنا مناسب نہ سمجھا، خاموش ہو گئی - اور وہ چلی گئی۔

ایں گلِ دیگر شگفت

حسبِ وعدہ وہ شام کو آئی، لیکن تھوڑی دیر کے لیئے، ذرا دیر میرے پاس
پھر باورچی خانہ میں جا کر کچھ پکایا ریندھا، اور سب کو کھلا پلا کر، حسبِ معمول چلی گئی
وقت تھوڑی دیر میرے پاس ضرور بیٹھی تھی، آج رخ بھی نہ کیا، آٹھ بجے رات
دلاری آگئی، بستر ساتھ تھا، میں نے کہا،

"بڑی دیر کر دی ہوا تم نے، — اتنی رات گئے آئی ہو" وہ ہنسنے لگی

ابھی تو ساڑھے آٹھ بجے ہیں، ابھی سے اتنی رات آگئی بٹیا؟"

میں خاموش ہو گئی۔ دلاری نے بستر ایک کونے میں جماتے ہوئے کہا،

"میں تو جلدی ہی آجاتی، لیکن وہ ہیں نا منشی جی" ان کے ہاں دیر ہو گئی"

میں نے پوچھا،

"منشی جی کون؟ وہی ہمارے پڑوسی؟ — نادرہ کے ابا!!"

کہنے لگی،

"ہاں بیٹی وہی!"

"مجھے کچھ کُریدسی ہوئی، میں نے پوچھا،

"وہاں کیوں گئی تھیں ؟"

اس نے جواب دیا،

"بہت دنوں سے ڈیڑھ روپیہ ان کی بیوی پہ باقی چلا آرہا تھا، میں نے کہا وہی

لے آؤں جاکر!"

میں نے پوچھا

"مل گیا؟"

کہنے لگی

"کہاں ملا ـــــ وہی پرانی عادت آج کل آج کل!"

مجھے بڑی حیرت ہوئی

"ڈیڑھ روپے کے لیئے آج کل؟"

وہ ہنسنے لگی،

"ہاں بیٹا، اس گھر کا ہمیشہ سے یہی دستور ہے" لیکن مزے کی بات یہ ہوئی

کہ مجھ سے کہنے لگیں ہمارے ہاں نوکری کرلے۔ میں نے دل میں سوچا یہ لے مار

لوگ مجھے کیا نوکر رکھیں گے؟ پھر بھی پوچھا۔

"کرتو لوں، لیکن دوگی کیا بی بی؟"

کہنے لگیں

"جو تو مانگے گی!"

میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا،

"چالیس روپے لوں گی، یہ کہے دیتی ہوں،" — "اے بیٹی، یہ سنتے ہی ا
کہنے لگیں،

"منظور ہے ہمیں!"

مجھے کچھ ان کی نوکری تو کرنی نہیں تھی، میں نے ایک اور نئی شرط پیش کردی،

"ایک مہینہ کی تنخواہ پیشگی چاہیئے مجھے،!" — اے بیٹی، یہ سننا تھا ک

فوراً چالیس روپے لاکر میرے سامنے رکھ دیئے۔ میں دل میں ہق دق کہ یا اللہ یہ ماجرا کیا ہ

کہاں تو ڈیڑھ روپے کے لیئے مہینوں سے رکھڑائی جارہی ہوں، کہاں پیشگی تنخواہ کی مد میں

ایک نہ دو، پورے چالیس روپے ڈھیر کردیئے انہوں نے، اب تو میں بہت ست

پٹائی، نوکری کرنا تھی نہیں، آخر میں نے کہدیا،

"میں تو یوں ہی کہہ رہی تھی بی بی، — آج ہی ایک اور جگہ میں نے وعدہ کرلیا

ہے۔ یہاں سے اُٹھ کر وہیں جاؤں گی،! وعدہ نہیں کرتی تو آسکتی"

میرا یہ کہنا غضب ہو گیا، ایسا بگڑی ہیں ایسا بگڑی ہیں وہ وہ ملاحیاں سنائی ہیں ک

میں تو منہ دیکھتی رہ گئی۔ بہرحال انہیں جواب کیا دیتی؟ واپس آنے کے لیے اٹھی تو

کہتی کیا ہیں،

"اب کبھی قدم نہ رکھنا اس گھر میں، ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا!"

میں نے جواب دیا،

"نہیں آؤں گی، لاؤ میرا ڈیڑھ روپیہ رکھ دو!"

صاف انکار کر دیا،

"نہیں دیں گے، جاؤ عدالت سے ڈگری لاؤ"

میں نے سوچا ان کیسے منہ کیا لگوں، چلی آئی۔"

دلاری کی یہ باتیں سن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی، حیرت اس پر ہوئی کہ چالیس روپے مہینہ کی پیش کش نادرہ کی ماں نے کس برتے پر کر دی؟ اتنے ڈھیر سے روپے ان کے پاس آ کہاں سے گئے؟

مہ جبین نے پوچھا

"کیوں؟ — کیا بہت غریب لوگ ہیں؟"

جمیلہ نے بتایا،

"ہاں بھئی — منشی صاحب کی تنخواہ، میرا خیال ہے کہ چالیس روپے سے زیادہ نہ ہو گی!"

مہ جبین نے کہا

"پھر تو واقعی بڑا حوصلہ دکھایا، نادرہ کی اماں جان نے!"

جمیلہ بولی،

"ٹھیک ہے، لیکن ذرا یہ تو سوچو، یہ حوصلہ کیوں دکھایا؟ کہاں تو یہ حال کہ گھر کا سارا کام نادرہ کرتی تھی، بلکہ ہمارے ہاں کا بھی سارا کام امی نے اپنے دوش ناتواں پر لے رکھا تھا، کہاں ایک دم یہ حالت کہ چالیس روپے ماہوار پر ملازمہ رکھی جا رہی ہے — آخر یہ ہُن کہاں سے برسنے لگا؟ یہ دولت کہاں سے ٹوٹ پڑی؟"

مہ جبین نے کچھ سوچتے ہوئے کہا

"یہی تو میں بھی سوچ رہی ہوں!"

جمیلہ نے مسکراتے ہوئے کہا،

"آگے بڑی دلچسپ داستان ہے، سنتی جاؤ!"

قسمت کا چکّر

صبح ابھی ہم لوگ سو ہی رہے تھے کہ دلاری اٹھی، اور باورچی خانہ کا چارج لے
لیا، برتن دھوئے، جھاڑو دی، چولھا جلایا، اور ناشتہ تیار کرنے لگی۔ وہ ابھی ناشتہ
تیار کر ہی رہی تھی کہ انعام میرے کمرہ میں آئے، چہرہ پر کچھ عجیب طرح کی کیفیت تھی،
معلوم ہوتا تھا، رات بھر نہیں سوئے ہیں یا اگر سوئے ہیں تو بہت کم، اتنے ناوقت ان
کا آنا ہی کچھ کم حیرت انگیز نہ تھا، کہاں وہ اس شان جلال کے ساتھ، میں اٹھ کر بیٹھ گئی
کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے میں نے کہا،

"آؤ، بیٹھو!"

وہ خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا۔

"آج اتنے سویرے کیسے آ گئے ادھر؟"

کہنے لگے،

"دوکان بیچ رہا ہوں"!"

میں نے پوچھا،

"ابھی سے ؟"

جواب دیا ،

"ہاں ، ذرا انکم ٹیکس کے حسابات ٹھیک کرنا ہیں ، جلد ہی جانا چاہیئے۔"

بات کی معقولیت میری سمجھ میں آ گئی ، پھر بھی دل نے یہ گوارا نہ کیا کہ یونہی بغیر ناشتہ کئے چلے جائیں ۔ میں نے پُر اصرار لہجہ میں کہا ،

"اتنی جلدی بھی کیا ہے ناشتہ تو کر لو !"

ناشتہ کا نام سن کر چڑ گئے ، فرمایا ،

"نہیں ، ناشتہ نہیں کروں گا !"

"کیوں آخر ؟"

"بس نہیں کروں گا !"

"کوئی وجہ بھی تو ہو گی ، اس کی"

"کس نے تیار کیا ہے ناشتہ ؟"

یہ سوال سن کر میرا ماتھا ٹھنکا ، میں نے بتایا ،

دلاری نے !"

برا سا منہ بنایا ،

"بڑی گندی عورت ہے ، نہ اس کے ہاتھ کا ناشتہ مجھے منظور ہے نہ کھانا ، آخر تم نے اسے رکھ کیوں لیا ؟"

میں نے کہا ،

"ضرورت تھی ، اس لیے رکھ لیا ، آخر گھر کا کام کون کرتا ؟ اماں جی بستر سے ہل نہیں

سکتیں، میں ابھی تک کمزور ہوں، دو قدم چلتی ہوں تو چکر آجاتا ہے، اس نے آتے ہی
سارا گھر سنبھال لیا:"

بڑے تیکھے لہجہ میں دریافت فرمایا،

" اور نادرہ جو سنبھالے ہوئے تھی سارا گھر؟"

میں نے کہا،

" میں بھی جانتی ہوں، لیکن وہ کوئی ہماری نوکر تو نہیں ہے؟ کب تک اس سے کام
لیتی رہوں، غیرت بھی تو کوئی چیز ہے، انسانیت بھی تو کوئی چیز ہے، کسی کی شرافت
سے اتنا ناجائز فائدہ تو نہیں اُٹھانا چاہیئے کہ وہ خود گھبرا جائے!—

میری ایک بات بھی ان کے دل کو نہ لگی،

" واہیات!" جب نادرہ کو کوئی اعتراض نہ تھا، تو تمہیں اس سے اتنی
ہمدردی کی کیا ضرورت تھی؟"

میں نے کہا،

" یہ میری شرافت کا تقاضہ تھا!"

کہنے لگے،

" شرافت نہیں، اسے کم ظرفی کہتے ہیں۔"

زندگی میں پہلی مرتبہ میں نے انعام کے منہ سے اتنا تلخ لفظ سُنا تھا، زندگی میں انعام
نے پہلی مرتبہ میرے منہ پر مجھے کم ظرف کہا تھا۔ میرا دل دھڑکنے لگا، میرا بدن کانپنے
لگا، میری آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ سر گھومتا ہوا معلوم ہوا، لیکن میں نے
اپنے آپ کو سنبھالا،

"کیا کہا آپ نے؟"

میرے اس سوال پر کچھ شرمندہ سے ہو گئے، بات کا پہلو بدل کر کہنے لگے

میرا مطلب یہ ہے کہ ایسی بات کیوں سوچتی ہو جس کا کوئی سر پیر نہیں، نادرہ

جس خلوص سے اتنے دنوں اس گھر کا بار اٹھایا ہے، اس پر ہمیں شکر گزار ہونا چاہیے

نہ کہ ایسا طرزِ عمل اختیار کیا جائے جس سے اسے صدمہ ہو،!"

میں سمجھ گئی - نادرہ سے ان کی باتیں ہو چکی ہیں، میں نے ابھی کوئی جواب

نہیں دیا تھا کہ فرمانے لگے،

"غضب خدا کا بیس روپے ماہوار دلاری بیگم کا وثیقہ مقرر ہوا ہے

یہ کہاں سے آئے گا؟"

ابھی پہلی حیرت دور نہیں ہوئی تھی کہ یہ دوسرا جھٹکا لگا، دلاری کی تنخواہ

ہے، یہ بات انہیں کہاں سے معلوم ہوئی؟ صرف نادرہ سے، میں نے

دوران میں یہ نہیں کہا تھا کہ اس کی تنخواہ بیس روپے ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ

سے اور ان سے بہت تفصیل کے ساتھ اور باقاعدہ گفتگو ہو چکی ہے، بلکہ شاید

رہتی ہے، اور یہ انہوں نے کیا کہا کہ تنخواہ کے روپے کہاں سے آئیں

اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ روپے مجھے یا اماں جی کو اپنی جیب سے ادا کرنے

یہ نہیں دیں گے، نہیں دینا چاہتے، کیا اب ہم اور یہ الگ الگ ہیں

اب ہمارے پاس جو کچھ ہے، وہ ان کا نہیں، ان کے پاس جو کچھ ہے

نہیں؟ میں نے کہا،

"میں سمجھی نہیں اس سوال کا مطلب؟"

بہت ناگواری کے ساتھ کہنے لگے

مطلب تو بالکل صاف ہے۔ فضول خرچی کسی حالت میں بھی روا نہیں رکھی جا سکتی، اور پھر اس کساد بازاری کے عالم میں ''!

کساد بازاری کا رونا وہ شخص رو رہا تھا جس کا بینک بیلنس مجھے معلوم تھا، ! فضول خرچی کے خلاف وہ شخص تقریر کر رہا تھا جو کئی روپے روز کے سگریٹ پی جاتا تھا، !

میں حیرت سے انعام کو دیکھنے لگی، فرمایا

''تم اب اچھی ہی ہو چکی ہو، صرف تھوڑی سی کمزوری باقی ہے، وہ بھی ہفتہ عشرہ میں دور ہو جائے گی، پھر تم اپنا کام سنبھال لینا۔ اتنی ذرا سی مدت کے لیے دلاری جیسے خانساماں کی کیا ضرورت تھی، نادرہ سے کام چل ہی رہا ہے، چلتا رہتا۔''

میں نے پوچھا،

''تو پھر اب کیا کیا جائے؟ کیا رائے ہے آپ کی؟''

بے تامل جواب دیا،

''میری رائے تو یہ ہے کہ دلاری کو جواب دے دو ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔''

اب میں بھی ہوش میں آ چکی تھی، میں نے کہا،

''یہ نہیں ہو سکتا، دلاری رہے گی اسے جواب نہیں دیا جائے گا، !''

گھور کر مجھے دیکھا، پھر پوچھا،

''کیا یہ تمہارا فیصلہ ہے؟''

میں نے استقلال کے ساتھ جواب دیا،

"جی ہاں، اٹل!"

ذرا دیر کچھ سوچا، پھر کہا،

"تو سن لو میرا بھی اٹل فیصلہ یہ ہے کہ دلاری کا پکایا ہوا کھانا نہیں
نہ ناشتہ کروں گا"

یہ کہکر جانے کے لیئے اُٹھے، جی چاہا کہ دامن پکڑ کر روک لوں، لیکن
خودداری نے اسے گوارا نہ کیا۔ اب تک وہ طنز و تعریض کے تیر چلا رہے
میں نے ایک تیر پھینکا،

"تو نادرہ کے ہاں بندوبست کیے دیتی ہوں وہاں سے پک کر آ
آپ کا ناشتہ اور کھانا، یا یہیں آکر وہ پکایا کرے گی؟"

بہت بگڑے ہوئے لہجہ میں جواب دیا،

"میر . . . ے میں آپ کوئی زحمت نہ کیجیے، میں جانتا ہوں
چاہیئے"

یہ کہا اور بجلی کی سی تیزی سے نکلے چلے گئے، جیسے میں انہیں پکڑ کر روک
ان کے جانے کے ذرا دیر بعد دلاری آگئی۔

"انعام بھیا گئے؟ بغیر ناشتہ کئے چلے گئے؟!"

میں نے کہا

"ہاں گئے!"

پوچھنے لگی،

"یہ نادرہ صبح سے یہاں کیا کر رہی تھی؟"

میں نے پوچھا،

"وہ آئی تھی؟"

کہنے لگی،

"ہاں سچ ہے نہیں ہے، انعام بھیّا سے کھسر پھسر ہو رہی تھی۔ وہ جب تمہارے کمرے میں آئے تو یہ باہر کواڑ سے لگی کھڑی کن سوئی لیتی رہی۔"

دل کا گھاؤ

"کیوں بی مہ جبین اکتا تو نہیں گئیں اس کہانی سے جو شیطان کی آنت کی ط
بڑھی جارہی !"

"تم بھی کیسی باتیں کر رہی ہو حمیدہ، ایسی کہانی نہ تو میں نے کبھی پڑھی ن
موقع ملے تو لکھ ڈالنا، ایک ناول بن جائے گا۔"

نا بھائی، میں ناولسٹ بن کر کیا کروں گی، دل کا یہ گھاؤ دوسروں کو دکھا
فائدہ؟ اور پھر مجھے لکھنا آتا بھی کب ہے؟ تم ماشاء اللہ لکھنے پڑھنے س
رکھتی ہو، تمہیں کبھی موقع ملے تو نام بدل کر میرا یہ افسانہ کوچہ و بازار میں پ

"جی تو چاہتا ہے کہ تم جو کچھ کہتی جاؤ، میں اسے لکھتی جاؤں، لیکن م
میں وہ زور کہاں جو تمہارے بیان میں ہے، تمہاری زبان سے جو کہانی ا
معلوم ہو رہی ہے، میرے قلم سے نکلنے کے بعد ایک بے جان سی داست
جائے گی، لیکن یہ تو بعد کی باتیں ہیں تم اپنا سلسلہ جاری رکھو، ہاں تو تمہار
صاحب بگڑ کر چلے گئے۔"!

"بڑے بے مروت اور بے وفا نکلے —— سچ ہے مرد کی عالت
ہوتی ہے! —— پھر اپنی غلطی پر بعد میں نادم بھی ہوئے یا نہیں؟"

"توبہ کرو، وہ کیا نادم ہونے، ؟"

"اکڑے رہے ؟"

"جی ہاں، ـــــ بلکہ اکڑتے چلے گئے، ناشتہ نہیں کھایا، دوپہر کو
نے پر بھی نہیں آئے، سہ پہر کی چائے بھی غائب، رات کو نو بجے تک انتظار
بی نگران کا پتہ نہیں، کوئی دس بجے کے قریب تشریف لائے سیدھے
نے کمرے میں چلے گئے، میری طرف رخ بھی نہیں کیا، دلاری بوڑھی عورت،
چاری کام کرتے کرتے تھک کر چور ہو چکی تھی، اور بے خبر سو رہی تھی۔ اُسے
جگا میں نے مناسب نہ سمجھا، کھانا نکلا رکھا تھا، میں خود کمزوری اور نقاہت کے
وجود لے کر گئی۔

منہ جبیں بول پڑی،

غلطی کی، میں ہوتی تو کبھی نہ جاتی،!"

جمیلہ نے کہا،

"نہیں میری بہن، دل بری چیز ہے، میں دل کے ہاتھوں مجبور تھی، ورنہ کیوں
جاتی؟ خیر وہاں پہنچی تو دیکھا کہ آرام کرسی پر بیٹھے ہوئے سگریٹ کا دھواں اڑا
ہے ہیں، میں نے کہا،

"بڑی دیر لگا دی آپ نے آج تو؟"

کہنے لگے

"بتا تو گیا تھا، انکم ٹیکس کے کاغذات ٹھیک کرنا تھے۔"

میں نے سوچا صبح کے واقعات کا اب اعادہ نہ ہونا چاہیئے۔ ان کا ذکر
بھی بیچ میں نہ آنا چاہیئے۔ کسی طرح انہیں راضی کر لینا چاہیئے۔ زندگی انہی کے
ساتھ بسر کرنی ہے، کیا فائدہ خواہ مخواہ کی جنگ سے، میں نے بڑی نرمی سے کہا،

"لیکن اب تو کھا لیجئے!"

بڑی بے پروائی کے ساتھ جواب دیا،

"کیا کھالوں؟ کھانا تو میں کھا آیا۔"

یہ سن کر میرے دل پر ایک گھونسہ سا لگا، مجھے بڑی تکلیف ہوئی، میں

"کہاں کھایا؟ کیا ہوٹل میں؟ وہاں کا کھانا تو بڑا خراب ہوتا ہے، صحت

ہو جاتی ہے اس سے! دوکان یہاں سے تھوڑی ہی دور تو ہے، آجا...

کے لیے"!

ایسا معلوم ہوتا تھا، میری باتوں سے کوفت ہو رہی ہے، اکھڑے اکھڑے

میں بولے،

"نہیں بھائی میں نے ہوٹل میں نہیں کھایا ہے۔"

میں نے پوچھا،

"پھر کہاں کھایا ہے؟"

کہنے لگے،

"یہاں آ رہا تھا کہ راستہ میں منشی جی مل گئے۔ باتیں کرتا کرتا ان کے گھ...

چلا گیا، کہنے لگے، کھانے کا وقت ہے، یہیں کھا لیجئے، میں نے...

مہ جبین نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا،

"ہائے غضب، نادرہ سے اتنے پینگ بڑھ چکے تھے کہ ...

وہاں پہنچ گئے؟"

جمیلہ نے تائید کی،

"ہاں اور کیا، ـــــ میں یہ سن کر سن ہو گئی جیسے سارے بدن کا لہو...

نچوڑ لیا ہو، جی چاہتا تھا کہ زمین پھٹ جائے اور میں اس میں سما جاؤں"

مہ جبین نے کہا،

"واقعی بڑا دکھ ہوا یہ باتیں سن کر، کیوں جمیلہ النساء کی اس طرح بھی کایا پلٹ ہو سکتی ہے!"

جمیلہ نے جواب دیا،

"انسان سب کچھ کر سکتا ہے، —— اور میری بھولی بہن تمہیں اتنا ہی سن کر دکھ ہوا۔ اس کے بعد جو کچھ گذری، وہ اس سے کہیں زیادہ دلخراش اور لرزہ خیز ہے!"

"اس بے وفا انعام کے ہاتھوں —— ؟"

"ہاں، —— !"

خدا سمجھے ایسے لوگوں سے، !"

"نہیں، بد دعا نہ دو، میں کسی کا برا نہیں چاہتی —— انعام کی یہ باتیں سن کر میرا کلیجہ منہ کو آ گیا، غصّہ بھی آیا، صدمہ بھی ہوا، جی چاہا کہدوں، اگر آپ نے کھانا دھا کھایا ہے تو بستر بھی اٹھائیے اور وہیں تشریف لے جائیے، لیکن اماں جی کا خیال آ گیا، وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں گرفتار تھیں، میں نے سوچا، اگر بات بڑھی، اور اماں جی کے کانوں تک بھنک پہنچی تو وہ بے موت مر جائیں گی، ہر غم برداشت کر سکتی ہیں مگر انعام کی بے وفائی اور غداری کا غم نہیں برداشت کر سکیں گی، اپنی طبیعت پر جبر کر کے میں نے پھر صلح کا جھنڈا بلند کیا۔

"اب صبح بھی آپ آج کی طرح کہیں بے ناشتہ کیئے نہ چلے جائیے گا ؟"

دوسرا سگریٹ سلگاتے ہوئے فرمایا،

"نہیں بھائی، میں ناشتہ نہیں کروں گا!"

اس انکار کی تلخی کو میں نے شہد کی طرح پی لیا۔

"واہ، کہیں ایسا ہو سکتا ہے، —— نہیں جا سکتے آپ بغیر ناشتہ کیئے!"

میرے اس تحکم سے جس پہ وہ کبھی صدقے قربان ہوا کرتے تھے، ذرا بھی
نہ ہوئے، بیگانگی کے لہجہ میں کہا،

"نہیں، ـــ یہ میرا فیصلہ ہے!"

میں نے مفاہمت کی ایک اور تجویز پیش کر دی،

"اچھا آپ کا ناشتہ اور کھانا میں خود پکایا کروں گی دلاری کو ہاتھ بھی
لگانے دوں گی، اب تو ضد نہ کیجئے!"

لیکن وہ تو شاید فیصلہ کرنے پہ تلے ہوئے تھے، صاف جواب دیا

"نہیں بھائی نہیں،!"

یہ میری زبردست توہین تھی، لیکن اماں جی ـــ ل سے پھر برداشت
اور پھر بالکل ہی ہتھیار ڈال دیئے

"اچھا، دلاری صبح چلی جائے گی، میں اسے نکال دونگی!"

شاید تجویز اب بعد از وقت تھی، اس پہ بھی دل نہ پسیجا!

"بات یہ ہے کہ میں نے کھانے اور ناشتہ کا انتظام کر لیا ہے، اور کم از کم
اسے نہیں بدل سکتا، خواہ دلاری رہے یا جائے!"

میرے دل پر ایک چوٹ سی لگی، اتنی چھوٹی سی بات کو یہ اتنی اہمیت
دیں گے، اس کا مجھے وہم و گمان بھی نہ تھا، میں نے سمجھاتے ہوئے کہا،

"بات کا بتنگڑ بنانے سے کیا فائدہ؟ اب ختم کیجئے کسی طرح، آپ کی بات
جب مان لی گئی تو پھر اب یہ جھگڑا فساد کیوں؟ ـــ آخر کیا انتظام کیا ہے
نے؟ ذرا میں بھی تو سنوں،!"

کہنے لگے،

"منشی جی بڑے بھلے آدمی ہیں، ـــ!"

میں نے کہا،

"نادرہ کے باپ ہیں، بھلے وہ نہ ہوں گے تو کون ہوگا؟"

تیوری چڑھ گئی، قہر آلود نظروں سے مجھے دیکھا،

"ان کی بیوی نے مجھ سے پردہ تک نہیں کیا، سامنے آگئیں!"

میں نے تُرتا سے کہا،

"جب ان کی لڑکی نادرہ جوان اور کنواری" ہونے کے باوجود آپ کے سامنے آتی ہے، تو وہ کس منہ سے پردہ کرتیں آپ سے؟" —— اچھا تو منشی صاحب بڑے بھلے آدمی ہیں، اور ان کی بیوی آپ کے سامنے آگئیں، پردہ نہیں کیا، پھر؟ —— پھر کیا ہوا؟"

سگریٹ کو پاؤں کے نیچے رکھ کر بڑی زور سے رگڑا اور اسی گشتہ ستم کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا،

"جانتی تو ہو سب کچھ، اب بتاؤں کیا؟"

میں نے اصرار کیا،

"بتا دیجئے، آپ کی زبان سے سننا چاہتی ہوں!"

کچھ خفیف سا اثر چہرہ پر ندامت کا ظاہر ہوا،

ان تینوں کے سامنے گھر کی بات چلی، میں نے کہا، چچی جان لب گور ہیں، جمیلہ بیمار اور کمزور، یہ نادرہ بیگم سارا گھر سنبھالے ہوئے تھیں، اب یہ بھی تھک چکی ہیں، گھر کے کام کاج کے لیئے دلاری رکھی گئی ہے جس کی صورت سے مجھے نفرت ہے۔ اور ہے بھی یہی بات۔ آج دن بھر میں نے کھانا نہیں کھایا، اس وقت بھی فاقہ سے پڑا رہتا، لیکن آپ لوگوں نے اصرار کر کے کھلادیا، یہ سنکر نادرہ نے کہا، تو ایسا کیجئے ہمارے ہاں روز کھالیا کیجئے۔ میں نے کہا

"واہ، یہ کیا بات ہوئی، روز کیسے کھالیا کروں؟ مہمان ایک دن کا، دو دن کا، تین
دن کا، روز روز کا تھوڑے ہوتا ہے۔ کبھی کبھی کی بات اور ہے!، میرا یہ کہنا
تھا کہ نادرہ نے رونا شروع کر دیا، اس کے آنسو مجھ سے نہ دیکھے گئے، میں نے
وعدہ کر لیا، سوچا یہ ہے کہ مہینہ ختم ہونے کے بعد کھانے کے پیسے دے دوں گا!
——— فی الحال یہی انتظام ٹھیک ہے، پھر جب تم اچھی ہو جاؤ گی، تب دیکھا
جائے گا!"

میں نے انعام کی غیرت ابھارنے کی کوشش کی،

"لیکن یہ کتنے شرم کا مقام ہے کہ آپ گھر چھوڑ کر باہر کھانا کھائیں!"

شرم کا ہے کی، کچھ مفت کھاؤں گا، !——— بہر حال وعدہ کر چکا ہوں۔ اس
سے نہیں پھر سکتا!"

اس فیصلہ کن گفتگو کے بعد میں نے کچھ کہنا سننا بیکار سمجھا!

مہ جبین پھر خاموش نہ رہ سکی،

کان پکڑ کر گھر سے باہر کیوں نہ نکال دیا۔ بڑی بے وقوف ہو تم بھی، ایسا آدمی اس
قابل کب تھا کہ اسے گھر میں رہنے دیا جاتا، !"

"جی تو یہی چاہا تھا، لیکن اماں جی کی تصویر سامنے آگئی، چپ چاپ اپنے کمرے
میں آکر لیٹ گئی اور بڑی دیر تک روتی رہی، ان باتوں کا صاف مطلب یہ تھا کہ نادرہ
انعام کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کر رہی ہے!

آشیاں اُجڑا کیا ہم ناتواں دیکھا کیئے

بے بسی بھی بری بلا ہوتی ہے، نادرہ نے انعام کو مجھ سے چھین لیا، اور میں کچھ نہ کر سکی، نادرہ میرے سینے پر مونگ دلتی رہی اور میں برداشت کرتی رہی، نادرہ نے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مگر اس کا ہاتھ نہ پکڑ سکی، کیا یہ بے بسی کی انتہا نہ تھی؟

اب معمول یہ ہو گیا تھا کہ وہ صبح کا ناشتہ یہیں گھر میں کرتے تھے۔

مہ جبین بول پڑی

"یہ بھی اچھی رہی، آخر کیوں؟ وہیں نادرہ کے ہاں کیوں نہیں کرتے رہتے؟"

جمیلہ نے جواب دیا،

"وہاں سے آتا تھا!"

"یعنی کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ نادرہ صاحبہ بہ نفس نفیس صبح صبح یہاں ناشتہ لے کر تشریف لے آتی تھیں،!"

"اور تم اسے گوارا کرتی تھیں؟"

"پھر کیا کرتی!"

نہ آنے دیتیں اپنے گھر!"

"ہاں، یہ بڑی آسانی سے ہوسکتا تھا، لیکن پھر اماں جی کو سب کچھ بتانا پڑتا اور وہ فوراً جاں بحق ہو جاتیں!"

"واہ بھئی حد ہوگئی یہ تو، نہ نادرہ کو شرم آئی، نہ انعام صاحب کو، بھلا شریفوں کے یہ لچھن ہوتے ہیں؟ توبہ توبہ!"

"ابھی سے توبہ کر رہی ہو؟ سنتی جاؤ!"

"اب آگے کیا کروں سن کر، بس اندازہ ہوگیا!"

"نہیں جبین، سننا پڑے گا، کہانی کے کئی دلچسپ ٹکڑے ابھی باقی ہیں ——!
ہاں تو نادرہ ناشتہ لے کر صبح آجاتی، دوپہر کا کھانا دوکان پر بھیج دیتی، شام کو پھل پھلاری سے لدے ہوئے وہ خود نادرہ کے در دولت پر پہنچتے اور دس گیارہ بجے رات تک وہیں جمے رہتے!"

"دس گیارہ بجے رات تک؟"

"ہاں جی ہاں، —— ڈنر کے بعد ہی تو مجلس آرائی کا لطف ہے۔ اس سے پہلے کیسا اس سے پہلے تو یونہی رسمی باتیں ہوتی ہیں ——!"

آہا ڈنر! —— یہ منہ اور مسور کی دال، بہر خیر —— پھر؟"

"مجھ سے بول چال تقریباً بند تھی، اسی اثنا میں اماں جی فالج میں مبتلا ہوگئیں، مگر ——
اس سے آگے جمیلہ کچھ نہ کہہ سکی، رونے لگی، مہ جبین نے اس کے آنسو پونچھے اور دل دہی کرتے ہوئے کہا،

"اتنی باحوصلہ ہو کر روتی ہو؟ نہیں جمیلہ روتے نہیں!"

جمیلہ نے داستان کا سلسلہ پھر گلوگیر آواز میں شروع کر دیا۔

"اماں جی فالج میں مبتلا ہوگئیں، مگر ان کا علاج نہ ہوسکا۔ وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرگئیں!"
مہ جبین سراپا حیرت بن گئی۔ اس نے دریافت کیا۔

"کیوں، علاج کیوں نہیں ہو سکا؟ شہر میں نہ حکیموں کی کمی ہے۔ نہ ڈاکٹروں کی!"

"ہاں، یہ تو صحیح ہے، لیکن میرا ہاتھ جو خالی تھا۔ دو مہینے دلداری کے چڑھ گئے۔ تھے گھر میں جو اناج اور گھی، اور کوئلہ پہلے کا رکھا ہوا چلا آتا تھا، وہ بھی ختم ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ میرے اور اماں جی کے زیورات پہلے ہی انعام صاحب کی تجارت پر بھینٹ چڑھ چکے تھے، پھر آخر کیا ہوتا؟ نہ حکیم صاحب کا نسخہ مفت آسکتا تھا، نہ ڈاکٹر صاحب اپنی فیس چھوڑ سکتے تھے۔ خالہ جان اور ریاض ہر طرح کی مدد کر سکتی تھیں، لیکن وہ حج بیت اللہ کے لیئے جا چکی تھیں، چونکہ وہ خالو جان کا پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا، اس لیئے یہ ریاض ہی ماں کے ساتھ اپنی پریکٹس ملتوی کر کے گئے تھے۔ ان دونوں کے سوا اور میرا کون تھا؟"

"ہاں ـــ پھر کیا ہوا آخر؟ ـــ"

"وہی جو ہمیشہ سے ہم جیسے لوگوں کے لیے ہوتا آیا ہے۔ دو چار دن دلداری کے ٹونے ٹوٹکوں میں گذرے، اور ایک دن وہ اس دنیا سے سدھار گئیں ـــ مجھے تنہا اور اکیلا چھوڑ کر ـــ"

جمیلہ پھر آنسو نہ روک سکی۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش ہونے لگی ـــ اس مرتبہ بجائے اس کے کہ مہ جبین اس کے آنسو پونچھتی، اسے رونے سے منع کرتی خود بھی اس کے ساتھ رونے لگی۔ بڑی دیر تک دونوں پہ یہی کیفیت طاری رہی، پھر مہ جبین نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا،

"لیکن بہن، انعام صاحب کے پاس جو کچھ تھا، وہ تمہارا ہی تو تھا۔ اگر ان میں اتنی انسانیت نہ تھی کہ خود خیال کرتے تو تم میں اتنی جرات ہونی چاہیئے تھی کہ اپنا حق طلب کرتیں"!

ایک سوگوار تبسّم کے ساتھ جمیلہ نے کہا،

"حق" —— کیسی باتیں کرتی ہو مہ جبین، حق بھی انہیں لوگوں کو مل سکتا ہے جو ...
بھیک مانگنے والے حق سے بھی ہمیشہ محروم رہتے ہیں —— ایک روز جب اماں کی
حالت بہت نازک ہو گئی —— اور اس دن بارہ بجے رات کو ان کا انتقال ہو گیا ——
تو میں اس سنگ دل کے پاس روتی ہوئی پہنچی، وہی صبح کا وقت تھا، یہ ... کمرے میں بیٹھا
ناشتہ کر رہا تھا۔ نادرہ پاس بیٹھی ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر دونوں کے
مسکراتے ہوئے چہروں پر تکدّر اور انقباض کی کیفیت پیدا ہو گئی انعام تو سگریٹ سلگانے
لگا، نادرہ نے ایک مرتبہ مجھے گھور کر نفرت بھری نگاہوں سے دیکھا، پھر سر جھکا کر اپنے
پلّو کا کونہ ... نے میں مصروف ہو گئی۔ کئی منٹ تک میں چپ چاپ کھڑی رہی، مگر دونوں
میں سے کسی نے بھی میری بات نہ پوچھی، یہ تک نہ پوچھا کیوں آئی ہو، کیا چاہتی ہو؟ آخر میں
نے، خودداری اور عزت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا،

"اماں کی حالت بہت نازک ہے"!

انعام نے سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ڈلاڈی کہہ رہی تھی"!

سوچو، یہ بیگانگی سے بھرے الفاظ سنکر کیا گذری ہو گی میرے دل پر، لیکن ٹال گئی بے غیرت
بن کر میں نے کہا،

"اور اب تک ان کا علاج نہ ہو سکا۔ آپ کسی ڈاکٹر کو بلا لائیے"!

"ڈاکٹر کا نام سن کر چونک پڑے،

"ڈاکٹر کو بلا لاؤں"!

میں نے اصرار کرتے ہوئے عرض کیا،

"جی ہاں، —— ورنہ خدانخواستہ وہ مرجائیں گی۔ بہت نازک حالت ہو رہی ہے ان کی

دوسرا سگریٹ سلگاتے ہوئے فرمایا،

"ڈاکٹری علاج کے مصارف کہاں سے آئیں گے؟ ڈاکٹر کی فیس، انجکشن، دوا، گویا بیس پچیس روپے تو آج ہی ختم ہو جائیں گے، پھر دو چار روپے روز کا سلسلہ جاری رہے گا، اور آج کل دکان کی حالت ٹھیک نہیں، !"

میں نے پوچھا،

"تو کیا مرجانے دوں اماں جی کو؟" —— وہ میری ماں ہیں، لیکن آپ کی بھی تو کچھ ہوتی ہیں!"

اٹھ کھڑے ہوتے بولے،

"نادرہ، اب مجھے دوکان جانا ہے۔"

وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی،

"ہاں جائیے —— ذرا دیر کے لئے تو آپ کو سکون نہیں ملتا۔ اس گھر سے تو اچھا تھا۔ آپ ہوٹل میں رہتے! دوپہر کو تو کھانا دکان پہ بھیج دوں گی۔ لیکن شام کو ذرا جلدی آئیے گا آج وہاں چلنا ہے سینما میں، بھول نہ جائیے گا!"

چاؤ بھری نظروں سے اسے دیکھا پھر کہا۔

"نہیں اتنا دلچسپ پروگرام کہیں بھلایا جاسکتا ہے؟

بڑے ناز و انداز سے نادرہ نے فرمایا:۔

"تو ایسا کیوں نہ کیجئے کہ چائے کے وقت آجائیے تو چار ساڑھے چار بجے
چائے وائے کے بعد چھ بجے کے شو میں چلے چلیں گے"

انعام صاحب نے متبسم ہو کر کہا

"بہت خوب ـــــ جو حکم ہو؟"

وہ چلی گئی، پھر مجھ سے مخاطب ہوئے۔

"دلاری کو بھیج دینا دکان پر۔ جو ممکن ہو سکیگا کروں گا۔"

پانچ روپے کا نوٹ

حسب الحکم دلاری کو میں نے انعام صاحب کی دکان پر گھنٹہ بھر کے بعد بھیجا۔ وہ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گئی۔ ان کی آنکھیں پُرنم ہو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا۔

"کیا ہوا دُلاری؟"

وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"کچھ نہیں بیٹی!"

میں نے پھر پوچھا۔

"انعام صاحب نے دیا کچھ؟"

اس نے پانچ روپے کا نوٹ میری طرف بڑھا دیا۔ یہ نوٹ دیکھ کر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ میں نے پوچھا۔

"یہ کیا ہے؟"

وہ بولی۔

"بھیّا نے یہ پانچ روپے دیئے اور کہا۔ دکان کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں مل سکتا!"

میں نے دُلاری سے کہا۔

"تو تم یہ بھی نہ لیتیں"

وہ کہنے لگی۔

"جی تو میرا بھی یہی چاہا تھا بیٹی۔ لیکن بی بی جی کی حالت جو بگڑتی چلی جا رہی ہے
اپنے بال دھوپ میں سفید نہیں کئے ہیں۔ وہ اب بچنے والی نہیں تھیں۔ یہ روپے بھی غنیمت
اور جس طرح بنے انہیں ہسپتال میں داخل کر دو۔"

میں رونے لگی۔

"میری ماں ہسپتال میں داخل ہو گی جنرل وارڈ میں۔ جہاں خیراتی روپے سے لوگوں کا
جاتا ہے!"

وہ بولی۔

"پھر کیا کیا جائے بیٹی جو"

بے ساختہ میرے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھ گئے۔ میں نے خدا سے التجا کی۔

"اماں جی کو اب اٹھا لے اے میرے پروردگار انہیں اب اس دنیا میں
چاہیئے!"

دلاری نے میرے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا۔

"ایسی باتیں نہیں کرتے ہیں ——— توبہ کرو! یہ قسمت کے کھیل ہیں"

"لیکن قسمت کے کھیل دیکھنے کے لئے میں ہی رہ گئی تھی!"

یہ سب ہی کو دیکھنا پڑتے ہیں۔ دیکھ لینا، انعام بھیا بھی یہ کھیل ایک دن
——— غضب خدا کا۔ جب سے سو سو اور دس دس کے نوٹوں کی یہ

ے۔ پانچ روپے کا نوٹ ڈھونڈھنے میں کوئی پانچ منٹ لگ گئے ہونگے شاید
ک تھا۔ جو انہی تلاش کرنا پڑی۔ وہ چاہتے تو ہزار دے سکتے تھے۔ لیکن پانچ روپلّی
کیا میں جانتی نہیں یہ دکان کس کی ہے؟ کس کے روپے سے چل رہی ہے؟ کیا میں
نہیں اس گھر میں کیا ہو رہا ہے؟ لیکن چپ ہوں، تم بھی چپ ہو، اس چپ
خدا دے گا!"

میں روتی رہی، میں نے دلاری کی باتوں کا جواب نہیں دیا۔ وہ بولی۔
"بیٹی جلدی کرو ـــــ ابھی وقت ہے شاید اللہ اپنا فضل کرے، اور بی بی بھی
ہیں ـــــ"

دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ ایسی ذلت سے کاہے کو مجھے کبھی سابقہ پڑا ہوگا۔
ذہنی اور قلبی اذیت سے کبھی دوچار ہونا پڑا تھا لیکن ـــــ جو کچھ خدا دکھائے
بچارہ دیکھنا ـــــ میں نے دلاری کی بات مان لی۔ وہ فوراً ایک تانگہ لے
بڑی مشکل سے اس کے پچھلے حصہ میں اماں جی کو بٹھایا۔ دلاری پاس ہی بیٹھ کر انہیں
سنبھالے رہی۔ میں آگے بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر میں ہسپتال پہنچے۔ ہسپتال کی دنیا بھی وہ
ر نارساں ہے کہ خدا کی پناہ زرداروں کے لئے ڈاکٹروں، نرسوں سب کے دیدہ
ل فرش راہ، بے زروں کی نہ کوئی خبر لینے والا، نہ بات پوچھنے والا، اللہ اللہ کرکے
ہسپتال پہنچے۔ لیکن اب وہاں کوئی سیدھے منہ بات نہیں کرتا۔ کوئی یہ نہیں بتاتا کہ مریض
کہاں لے جائیں۔ کس سے عرض حال کریں۔ کوئی دہنی طرف اشارہ کر دیتا۔ کوئی بائیں
طرف، کوئی جواب ہی نہ دیتا۔ بڑی دیر لگ گئی۔ اسی دوا دوش میں بیچاری دلاری
بگڑ گئی لور میں بھی۔ تانگہ والا الگ بگڑ رہا تھا۔ کہ بارہ آنے میں کیا ساری عمر کا پٹہ

لکھا یا ہے ــــ مرلضیہ کو اتار دو۔ ہم کوئی دوسرا گاہک تلاش کریں۔

آخر میں نے دلاری سے کہا۔

" جو کچھ قسمت میں لکھا ہے وہ تو بہر حال پورا ہو گا۔ اماں جی کو بچنا ہے ٹھیک ہو جائینگی، اور اگر اللہ نہ کرے وقت آ ہی گیا ہے تو پھر یہاں بھی کیا ہو گا۔ ہسپتال کے دروازے ہم جیسے غریبوں کے لئے لاکھ مشکل سے کھلیں۔ لیکن بھلا موت کے بند ہو سکتے ہیں ؟"

دلاری بھی اسی نتیجہ پر پہنچی تھی۔ کہنے لگی۔

" کہتی تو سچ ہو ــــ چلو چلیں ــــ !"

اتنے میں ایک عورت ادھر سے گذری، زبیدہ نام تھا۔ عمر ہو گی کوئی پینتالیس سال کی۔ یہ ہسپتال میں نرسوں کی انچارج تھی۔ اس نے دلاری کو اور مجھے باچشم پرنم دیکھا تو چلتے چلتے ٹھٹک گئی۔

" کیا بات ہے ؟"

میں نے روتے ہوئے کہا۔

" اماں جی فالج میں مبتلا ہیں۔ انہیں داخل کرانے لائی تھی۔ مگر یہاں کوئی نہیں پوچھتا۔ واپس لئے جا رہی ہوں !"

یہ کہتے کہتے میری آنکھوں سے آنسو برسنے لگے۔ بے چاری کو ترس

" واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے ــــ آؤ میرے ساتھ۔ ابھی سارا جانا ہے !"

واقعی زبیدہ نے جھٹ پٹ سارے مراحل طے کرا دئے جنہیں

ں بھی نہیں طے کر سکتی تھی۔ داخلہ بھی ہوگیا۔ بستر بھی مل گیا۔ ڈاکٹر بھی آگیا۔ دواد کا
ست بھی ہوگیا۔ اور فوراً ہی انجکشن بھی لگ گئے۔ بڑی خوشی ہوئی مجھے۔ سارا غم
ہوگیا۔ جب سارا بندوبست مکمل ہوگیا۔ تو میں نے دلاری سے کہا۔

"تم گھر جاؤ، میں یہیں رہوں گی اماں جی کے پاس!"

وہ راضی ہوگئی۔ میں اماں جی کے سرہانے بیٹھ گئی۔ وہ بے ہوش پڑی تھیں۔ ٹکٹکی لگائے
دیکھ رہی تھی۔ کہ پھر کبھی یہ پیارا چہرہ دیکھنے میں آئے گا یا نہیں؟

کوئی ایک گھنٹہ کے بعد زبیدہ آئی۔ اس نے کہا۔

"ان پر غفلت طاری ہے۔ شاید صبح تک ہوش آجائے۔ تم یہاں بیٹھ کر کیا
یہاں نرسیں ہیں۔ وہ دیکھ بھال کرتی رہیں گی۔ آؤ چلو میرے ساتھ!"

میں انکار نہ کر سکی۔ چپ چاپ زبیدہ کے ساتھ ہولی۔ چلتے وقت اس نے ایک
کو تاکید کر دی کہ اماں جی کی خبر لیتی رہے۔ اور اگر کوئی خاص بات ہو۔ تو فوراً آکر
ع دے۔

اور مجھے لے کر اپنے کوارٹر میں آئی۔ اچھا خاصا صاف ستھرا کوارٹر تھا۔ یہاں زبیدہ
سوا مجھے کوئی اور نظر نہیں آیا۔

زُبیدہ

دنیا میں اگر سب اچھے ہی اچھے ہوتے تو جنت، بُرے سے بُرے ہو
جاتی۔ لیکن اس میں اچھے لوگ بھی ہیں اور بُرے بھی۔ اس لئے یہاں جنت
بھی آتا ہے۔ اور جہنم کا مزا بھی۔ انعام کی حرکتوں نے اس دنیا کو میرے لئے
تھا۔ تو زبیدہ کی شرافت اور انسانیت نے جنت۔ وہ میری زندگی میں
کب کی میں خودکشی کر چکی ہوتی۔ خدا اُسے خوش رکھے۔ دنیا میں ایسے لوگ
ہیں۔

زبیدہ مجھے اپنے ساتھ لائی۔ کھانا کھلایا۔ اور انسان کی زندگی ناپائیدار
طریقوں سے بار بار گفتگو کرنے لگی۔ جب تو میں نہ سمجھی لیکن اب محسوس
کہ وہ آہستہ آہستہ مجھے اس پر آمادہ کر رہی تھی کہ اماں جی کا غم برداشت کر
بے چاری اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکی۔ ہم لوگ کھانا کھا کر بڑی د
اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ وہ طرح طرح سے میرا دل بہلاتی اور غم بر
کرنے کا حوصلہ پیدا کرتی رہی ——— اتنے میں وہ

جیسے وہ اماں جی کی دیکھ بھال کی تاکید کر آئی تھی۔ دوڑی دوڑی آئی کہنے لگی۔

"اس مریضہ کا انتقال ہو گیا۔"

یہ سننا تھا کہ میرے منہ سے آہ نکلی اور میں بیہوش ہو گئی۔ اماں جی کی خبرِ مرگ سن کر ہوش میں رہنا ممکن ہی کب تھا۔ مجھے کچھ خبر نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ زبیدہ نے اس نرس کو تو میرے پاس بٹھایا اور خود ہسپتال پہنچی۔ صبح کو دلاری خبر لینے کے لئے آئی تو اس سے کہا بڑی بی کا انتقال ہو گیا ہے۔ لاش لے جاؤ۔ وہ دوڑی دوڑی انعام کے پاس گئی۔ انعام نے اس سے کہا کہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔ لو یہ پندرہ روپے اماں جی کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کرو اور یاد رکھو اب کبھی اس گھر میں قدم نہ رکھنا۔ یہ خوشخبری سن کر اور پندرہ روپے لیکر دوڑی دوڑی ہسپتال آئی۔ تاکہ مجھے حالات سے اطلاع دے۔ لیکن یہاں چوکی پہرہ لگا ہوا تھا۔ کسی کو میرے پاس آنے کی اجازت نہ تھی۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد میرے انجکشن لگایا جا رہا تھا۔ میں ذرا ذرا دیر کے لئے ہوش میں آتی اور پھر بے ہوش ہو جاتی۔ جب دلاری نے لاکھ لاکھ منت سماجت کی۔ تو اسے زبیدہ کے حضور میں باریاب کرایا گیا۔ زبیدہ نے اس سے کہا کہ بڑی بی کی لاش لے جاؤ۔ لیکن یہ لڑکی جمیلہ نہیں جا سکتی۔ اسے ماں کے مرنے سے بڑا صدمہ پہنچا ہے۔ خدا کی ہے۔ جو یہ بچے۔ بہر حال کوشش کر رہی ہوں!

دلاری کے منہ سے بے ساختہ آہ نکل گئی۔

"کیا یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ بچی بھی مر جاتے۔ جلدی سے ———— تو دونوں کو ساتھ لے جاؤں؟"

زبیدہ نے حیرت سے اُسے دیکھا اور پوچھا۔

۷

"کیا کہہ رہی ہو؟"

وہ بولی۔

"میم صاحب اس لڑکی کا مرجانا ہی اچھا۔ یہ اتنی سی عمر میں بڑے بڑے ر
سہہ چکی ہے۔ یہ اس کا صدمہ ہرگز نہ سہہ سکے گی۔ میں دعا کرتی ہوں۔ تم کوشش کر
خدا اسے موت دے!"

یہ کہہ کر دلاری پر گریہ طاری ہو گیا۔ زبیدہ کو مجھ سے ہمدردی تو تھی ہی۔ لی
دلاری پر بھی اسے ترس آیا۔ اس نے جب اس کی پیٹھ پر شفقت سے ہاتھ
کرید کرید کر حالات پوچھے تو اس نے الف سے لے کر ی تک آموختہ ک
سارے واقعات دہرا دئے۔

یہ واقعات سن کر زبیدہ کو سکتہ سا ہو گیا۔ اسنے دانتوں تلے انگلی دبا کر کہ

"سچ ——؟ —— ہائے یہ دنیا بھی کیسی ہے!"

خود اس کی آنکھیں بھی آب گوں ہو گئیں۔ پھر اس نے کہا۔

"یہ روپے تم اپنے پاس رکھو۔ تمہارے کام آئیں گے تجہیز و تکفین می
پاس سے کر لوں گی۔ اور جمیلہ اب میرے ہی پاس رہے گی۔ تمہارا جب
چاہے۔ مل لیا کرنا آکر۔"

دُلاری کو اس پیش کش کے قبول کرنے میں کیا تامل ہو سکتا تھا۔ اس نے روپے
بٹوے میں رکھ لئے۔ میرے لئے دعا کرتی اور زبیدہ کو دعا دیتی اپنے گھر وا
چلی گئی۔

میں کئی دن بعد اس قابل ہو سکی کہ بات چیت کر سکوں۔ زبیدہ نے میرے

پیار کیا۔ میرے آنسو پونچھے، مجھے تسکین دی ——— اور اپنے پاس رکھ لیا۔ ضد کر کے اصرار کر کے اس ضد میں محبت تھی۔ اس اصرار میں خلوص تھا۔ میں نے اس کی بات مان لی۔ اور مہ جبین نہ مانتی تو کرتی کیا۔ ؟ ——— کیا پھر اسی گھر میں جاتی۔ جہاں میری ماں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر موت کے دروازے پہ پہنچی۔ جہاں ہر وقت میری توہین اور تذلیل ہوتی رہتی تھی۔

چلی جاتی تو کرتی کیا؟ میں جب وہاں سے چلی آئی۔ تو آٹا۔ دال۔ چاول۔ گھی۔ شکر۔ کوئلہ۔ لکڑی کوئی چیز بھی نہیں تھی۔ کیا میں انعام سے خیرات مانگتی؟ نادرہ کے ٹکڑوں پر زندگی بسر کرتی۔؟ اور پھر میرا اکیلا اس گھر میں رہنا ممکن بھی کب تھا؟ انعام اب میرے لئے غیر تھا۔ ایک غیر مرد کی موجودگی میں شرعاً اور اخلاقاً کسی طرح بھی تو میرا رہنا مناسب نہیں تھا۔ واقعی خدا مسبّب الاسباب ہے۔ اس نے اگر زبیدہ کو میرے لئے فرشتہ رحمت نہ بنایا ہوتا۔ تو نہ جانے میرا کیا حشر ہوتا۔

بڑے تاثر کے عالم میں مہ جبیں یہ قصہ سنتی رہی۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"جمیلہ تم واقعی بڑی ہی عجیب چیز ہو۔ تم سے محبت تو ہو ہی گئی تھی۔ اب تو تمہیں پوجنے کو جی چاہ رہا ہے۔ کسی اور پر یہ صدمے پڑے ہوتے تو وہ کب کا دیوانہ ہو گیا ہوتا۔"

وہ مسکرائی۔

"تو کیا تم مجھے پاگل اور دیوانہ نہیں سمجھتیں؟"

"ہٹو بھی ——— جمیلہ تم نے میری آنکھیں کھول دیں۔"

"وہ کس طرح ؟"

"میں سب سے ستم رسیدہ اپنے آپ کو سمجھتی تھی۔ لیکن آج معلوم ہوا ہماری بھی مرشد موجود ہیں اس دنیا میں۔"

جمیلہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اڑا لو مذاق بے چارے بے بس کا"

مہ جبین اس سے لپٹ گئی۔

"خفا ہو گئیں"

وہ پیار بھرے لہجہ میں بولی۔

نہیں ——— میں نے تو یوں ہی کہا تھا۔ تم ایسی چیز ہو کہ تم سے کوئی خفا ہو سکے ؟

مہ جبین نے ذرا چڑتے ہوئے کہا۔

"آ گئیں تم پھر اپنے رنگ پر ——— بس یہی باتیں ہمیں کھلتی ہیں! تو پھر تم اپنے گھر واپس نہیں!"

"نہیں ——— کیا کرتی جا کر؟ کس کے پاس جاتی ؟"

"انعام صاحب نے بلایا بھی نہیں ؟"

"ان کے دشمنوں کو کیا پڑی تھی کہ وہ مجھے بلانے کی زحمت گوارا فرماتے؟ ان کے لئے تو وہی بات ہوئی۔ کہ بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔"

"نادرہ سے شادی تو کر لی ہو گی انعام نے ؟"

"مجھے نہیں معلوم ! ——— ہاں شاید کر تو لی تھی۔ لیکن ———"

"اب اس کے بعد "لیکن" کا کیا سلسلہ ہے ؟"

"ہاں بہت بڑا ——— صرف چھ مہینہ کے بعد طلاق مل گئی بی نادرہ کو۔"

"یہ کس جرم میں ؟"

"ایک اور نادرہ پیدا ہو گئی تھی کہیں سے !"

جس طرح نادرہ نے جمیلہ سے انعام چھین لیا اور وہ کچھ نہ کر سکی۔ اسی طرح نئی نادرہ نے پرانی نادرہ سے انعام صاحب کو چھین لیا۔ اور وہ منہ دیکھتی رہ گئی۔

یہ خبر سن کر مہ جبیں خوش ہو گئی۔

"بڑا اچھا ہوا دل خوش کر دیا تم نے ؟ ——— کبھی ملاقات بھی ہوئی ؟"

"ہاں۔ ایک مرتبہ یہیں ہسپتال میں آئی تھیں اپنے بچہ کو لیکر۔ نمونیہ ہو گیا تھا اسے !"

"اپنے بچہ کو یا انعام صاحب کے بچہ کو !"

"ایک ہی بات ہوتی !"

"تو گویا انعام صاحب کی یادگار موجود ہے نادرہ کے پاس ——— گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی !"

"نہیں، وہ یادگار بھی خدا نے چھین لی، بیچارہ زندہ نہ رہ سکا۔ ڈبل نمونیہ تھا نا !"

"بیچارہ ——— ترس آرہا ہے۔ تمہیں اس سپوتے پر یہ بھی نہ سوچا۔ کہ وہ کس کا بچہ تھا؟ ——— انعام کا، نادرہ کا، تمہارے بدترین دشمنوں کا !

"ہاں، جانتی ہوں جبیں۔ لیکن بچے معصوم ہوتے ہیں۔ ان سے کیا گلہ کیا شکوہ، مجھے تو نادرہ کے رونے پر بھی ترس آگیا تھا۔ کاش میں اس کے آنسو پونچھ سکتی۔ کاش میں اس کے بچہ کو بچا سکتی۔ لیکن مقدرات میں کسی کو کیا دخل ؟"

"میں ہوتی تو زہر دے دیتی اُسے!"

"جھوٹی ہو!"

"واہ یہ کیسے جانا تم نے؟"

"اتنے دنوں سے تمہیں پڑھا رہی ہوں تم مجھ سے بھی زیادہ رقیق القلب ہو، یہ باتیں میری ہمدردی میں کہہ رہی ہو۔ لیکن اگر واقعی کبھی نادرہ تمہارے پاس مدد کی طالب ہو کر آئے تو انکار نہ کر سکو گی۔ اگر اس کا بچہ تمہارے سامنے مرا ہوتا تو تم بھی اسکور ونا دیکھکر رونے لگتیں!"

مہ جبین نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"لیکن جمیلہ، تمہاری خالہ حج کر کے تو آ گئی ہونگی؟"

"ہاں!"

"اور ریاض صاحب، تمہارے خالہ زاد بھائی بھی آ گئے ہونگے ———؟"

"ہاں، وہ بھی!"

"ان لوگوں نے تمہاری خبر نہ لی! ——— زبیدہ کے ہاں پڑا رہنے دیا تمہیں؟"

"نہیں، مہ جبیں، یہ بات نہیں ہے خالہ نے بہت کوشش کی کہ مجھے اپنے پاس رکھیں۔ ریاض نے بھی ایک بھائی کی حیثیت سے بہت اصرار کیا کہ ان کے ساتھ چلوں۔ لیکن میں نے انکار کر دیا!"

"واہ بھئی یہ کیوں؟"

میں نے طے کر لیا تھا۔ کہ اب کسی کی دست نگر بن کر نہیں رہوں گی۔ اپنے پاؤں پر خود کھڑا ہونے کی کوشش کرونگی۔ زبیدہ نے بھی مجھ سے وعدہ کر لیا تھا۔ کہ وہ پوری

پوری مدد کرے گی۔ میری خالہ جب حج اور زیارت سے فارغ ہو کر آئیں تو میں ہسپتال میں نرس ہو چکی تھی۔ اپنا کوارٹر مل چکا تھا۔ تنخواہ میرے مصارف کے لئے بہت کافی تھی۔ بلکہ ہر مہینہ کچھ پس انداز بھی ہوتا رہتا تھا۔ پھر میں کیوں خالہ کے ٹکڑوں پر پڑتی جا کر۔ خود اعتمادی بڑی چیز ہے۔ مہ جبین!

"ہاں، ہے تو، ——— کیا اب تم شادی نہیں کرو گی؟"

"ارادہ تو نہیں ہے!"

"یہ کیوں؟" بھلا اسی طرح یہ پہاڑ سی زندگی گذار دو گی؟

"تو کیا ہوا؟ ——— زندگی گذارنے کے لئے شادی کی شرط میں نے آج ہی سنی ہے۔ اور یہاں مجھے جو راحت ہے۔ جو سکون ہے، جو لطف ہے، وہ شادی کے بعد چھن جائے گا۔!"

"واقعی دیوانی ہو گئی ہو جمیلہ ——— یہاں تمہیں آرام ہے۔؟ سکون ہے؟ لطف ملتا ہے؟

"ہاں میری بہن! ——— بہت زیادہ!"

"وہ کس طرح!"

طرح طرح کی لڑکیاں، لڑکے، عورتیں، بچے بیمار ہو کر ہمارے وارڈ میں آتے ہیں۔ یہ جنرل وارڈ ہے نا، سب غریب ہی آتے ہیں۔ میں ان کی خدمت کرتی ہوں اپنے پاس سے انہیں دوائیں خرید دیتی ہوں۔ کسی کی نقدی سے مدد کر دیتی ہوں کسی کے کپڑے بنا دیتی ہوں، کسی کو پھل خرید دیتی ہوں۔ رات رات بھر ان کے ساتھ جاگتی ہوں، ان کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھتی ہوں، ان کی تکلیف کو اپنی

تکلیف خیال کرتی ہوں۔ یہ کراہتے ہیں میں انہیں تسلی دیتی ہوں، یہ روتے ہیں، میں ان کے آنسو پونچھتی ہوں، پھر ان کی مشکور اور ممنون نگاہوں کا سحر دیکھ کر مسحور ہو جاتی ہوں۔ ہر نئے آنے والے مریض کو ایک عزیز سمجھنے لگتی ہوں۔ وہ جب تندرست ہو کر واپس جاتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے میری جھولی میں زندگی بھری تھی جو میں نے اسے دے دی۔ یہ جب تک زندہ رہے گا، میرے گُن گائے گا، یہ تندرست ہو کر جانے والا مرد میرے لیے کبھی انعام نہیں ثابت ہوگا، یہ تندرست ہو کر جانے والی عورت میرے لیے کبھی نادرہ نہیں ثابت ہوگی۔ یہ جب تک زندہ رہیں گے، مجھ سے محبت کریں گے، مہ جبین' ان جانے والوں میں سے بعض لوگ مجھے کبھی کبھی خط بھی لکھتے رہتے ہیں۔ ان خطوں میں جو خلوص ہوتا ہے، وہ کہیں نہیں مل سکتا۔ ایک ماں نے ابھی دو تین دن ہوئے مجھے ایک خط لکھا تھا۔

"بہن، تمہاری توجہ سے میرا خالد بچ گیا۔ وہ اب میرا نہیں ہے تمہارا ہے، مرتے مرتے اسے وصیت کر جاؤں گی کہ تمہیں کبھی نہ بھولے"

ایک بڑے میاں موٹر ایکسیڈنٹ میں زخمی ہو گئے تھے۔ میں نے دن رات ایک کر کے ان کی تیمار داری کی، کئی مہینہ کے بعد وہ اچھے ہوئے۔ جب جانے لگے تو اس طرح روئے، جس طرح لڑکی میکہ سے سسرال جاتے وقت روتی ہے۔ ان کا گاؤں یہاں سے ۱۶ - ۷ ا میل کے فاصلہ پر ہے لیکن اتنا فاصلہ پیدل طے کر کے سال میں تین چار بار محض مجھے دعا دینے آتے ہیں۔ اور دس بارہ مالٹے بھی ساتھ لاتے ہیں"۔۔۔۔ سچ کہتا مہ جبین، یہ خلوص کہیں اور بھی مل سکتا ہے؟ بھلا اس دنیا کو چھوڑ کر، میں ایک دوسری دنیا کیوں بساؤں؟ جس دنیا سے بھاگ کر آئی ہوں، اسے

ں نے ہمیشہ کے لیئے چھوڑ دیا، اور جس دنیا میں آکر بس گئی ہوں، بس یہی اب میرا
سب کچھ ہے۔"
بے ساختہ مہ جبین کے منہ سے نکلا،
"اللہ اللہ یہ ایثار ـــ واقعی جمیلہ تم اس دنیا کی مخلوق نہیں ہو، واقعی انعام
س قابل نہ تھا کہ تم اس کی رفیقۂ حیات بن سکتیں ـــ"
"ہوگا، ان باتوں سے حاصل کیا، جو جہاں ہے خوش رہے"!
"لیکن جمیلہ، تمہاری زبیدہ کہاں ہیں؟ میں نے تو انہیں کبھی دیکھا نہیں؟"
"وہ ترقی پاکر، یہاں سے چلی گئی ہیں، لیکن کبھی کبھی آتی رہتی ہیں۔ میں بھی جاتی
رہتی ہوں"!
"ان سے ضرور ملانا، بڑی اچھی عورت ہیں، جی چاہتا ہے ان سے ملنے کا!"
"ضرور ملنا، ـــ انہی کے قدموں کی برکت ہے کہ میری زندگی کا رُخ بدل گیا
اماں جی کی بے بسی کی موت، انعام کے ظالمانہ برتاؤ، اور نادرہ کی مکاری نے مجھے
اس دنیا سے، اس زندگی سے بیزار کر دیا تھا۔ لیکن زبیدہ نے مجھے دوسرا راستہ
دکھایا، مجھے خدمت اور ایثار کی منزل تک پہنچا دیا۔ جب تک زندہ ہوں اسے
یاد رکھوں گی، اس کی شکر گذار رہوں گی۔"
فخرالنساء بیگم اب بڑی حد تک اچھی ہو چکی تھیں، دیر سے اپنے بستر پر پڑی
جمیلہ اور مہ جبین کی داستان سرائی سُن رہی تھیں۔ اب ضبط نہ ہو سکا، پان کھایا اور
بستر سے اُتر کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان دونوں کے سامنے آکر کھڑی
ہوگئیں۔ مسکراتے ہوئے انہوں نے پوچھا،

"بجّیو، کیا باتیں کر رہی ہو؟"
جمیلہ نے کہا

"انہیں، مہ جبین بہن کو ایک کہانی سنا رہی تھی،!"
مہ جبین نے کہا،

"ایسی کہانی میں نے زندگی بھر نہیں سُنی،!"
فخرالنساء بیگم نے فرمائش کی،

"کیوں بیٹی، ہمیں نہیں سناؤ گی؟"
جمیلہ نے جواب دیا،

"کسی دن آپ کو بھی سنا دوں گی، —— دیکھئے ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے
آپ گرم گرم بستر میں سے اُٹھ کر یہاں باہر کیوں چلی آئیں؟ آیئے اندر چلیے!"
سب لوگ اندر آ گئے۔ جمیلہ نے کہا

"میں ابھی آئی،! آپ کے لیے کافی بنا لاؤں،!"
وہ نہیں نہیں کرتی رہ گئیں، لیکن چھلاوے کو بھلا کون روک سکتا ہے جمیلہ
کیا سنتی، چلی ہی گئی۔ اس کے جانے کے بعد فخرالنسا بیگم نے مہ جبین سے کہا

"کتنی پیاری لڑکی ہے!"
مہ جبین نے تائید کی جی ہاں بہت اچھی، میں نے تو اسے بہن بنا لیا ہے"
اتنے میں جمیلہ کافی لے کر آ گئی۔

"لیجئے جلدی سے پی لیجئے"
فخرالنسا بیگم نے کافی کی پیالی اُٹھائی، گرما گرم گھونٹ لے کر جمیلہ پر ایک نگ

والی اس نگاہ میں اتنی محبت تھی۔ —— معلوم ہوتا تھا محبت کا سمندر لہریں
ے رہا ہے۔

یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟

فخر النساء بیگم ہسپتال سے تندرست ہو کر اپنی حویلی واپس آگئیں
وقت انہوں نے جمیلہ کو گلے سے لگایا، اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ نظر اٹھا کر
اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے گر رہے تھے۔ بیگم صاحبہ نے ا
سے لگا لیا اور کہا،

”جمیلہ! — جبین صرف میری بیٹی ہے، تو میری بیٹی بھی ہے محسن
مجھے زندگی دی ہے، میں ہسپتال سے جا رہی ہوں، لیکن دنیا سے تو
اس شہر سے تو نہیں جاتی، میں تیرے پاس آتی رہوں گی، جبیں تیرے گا
لگاتی رہے گی، اور تو ہمارے گھر، جو اب تیرا بھی ہے جتنا ہمارا، آتی ر
تیری ان خوبصورت آنکھوں میں آنسو کیوں جھلک رہے ہیں؟“

خوبصورت آنکھوں“ کے ذکر پر جبیں شرارت بھری نظروں سے
مسکرانے لگی، جمیلہ نے اس کی نظر پہچان لی، مسکراہٹ دیکھ لی
مسکراتا دیکھ کر وہ اپنا تبسم ضبط نہ کر سکی۔ اور خود اس کی آنکھوں

کی چمک پیدا ہو گئی۔ وہ بھی مسکرانے لگی۔ جبین نے اسے آمادگی کے ساتھ جواب دیا۔

"ضرور آؤں گی، ضرور آؤں گی"!

اب چلتے چلتے بیگم صاحبہ ذرا آگے آگے نکل آئی تھیں، جبیں اور جمیلہ ساتھ ساتھ چلنے لگیں، جبین نے پوچھا

"تو پھر پکّی رہی، آرہی ہو نا اس اتوار کو ہمارے گھر"؟

جمیلہ نے جواب دیا،

"ہرگز نہیں"

"تو کیا تم جھوٹ بھی بولتی ہو جمیلہ؟"

"لے ہے خود بڑی سچّی"!

"اچھا بحث بعد میں ہوتی رہے گی میرے سوال کا جواب دو"!

"وہ تو دے دیا"

"یعنی نہیں آؤ گی؟"

"جی، —— نہیں آؤں گی، کبھی نہیں آؤں گی"!

"شاباش، تم سے امید بھی ایسی سعادت مندی کی تھی، —— اماں جی!"

جبین نے بیگم صاحبہ کو پکارا، وہ چلتے چلتے رُک گئیں اور مڑ کر ان دونوں کی طرف دیکھنے لگیں۔ قبل اس کے کہ جبین کچھ کہہ سکے، جمیلہ دوڑ کر بیگم صاحبہ کے پاس پہنچی، چند ہی قدم بھاگی تو، مگر سانس پھول گیا، بیگم صاحبہ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گئیں۔

"کیا ہوا میری بچی ؟ — "

جمیلہ کا سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا، بڑی مشکل سے سانس کو قابو کرتے ہوئے بولی،

"دیکھیئے، —

"کیا میری بیٹی، کہہ بھی تو کچھ، اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہے ؟"

"جبین نہیں مانتی، شرارت کئے جا رہی ہے، آپ سے چھوٹی چھوٹی باتیں میرے بارے میں لگاتی ہے !"

بیگم صاحبہ مسکرانے لگیں

"بڑی شریر ہے !"

اتنے میں مہ جبین بھی خراماں خراماں پہنچ چکی تھی — "یہ بی جمیلہ کچھ لگائی بجھائی کر رہی ہوں گی ؟"

پھر وہ جمیلہ سے مخاطب ہوئی

"کہہ دوں ؟"

جمیلہ نے بڑی بے بسی سے بیگم صاحبہ کی طرف دیکھا اور گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا،

"دیکھیئے، دیکھ لیجیئے، کسی طرح بازی نہیں آتیں اپنی حرکتوں سے"

جبین نے تیوری چڑھا کر کہا

"تو آخر میں نے کیا کیا ہے ؟ — کیا تم نے ابھی وعدہ نہیں کیا تھا کہ اتوار کو کھانا ہمارے ساتھ کھاؤ گی، اماں جی چونکہ جان چھڑکتی ہیں تم پر

انہیں میں نے یہ خوشخبری سنانا شروع ہی کی تھی کہ تم بھاگ کھڑی ہوئیں جیسے بھڑ نے ڈنک مار دیا ہو، — اماں جی بتائیے میں نے کیا غلطی کی؟"

یہ باتیں سن کر جمیلہ کی جان میں جان آئی، وہ مسکرانے لگی۔ بیگم صاحبہ نے محبت بھری نظروں سے جمیلہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا،

"ٹھیک تو ہے بیٹی، تم کیوں بدگمان ہو گئیں بلاوجہ؟"

جمیلہ بولی،

"میں یہ سمجھی تھی کہ —"

جبین بیچ میں بولی،

"میں سمجھ گئی جو کچھ آپ سمجھی تھیں، — چور کی ڈاڑھی میں تنکا"

بیگم صاحبہ کو ہنسی آگئی، انہوں نے جبین سے کہا،

"اے چل ہٹ، خواہ مخواہ کی پیچھے پڑ گئی ہے میری جمیلہ کے!"

یہ دونوں پھر ساتھ چلنے لگیں، بیگم صاحبہ چند قدم آگے نکل گئیں۔

جبین نے جمیلہ کا ہاتھ ہاتھ میں لے کر پوچھا،

"کیوں بی جمیلہ —

فرمائیے، کچھ اور سوجھی؟"

"شکریہ بہت بہت!"

"لیکن اگر میں واقعی اماں جی سے کہہ دیتی کہ جمیلہ جھوٹ بول رہی ہے، کب سے تو باتیں بناتی ہے اور مجھ سے کہہ رہی ہے کہ تمہارے گھر کبھی نہیں آؤں گی، پھر کیا ہوتا؟

"پھر تمہیں سرٹیفکیٹ مل جاتا، !"

"یہ بھی اچھی رہی، سرٹیفکیٹ کا ہے کا؟"

"دروغ گوئی کے فن میں ماہر ہونے کا"— کیا وہ میرے ...
میں تمہاری بات کا یقین کر لیتیں؟"

"اوہو اتنا اعتماد ہے جناب کو اپنی ذات پر؟"

"نہیں، مجھے اعتماد خالہ جان (بیگم صاحبہ) پر ہے بیگی!"

"تانگہ سامنے کھڑا تھا، بیگم صاحبہ بسم اللہ کہہ کر اس پر بیٹھ گئیں ایک ...
انھوں نے جمیلہ کو گلے سے لگایا اور رخصت ہوگئیں!

خزانہ

فخرالنساء بیگم گھر آئیں تو سب سے زیادہ فکر یہ تھی کہ حکیم نواب علی کے روپے انہیں واپس کریں۔ وہ دل سے ان کی ممنون تھیں لیکن کسی قیمت پر اسے گوارا کرنا نہیں چاہتی تھیں کہ اس رقم کو حساب دوستاں کے کھاتے میں ڈال دیں۔ مہ جبیں نے اور انہوں نے بیٹھ کر اپنے اندازے اور معلومات کے مطابق حساب لگایا تھا اس کے لحاظ سے اب تک سترہ سو روپے، دوا علاج، فیس اور نقد کی صیغہ میں حکیم کی جیب سے یہاں پہنچ چکے تھے۔ ایک روز ماں بیٹی اسی سوچ میں بیٹھی تھیں کہ نسیمہ دوڑی دوڑی آئی، اس نے کہا

"بی بی جی، بی بی جی ——"

بیگم صاحبہ حساب کتاب کی طرف سے اپنی توجہ ہٹا کر بولیں،

کہتی کیوں نہیں کیا بات ہے؟"

وہ کہنے لگی،

"آپ روپے کے لیے پریشان ہو رہی تھیں نا؟"

بیگم صاحبہ مسکرائیں،

"ہاں! — کہیں خزانہ مل گیا ہے تجھے؟"

وہ کہنے لگی،

"ہاں بی بی جی! — آئیے میرے ساتھ! — آئیے!"

بیگم صاحبہ اٹھ کھڑی ہوئیں، جبین بھی حیرت اور اشتیاق کے ساتھ کھڑی ہو گئی، بیگم صاحبہ نے پوچھا،

"کہاں چلنے کو کہہ رہی ہے؟"

وہ چلتے چلتے بولی،

"بس چلی آئیے میرے ساتھ، اور خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے!"

دونوں ماں بیٹی نسیمہ کے ساتھ حویلی کے تہ خانے میں پہنچیں، نسیمہ نے زنگ لگی ہوئی آہنی تجوری کھولی، بالکل خالی پڑی تھی۔ بیگم صاحبہ نے واپس جانے کے لئے مڑتے مڑتے کہا،

"تو تو پگلی ہے اچھی خاصی، اس میں کیا رکھا ہے، میں پہلے ہی کھنگال چکی ہوں کئی دفعہ اسے!"

نسیمہ بولی،

"دیکھئے تو بی بی جی!"

بیگم صاحبہ بھڑک گئیں،

"دکھا کیا دکھاتی ہے؟"

نسیمہ نے تجوری کا چور خانہ کھولا، اس میں ایک چھوٹا سا صندوقچہ رکھا تھا

وہ صندوقچہ کھولا تو اشرفیوں سے لبالب، پھر اس صندوقچہ کا نیچے کا خانہ کھولا تو ہزار ہزار کے بہت سے نوٹ۔ قریب تھا کہ بیگم صاحبہ کو شادی مرگ ہو جائے بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا،

"ارے ——"

مہ جبین نے کہا،

"ہائے اللہ اتنا کچھ —— خدا نے رحم کیا ہم پر!"

بیگم صاحبہ نے فرمایا

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا، یہ کیا معاملہ ہے؟"

نسیمہ نے یاد دلایا،

جب میاں جی پر، خدا انہیں جنت نصیب کرے، بار بار مہاجنوں کی طرف سے مقدمے چلنے لگے تو میں نے ایک دن آپ سے کہا تھا،

"بی بی جی، کچھ آئندہ کی فکر کرو، گرے پڑے وقت کے لیے کچھ رکھ لو!" آپ نے اس صندوقچہ میں یہ نوٹ رکھے یہ اشرفیاں رکھیں اور سب کچھ سینت کر تجوری کے چور خانے میں محفوظ کر دیا، —— یاد آیا بی بی جی؟"

بیگم صاحبہ نے تائید کی

"ہاں، یاد آگیا۔

وہ بولی،

میرے ہی مشورے سے یہ سب کچھ ہوا تھا، لیکن اتنی اتنی مصیبتیں ٹوٹیں مگر آپ کو یاد آیا نہ مجھے، آج مجھے اپنی ایک سونے کی انگوٹھی یاد آئی تو خود

بخود ہاتھ بجوری کے چور خانہ کی طرف چلا گیا، پھر جو دیکھتی ہوں تو صندوقچہ ـــ اے ارحم الراحمین تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے، تو نے ہم دکھیاروں پر رحم کیا بی بی جی کی مصیبتوں کے دن ختم ہوئے (جبین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اب میری بچی پھر شہزادی بنے گی، اب کروں گی اس کا بیاہ دھوم دھام سے

اس سے آگے مہ جبین نہ سن سکی، اس نے کہا،

"چپ بھی رہو، نہ جانے کیا کیا بکتی چلی جا رہی ہو، ہمیں یہ باتیں اچھی نہیں لگتیں،!"

بیگم صاحبہ نے جبین اور نسیمہ کی باتوں پر دھیان نہ دیا، وہیں سجدہ میں گر پڑیں، بڑی دیر تک رو رو کر اپنے پاک پروردگار بے نیاز کا شکر ادا کرتی رہیں، پھر سجدہ سے سر اٹھایا، صندوقچہ بغل میں دبایا، اور نسیمہ و جبین کے ساتھ اپنے کمرے میں واپس آئیں۔ نسیمہ نے جوشِ مسرت سے بے قابو ہو کر پوچھا،

"کیوں بی بی جی، دیکھ لیا، خدا کس طرح دن پھیرتا ہے؟"

وہ سراپا شکر و سپاس بن کر بولیں،

"ہاں نسیمہ دیکھ لیا، سچ ہے مولا کے کھیل نیارے،! ـــ کیا معلوم تھا اتنی مصیبتوں کے بعد ایسی مبارک گھڑی بھی آئے گی، ـــ میں نے اپنی زندگی پوری کر لی، آج مرے کل دوسرا دن، ـــ

جبین نے ٹوکا،

اماں جی ایسی باتیں نہ کیجئے،!"

بیگم صاحبہ نے اسے کلیجہ سے لگا لیا اور نسیمہ سے کہا،

"فکر جو کچھ تھی، وہ جبین کی تھی، یہ میری نازوں کی پالی شہزادی کیا کرتی، کس طرح
زندگی کے دن بسر کرتی ؟ شکر ہے اللہ نے اتنا بندوبست کر دیا کہ میں عزت آبرو کے
ساتھ اپنی بچّی کے ہاتھ پیلے کر سکوں گی"!

نسیمہ بولی،

"جی اور کیا، — بھلا بی بی جی دیکھئے تو سہی، یہ سب مالیت کتنی ہے؟"
یہ کام جبین کے سپرد ہوا، اس نے تھوڑی دیر کے بعد حساب کر کے بتایا کہ
"نوٹ اور اشرفی سب ملا کر کوئی ۱۲ ہزار روپے بنتے ہیں"!

بیگم صاحبہ نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا،

"الٰہی تیرا شکر"!

اور پھر ان کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں — یہ خوشی کے آنسو تھے!

پہلی نظر

آج سینچر کا دن تھا،

مہ جبین نے بیگم صاحبہ سے کہا،

"امّاں جی، ذرا جمیلہ کے ہاں جارہی ہوں، اسے یاد دلادوں کل اتوار ہے!"

بیگم صاحبہ نے محبت بھری نظروں سے بیٹی کو دیکھا اور بولیں،

"کچھ دیوانی ہوگئی ہے لڑکی، وہ خود آجائے گی تجھے جانے کی کیا ضرورت ہے!"

جبین مچل گئی۔

"نہیں، مجھے جانے دیجئے، — اچھّی امّاں جی"!

بیگم صاحبہ نے بے بس ہو کر کہا

"تیرا خود جی چاہتا ہے تو چلی جا، ورنہ وہ وعدہ کرچکی ہے، خود ہی آئے گی بھلا ایسا ہوسکتا ہے مجھ سے وعدہ کرے اور ٹال جائے۔ وہ بڑی اچھی لڑکی ہے"

"نہیں امّاں جی، اچھّی لڑکی تو ہے لیکن بڑی بھلکڑ بھی ہے، کوئی بات اسے یاد نہیں رہتی، ضرور بھول گئی ہوگی۔ مجھے چلا ہی جانے دیجئے"!

بیگم صاحبہ نے اجازت دے دی،

"اچھا بھئی جاؤ"!"

مہ جبین خوش ہو گئی

"جاؤ نسیمہ، جلدی سے تانگہ لے آؤ ۔۔!"

نسیمہ تانگہ لے آئی اور مہ جبین ہسپتال روانہ ہو گئی، جمیلہ نے جو اسے دیکھا

تو نہال ہو گئی۔

"ارے، یہ چاند کہاں سے نکل آیا؟"

مہ جبین نے لقمہ دیا،

چاند نہیں، سورج کہو، دن کو سورج نکلتا ہے چاند نہیں، ۔۔۔ رہیں بیوقوف

کی بے وقوف،

جمیلہ نے اپنی غلطی مان لی،

اچھا بھئی سورج ہی سہی، لیکن ہمارے عظمت کدہ میں اس وقت سورج

صاحب کو اس آب و تاب سے کہ نظریں خیرہ ہوئی جاتی ہیں جلوہ گستر ہونے

کی کیا ضرورت تھی؟"

"بہت باتیں بنانا آ گئی ہیں جمیلہ تم کو!"

اس کے سوا اور آتا بھی کیا ہے ہمیں؟"

"خیر یہ بکواس چھوڑو، میں تمہیں یاد دلانے آگئی ہوں جانتی ہو کل کون سا دن

ہے؟"

"ہاں، اتوار ہے!"

ٹھیک گیارہ بجے پہنچ جانا۔ ورنہ اماں جی الگ خفا ہو جائیں گی تم سے اور میں الگ پھر کبھی منہ نہیں لگاؤں گی، سمجھیں؟"

وہ تو ٹھیک ہے، لیکن میں خود ہی آجاتی، تم نے کیوں تکلیف کی؟ اگر میرا آنا ناگوار ہوا ہے تو چلی جاتی ہوں،

جمیلہ نے اسے منالیا،

"خفا ہو گئیں، ــــ کیوں بی بنّو، !"

وہ ناز کرتی ہوئی بولی

"پھر کیوں اس طرح کی باتیں کرتی ہو؟"

"اچھا بھئی توبہ، اب ایسی غلطی کبھی نہیں ہو گی ــــ اچھا تم چائے بناؤ میں ذرا غسل کر لوں، اور کپڑے بدل لوں، پھر اطمینان سے چائے پیتے جائیں گے اور باتیں کرتے جائیں گے"

جمیلہ تو غسل خانہ میں چلی گئی اور مہ جبین چائے بنانے لگی، وہ چائے بناتی تھی اور گنگناتی جاتی تھی۔

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے؟
آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟

غسل خانہ سے جمیلہ نے آواز دی

لطف آگیا، خوب گاتی ہو، ہاں آگے ــــ

مہ جبین نے ایک اور شعر شروع کیا،

یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں   غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے

آواز آئی

"بتاؤ" !"

مہ جبین مسکرانے لگی،

سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں؟
ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے؟

پھر آواز آئی،

"اس پر ہم نے کبھی غور نہیں کیا"، !

مہ جبین کے ہونٹوں پر تبسم کھیل رہا تھا،

میں ہوں مشتاق اور وہ بیزار
یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟
ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟

آواز آئی،

"کاش پوچھ لو،

مہ جبین نے کہا،

جمیلہ چُپ رہو، ورنہ اچھا نہ ہوگا ——— واہ، !"

پھر کوئی آواز نہیں آئی، مہ جبین کے ترنم کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا،

ہم نے مانا کہ کچھ نہیں غالبؔ
مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے؟

مہ جبین نے ایسا محسوس کیا جیسے کوئی دروازے کے پاس کھڑا ہے، اس نغمہ آرائی کا سلسلہ بند کر دیا، اٹھی اور دروازے کے پاس پہنچی، دیکھی ایک خوش وضع اور خوش اندام شخص دروازے کے پاس کھڑا مسکرا رہا ہے۔ دروازہ کھلا تو وہ گرم جوشی کے ساتھ آگے بڑھا، لیکن مہ جبین کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس کے چہرے پر شرمندگی اور ندامت کے آثار جھلکنے لگے۔ پھر اس نے بڑے شائستہ لہجہ میں کہا،

معاف کیجئے گا، مجھے غلط فہمی ہوئی، میں سمجھا ——

لیکن مہ جبین کو غصہ آچکا تھا، اس نے کرخت اور درشت لہجہ میں پوچھا،

"آپ کون ہیں ؟"

پھر جواب کا انتظار کیئے بغیر بولی،

"آپ بڑے بدتمیز ہیں، !"

اور پھر کہنے لگی،

"صورت شریفوں کی سی اور یہ چھن یہ ——، آخر آپ کو حق کیا تھا اس طرح چوروں کی طرح دروازے کے پاس کھڑے ہونے کا ؟"

اتنے میں جمیلہ نہا دھو کر کپڑے بدل کر برآمد ہو چکی تھی۔ وہ اس شخص کو دیکھتے ہی بول پڑی،

ارے ریاض بھیا آپ !"

ریاض کا نام سن کر مہ جبین کا رنگ رُخ بدل گیا، وہ کچھ جھینپ سی گئی، ریاض نے سر کھجاتے ہوئے کہا،

"ہاں بھئی، نہ جانے آج شامت لئے کیوں دھکّا دیا تھا کہ ادھر چلا آیا،
اگر تم بروقت نہ آگئی ہوتیں تو پٹنے میں کچھ کسر نہیں رہ گئی تھی، ،!"

وہ بولی،

"ہاں، میں سن رہی تھی، یہ آپ پر خفا ہو رہی تھیں —— ارے مہ جبین،
یہ ریاض بھیا ہیں جن کا تم سے بارہا ذکر کر چکی ہوں، —— یہ میری بڑی پیاری
سہیلی مہ جبین ہے، ،!"

ریاض نے کہا

"خوب، ماشاءاللہ، اسم بامسمیٰ ہیں، ،!"

مہ جبین ہٹ کر پھر اپنے کام میں لگ گئی، یعنی چائے بنانے لگی، جمیلہ نے
کہا،

"آپ دروازہ پر کب تک کھڑے رہیں گے، آئیے، بیٹھیئے، !"

ریاض اندر آکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا، اتنے میں مہ جبین چائے تیار کر چکی تھی،
اس نے جلدی سے ایک پیالی ریاض کے سامنے ایک جمیلہ کے آگے رکھ دی
جمیلہ نے اصرار کرکے اسے بھی اپنے پاس بٹھالیا، جمیلہ اور ریاض میں باتیں شروع
ہوگئیں، مہ جبین چپ چاپ بیٹھی چائے پیتی رہی، ریاض نے کہا،

"جمیلہ، اماں جی تم سے بہت خفا ہیں، !"

اس نے پوچھا،

"کیوں خفا ہیں؟"

ریاض نے بتایا

"تم گوشہ نشین کیوں ہوگئی ہو؟ ہمارے ہاں آنے کی کیوں قسم کھالی
وہ کہنے لگی،
"واہ بھیا، آپ بھی کیسی باتیں کرتے ہیں، ایسی باتیں آپ نے کیں
جان تو مجھ سے کیا خفا ہوں گی، میں سچ مچ روٹھ جاؤں گی آپ سے،!"
وہ ہنسنے لگا،
"اچھا تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں، لیکن یہ تو بتاؤ کہ اتنے دنوں سے
آئیں کیوں نہیں؟"
وہ گویا ہوئی
"ابھی پچھلے اتوار کو تو گئی تھی، بات یہ ہے کہ یہاں کام میں بھی تو الجھی
ہوں، لیکن اگر کبھی وقت مل جاتا ہے تو ضرور آتی ہوں اور جاؤں گی کہاں، وہ
ایک گھر ہے،!"
ریاض نے تقاضہ کیا،
"کل پھر اتوار ہے، آرہی ہو؟"
وہ بولی،
"نہیں بھیا، میں کل تو نہیں آسکوں گی کسی طرح!"
"یہ کیوں؟"
"کل مجھے مہ جبین کے ہاں جانا ہے وعدہ کر چکی ہوں،!"
لیکن وعدے توڑے بھی تو جا سکتے ہیں،!"
"مہ جبین سے کیا ہوا وعدہ توڑ دوں تو زندہ رہ سکوں گی؟ ابھی اپنا ح

کبھی کچھ ہی عرصے میں میرا اس سے بدتر ہوگا۔"

ریاض نے ایک زوردار قہقہہ لگایا!

"بات ہے تو ہم کچھ نہیں کہتے، بے شک تمہیں وعدہ پورا کرنا چاہیئے

ورنہ مہ جبین کو شکایت کا موقعہ نہ دینا چاہیئے۔"

جمیلہ ہنسنے لگی

"بھیا، آپ اتنے بزدل ہیں یہ تو میں سوچ بھی نہ سکتی تھی۔!"

تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے ریاض نے پوچھا،

"بزدل ——؟ میں بزدل ہوں؟ کیا کہہ رہی تم؟"

"کچھ غلط تو نہیں کہتی، آپ تو مہ جبین سے اس طرح ڈر گئے جیسے بکری شیر

سے ڈرتی ہے۔!"

ریاض نے جواب دیا، یہی سمجھ لو، اپنی جان بکری تک کو عزیز ہوتی ہے، میں

تو پھر آدمی ہوں، اس سے زیادہ جینے کا حق رکھتا ہوں!"

مہ جبین نے چائے کی خالی پیالی الگ رکھتے ہوئے کہا،

"اچھا جمیلہ اب میں جاتی ہوں۔!"

وہ بولی،

"لے واہ ابھی سے، —— بیٹھو، چلی جانا۔!"

"ہاں جی انتظار کر رہی ہوں گی اب جانے دو۔!"

یہ کہہ کر وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ جمیلہ نے ٹوکا،

"ذرا دم تو لو، تانگہ منگا دوں پھر چلی جانا، جمیلہ اپنے دروازے کے پاس آ کر

کھڑی ہو گئی۔ کوارٹر کے قریب ہی ملازموں کی کوٹھریاں تھیں، کوئی لڑکا کھیل
ہوا ادھر سے گذرا، اس سے کہہ کر تانگہ منگوایا۔ جمیلہ جب اس لڑکے سے
کے لیے کہہ رہی تھی۔ ریاض نے جبین سے کہا

"میں بہت نادم ہوں،!"

مہ جبین کی نظریں جھکی ہوئی تھیں، وہ میز کی طرف دیکھ رہی تھی۔ یہ سن کر
نے ذرا کے ذرا نظر اٹھائی اور پھر جھکالی، ریاض نے کہا،

"مجھے امید ہے آپ میری نادانستہ غلطی کو معاف کر دیں گی،!"

اس مرتبہ اس نے نظر بھی نہیں اٹھائی، ویسے ہی گردن جھکائے نظریں نیچی
کئے بیٹھی رہی۔ اتنے میں جمیلہ آگئی، اس کے آتے ہی مہ جبین اُٹھ کھڑی
ہوئی،

"آگیا تانگہ؟"

وہ بولی،

"ہاں آگیا،—— خالہ جان سے میرا بہت بہت سلام کہنا،

مہ جبین نے کوئی جواب نہیں دیا، چلی گئی،!

ذکر اس پری وش کا۔۔۔!

مہ جبین کے جانے کے بعد جمیلہ پھر اپنی جگہ آکر بیٹھ گئی۔ اس نے دیکھا ریاض خاموش خاموش سا بیٹھا ہے۔ کچھ دیر وہ انتظار کرتی رہی پھر اس نے پوچھا

"بھیّا آپ کہاں ہیں؟"

ریاض نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہا،

"یہیں ہوں تمہارے پاس،!"

"نہیں بھیّا، میں نہیں مانتی،!"

"کیا خیال ہے تمہارا؟"

"میرا خیال ہے آپ یہاں نہیں تھے،!"

"پھر کہاں تھا؟"

"یہ آپ جانئے ـــــ میں نے آپ کو یہاں نہیں پایا اتنا جانتی ہوں آپ کہاں تھے؟ یہ راز خود ہی حل کر دیجئے تو بہتر ہے!"

ریاض مسکرانے لگا۔

"پگلی ہو تم تو اچھی خاصی"!

"یہ تو کوئی نئی بات آپ نے نہیں کہی"!

ریاض ہنسنے لگا،

"بڑی تیز ہو گئی ہو"!

وہ بولا،

"تیز تو ہمیشہ سے تھی، آپ نے محسوس شاید اب کیا ہے"!

ریاض نے سگریٹ سلگاتے ہوئے پوچھا "یہ مہ جبین ہے کون"؟

جمیلہ نے کہا،

"پرستان کی پری سمجھ لیجئے"!

"جمیلہ اتنی شرارت اچھی نہیں ہوتی، بتاؤ"!

"کیا بتاؤں بھیا"؟

"مہ جبین کی تعریف کرو"!

"مہ جبین کی تعریف کروں؟ اس کی تعریف مجھ سے تو نہیں ہو سکتی وہ

کہاں سے لاؤں؟ وہ الفاظ کہاں سے تلاش کروں؟ وہ انداز بیان کہاں

لاؤں؟ جس سے مہ جبین کی تعریف ہو سکے"!

ریاض نے حیرت سے جمیلہ کی طرف دیکھا،

"آج تمہیں کیا ہو گیا ہے جمیلہ"؟

وہ مسکراتی ہوئی بولی،

"مجھے یا آپ کو"؟

ریاض جھینپ گیا،

"اگر یہ کوئی راز ہے اور تم اسے افشا نہیں کرنا چاہتیں تو پھر اب نہیں پوچھوں گا"

جمیلہ نے شرارت بھری نظروں سے ریاض کو دیکھا

"گویا خفا ہو گئے آپ؟"

ان تابڑ توڑ حملوں سے ریاض گھبرا گیا۔

"اگر خفا ہو گیا تو بھی تم پر کیا اثر ہو گا؟"

جمیلہ نے کہا،

"بہت ہو گا۔ جب تک آپ کو خوش نہ کر لوں، آب و دانہ حرام رہے گا مجھ پر!"

۔ بتائیے کس طرح خوش ہو سکتے ہیں آپ؟"

"لیکن میں خفا ہوں کب؟"

"دیکھئے جھوٹ نہ بولئے، آپ ضرور خفا ہیں"!

"اچھی زبردستی ہے"!

"اچھا اگر میں مہ جبین کی تعریف کروں تو آپ خوش ہو جائیں گے؟"

ریاض نے مسکراتے ہوئے کہا،

"ہاں، ۔۔۔ ہو جاؤں گا"

جمیلہ نے شریر نظروں سے ریاض کو دیکھا اور کہا،

"بڑی اچھی لڑکی ہے مہ جبین، کون سی خوبی ہے جو اس میں نہیں، حسن و جمال کے لحاظ سے یکتا، صورت و سیرت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ۔ اخلاق و کردار کو دیکھئے تو اس کا کوئی جواب نہیں، تہذیب، شائستگی اور طور طریقے دیکھئے

تو بے نظیر اور لاجواب ہے — کیوں بھیا، اتنی ساری تعریف تو میں نے کر دی
کیا اب آپ خوش ہو گئے۔ نہ ہوئے ہوں تو اور بھی زمین آسمان کے قلابے
سکتی ہوں،!" —— بولیئے،!"

ریاض نے جھلا کر کہا،

اب تم پٹ جاؤ گی میرے ہاتھ سے،!" — اتنا شریر تو میں نے تمہیں
کبھی نہیں پایا جتنا آج دیکھ رہا ہوں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا تمہیں ہو کیا گیا ہے
آخر ہاتھ دھو کر میرے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو؟"

جمیلہ نے اپنے چہرے پہ ندامت کی کیفیت طاری کرتے ہوئے کہا،

"اوہو بڑی چوک ہو گئی مجھ سے،؟"

ریاض کی ہمت نہیں پڑی کہ پوچھے کیا چوک ہو گئی ہے؟ لیکن سوالیہ نظروں سے
اس کی طرف دیکھنے لگا، وہ بولی،

میں سمجھی تعریف، لیکن آپ کا مقصد شاید تعارف تھا، میں نے مرجبین کی
تعریف تو کر دی، تعارف نہیں کرایا، — اگر آپ کہیں تو اب سہی،؟"

ریاض نے دوسرا سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا،

"نہیں بھئی، میں کچھ نہیں کہتا، نہ کسی کی تعریف چاہتا ہوں نہ تعارف، بخشو
مجھے،!"

جمیلہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"بڑی زود رنج ہیں آپ، کسی طرح آپ کی خفگی دور ہی نہیں ہوتی، آخر کیا
کروں؟ کس طرح مناؤں آپ کو،؟"

ریاض نے گویا شرائط صلح پیش کر دیئے۔

"بتاؤ، مہ جبین کون ہے؟"

جمیلہ پھر ہنسنے لگی۔

آخر آپ کو اس سے اتنی دلچسپی کیوں ہو گئی ہے؟"

"اس میں دلچسپی کی کیا بات ہے؟ آدمی جب کسی سے ملتا ہے تو قدرتاً اس کے بارے میں جاننا چاہتا ہے، یہ کون ہے، کیا ہے؟"

"سچ کہتے ہیں آپ، اتنی بے وقوف ہوں میں بھی کہ اتنی سی معمولی بات نہ سمجھ سکی،!"

"خیراب تو سمجھ گئیں"

"جی ہاں بالکل،!"

"تو بتاؤ پھر،!"

"لیکن مشکل یہ ہے کہ میں خود بھی تو اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی،!"

"کم اور زیادہ کا سوال نہیں ہے، جو کچھ معلوم ہے وہ بتا دو،!"

"جمیلہ نے پھر چھیڑا۔

"لیکن یہ معلومات حاصل کر کے کیا کریں گے آپ؟"

ریاض نے جھوٹ موٹ غصّہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا،

"پھر آگئیں تم اپنے رنگ پر؟ وہی شرارت؟"

جمیلہ نے ذرا سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا،

"بڑی نیک لڑکی ہے،!"

ریاض کے پاس بھی جواب تیار تھا،

"وہ تو ظاہر ہے، نیک نہ ہوتی تو شمشیر بکف کیوں نظر آتی؟ میں تو ڈانٹی
گیا، جب اس نے لال پیلی آنکھیں کر کے میری خبر لینی شروع کی ہے"!"

"آخر کیا کر رہے تھے آپ جو وہ اتنی خفا ہو گئی ——؟ ضرور کوئی
بات ہو گی، ورنہ وہ تو اتنی ہنس مکھ، با اخلاق اور با مروّت لڑکی ہے کہ غصہ
خفا ہونا جانتی ہی نہیں"!"

"بات کیا ہوتی، میں آیا تو تمہارے کمرے کے دروازے بھڑے ہوئے
اندر سے ایک دلکش نغمہ کا سلسلہ جاری تھا۔ مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ تم گا
ہو اور اتنا اچھا گا لیتی ہو، میں نے آہستہ سے دروازے کا پٹ ذرا سا
گانے والی کی پیٹھ میری طرف تھی، اور منہ اسٹوو کی طرف جس پر چائے کا
رہا تھا۔ کوئی وجہ نہیں تھی کہ میں سمجھتا یہ تم نہیں ہو، کوئی اور ہے چنانچہ دفعتہً کمرے
داخل ہو کر تمہاری گھبراہٹ کا پر لطف نظر دیکھنے کے لیے میں نے پہلا قدم
تھا کہ نہ جانے کیوں گانے والی کا رُخ ادھر دروازہ کی طرف ہو گیا، میں تو
سٹ پٹا گیا، کہ تم نہیں ہو کوئی اور ہے اور اس خدا کی بندی نے وہ آڑے ہاتھ
لیا ہے کہ اگر تم نہ آجاتیں تو شاید حملہ ہی کر دیا ہوتا مجھ پر"!"

جمیلہ مسکرا مسکرا کر یہ داستان سنتی رہی، پھر اس نے کہا،

"اگر واقعی وہ حملہ کر دیتی تو پھر آپ کیا کرتے؟"

ریاض نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا،

"میں تو اتنا سٹ پٹا گیا تھا کہ پٹنے کے سوا کچھ کر ہی نہیں سکتا تھا"!

جمیلہ پھر ہنسنے لگی،

"بڑا مزا آتا،!"

ریاض نے چڑتے ہوئے پوچھا،

"مزا آتا؟ ــــ میرے پٹنے سے تم لطف لیتیں؟"

وہ بولی،

"جی نہیں، آپ کے پٹنے کا تو صدمہ ہوتا، لیکن مہ جبین کو ایک مرد کی ٹھکائی کرتے دیکھ کر لطف تو واقعی آجاتا، !" ــــ جی چاہتا ہے پھر کسی دن وہ آئے میں ایک مووی کیمرہ لے کر ادھر ادھر ہو جاؤں، وہ ترنگ میں آکر گانے لگے اتنے میں آپ آجائیں اور آپ کو دیکھتے ہی وہ نہ آؤ دیکھے نہ تاؤ، دھواں دھول اور تابڑ توڑ "مکے" اور گھونسے برسانے لگے۔ آپ پٹیں، میں ایک گوشہ میں کھڑی اس واقعہ بلکہ حادثہ کی فلم لیتی رہوں، اور پھر لے جاکر خالہ جان کے سامنے پیش کر دوں کہ ذرا پہچانئے یہ کون صاحب ہیں، ــــ کیوں بھیا کتنا مزا آئے، خالہ جان کتنی خوش ہوں یہ فلم دیکھ کر، آپ کی بلائیں لیں، پیار کریں، صدقہ اتاریں اور کہیں، اے خدا، تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے، میرا لاڈلا اور اکلوتا بیٹا اس قابل تو ہوا کہ آج ایک لڑکی کے دست نازک سے پٹ رہا ہے، یا اللہ وہ مبارک دن بھی جلد آجائے کہ یہ لڑکی بہو بن کر میرے گھر میں آئے اور ہر روز صبح اٹھ کر پہلا کام یہی کیا کرے کہ میرے بچہ کی دھول جھاڑ دیا کرے، ــــ"

جمیلہ کی تقریر شاید ابھی کچھ دیر اور جاری رہتی، لیکن ریاض اٹھ کر کھڑا ہو گیا

اُس نے کہا،

"میں اب جاتا ہوں!"

جمیلہ نے پوچھا،

"کہاں؟"

اس نے جواب دیا،

"پاگل خانے!"

جمیلہ نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا،

"پاگل خانے جائیں آپ کے دشمن، میں آپ کو مجنوں نہیں بننے دوں گی

ریاض نے جواب دیا،

اپنے لیے نہیں، تمہارے داخلہ کا انتظام کرنے جا رہا ہوں۔ واقعی تم پاگل

ہو گئی ہو!"

جمیلہ نے کہا،

"توبہ، آپ نے تو مجھے پریشان کر دیا تھا — نہیں، میری فکر نہ کیجیے جب

ضرورت ہوگی، میں خود اپنا انتظام کر لوں گی، فی الحال تو مجھے یہیں رہنے دیجیے

جہاں ہوں!"

ریاض نے بے بسی کے عالم میں کہا،

"جمیلہ، تم واقعی مجھے پاگل کئے دے رہی ہو!"

وہ یک لخت سنجیدہ ہو گئی، کہنے لگی

"اچھا بیٹھیے۔ ایک پیالی چائے اور پی لیجیے۔"

"نہیں ۔۔۔"

"اچھا چائے نہ پیجیے، ذرا دیر بیٹھیے تو!"

"نہیں، بیٹھوں گا بھی نہیں!"

"آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"لیکن میں باتیں کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں!"

"وہ کام کی باتیں ہیں بھیّا۔۔۔"

"ہوا کریں!"

"وہ مہ جبین سے تعلق رکھتی ہیں!"

"مجھے آپ کی مہ جبین سے کوئی دلچسپی نہیں!"

یہ کہہ کر ریاض چلا گیا، جمیلہ اسے روکتی ہی رہ گئی!"

دام

مہ جبین جب گھر سے جمیلہ کی ملاقات کو روانہ ہوئی، اس کے تھوڑی دیر بعد
پر دستک ہوئی، نسیمہ خبر لینے کے لیے گئی تو معلوم ہوا حکیم صاحب تشریف لائے
ہیں۔ بیگم صاحبہ جلدی سے کمرے میں داخل ہو کر دروازے سے لگ کر کھڑی
ہو گئیں، دروازے کے پاس ایک چوکی بچھی تھی۔ وہ حکیم صاحب کے لیے خالی
کر دی گئی۔ بیگم صاحبہ نے نسیمہ سے کہا

"جا بُلا لا حکیم صاحب کو، —— اور ہاں ذرا جلدی سے چائے تیار کر لے"

وہ بولی،

ابھی لیجئے دو منٹ میں!"

حکیم صاحب آئے اور چوکی پر چھوٹے سے گاؤ تکیہ کی ٹیک لگا کر بیٹھ گئے
گرجدار اور بلند آواز میں پوچھا،

"کہئے بیگم صاحبہ مزاج تو اچھے ہیں؟" "بڑی تکلیف اُٹھائی آپ نے!"
ممنون لہجہ میں بیگم صاحبہ نے فرمایا،

اب تو خدا کے فضل سے بالکل اچھی ہوں، زندگی تھی جو بچ گئی، ورنہ مرنے
میں رہ کیا گیا تھا،!"
"جی ہاں بہت نازک حالت ہو گئی تھی آپ کی، میں نے جب نبض دیکھی تو
میرے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے، جلدی سے ڈاکٹر صاحب کو بلایا اور ہسپتال
میں پہنچایا—"
"حکیم صاحب، جب تک زندہ رہوں گی آپ کا یہ احسان یاد رکھوں گی
—"
"ارے ارے، یہ آپ کیا فرماتی ہیں، احسان کیسا؟ میں تو اس گھر کا پرانا
نمک خوار ہوں۔ میری رگوں میں جو خون دوڑ رہا ہے وہ اسی گھر کے رزق کا ہے
میں نے اپنا فرض ادا کیا، بخدا اگر میری جان بھی آپ کے کام آجائے تو یہ میرے
لیے باعث فخر ہو گا،!"
"یہ شرافت ہے آپ کی حکیم صاحب، ورنہ اس زمانے میں کون پچھلی باتیں یاد
رکھتا ہے؟"
"ہاں صاحب، ہمارے پاس اگر کچھ ہے تو بس یہی شرافت ورنہ، —
عقل و علم ہے پاس ہمارے نہ ملک و مال،! — (ادھر ادھر دیکھ کر) بٹیا
نہیں ہے ہماری اس وقت یہاں،!"
"کیا آپ مہ جبین کو پوچھ رہے ہیں؟"
"جی ہاں، اسی کو، خدا نظر بد سے بچائے، کتنی پیاری لڑکی ہے، چندے
آفتاب، چندے ماہتاب، اسے دیکھتا ہوں تو بلیوں خون بڑھ جاتا ہے میرا،

خدا اسے سلامت رکھے، اسی سے خاندان کا نام چلے گا، ! — تو نہیں ہے اس وقت ؟"

"جی نہیں، —— وہ اپنی ایک سہیلی کے ہاں گئی ہے، !"

"اچھا اچھا، ماشا، اللہ، —

حکیم صاحب، میری بچی کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا، اس کی عادتیں، اس کا رکھ رکھاؤ، اس کے طور طریقے، اس کا سگھڑاپا، اور پھر ماشاء اللہ اس کا رنگ روپ، لاکھوں میں ایک ہے، —"

"اجی توبہ کیجیے بیگم صاحب، لاکھوں میں نہیں کروڑوں میں ایک، وہ تو نمونہ قدرت خداوندی ہے، ! ماشاء اللہ ماشاء اللہ !"

اتنے میں نسیمہ چائے لے کر آ گئی، اس نے بڑے سلیقہ سے چائے کی ٹرے سامنے ایک تپائی پر رکھ دی۔ حکیم صاحب اس خوان نعمت کے استقبال کے لیے تیار بیٹھے تھے۔ ٹوٹ ہی تو پڑے۔ خوب ڈٹ کے چائے پی، لوازمات پر ہاتھ مارے، نمک پارے چٹ کئے اور ایک زوردار ڈکار لی اتنے میں بیگم صاحبہ نے اپنے صندوقچے سے ایک لفافہ نکالا، اور پھر آ کر دروازہ کی اوٹ میں کھڑی ہو گئیں۔ جب حکیم صاحب سب کچھ صاف کر چکے تو بیگم صاحبہ نے باہر ہاتھ نکال کر حکیم صاحب کی طرف بڑھایا اور فرمایا،

"یہ لیجیے حکیم صاحب !"

حکیم صاحب نے ہاتھ بڑھا کر لفافہ لے لیا اور پوچھا،

"یہ کیا ہے ؟"

یہ کہہ کر لفافہ کھولا تو اس میں سَو سَو کے سترہ نوٹ! حکیم صاحب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں، بے ساختہ منہ سے نکلا،

"یہ کیا؟"

بیگم صاحبہ نے جواب دیا،

"حکیم صاحب میں کہہ چکی ہوں، آپ کا احسان زندگی بھر یاد رکھوں گی ——"

"آپ بار بار اس خاکسار ذرۂ بے مقدار کو شرمندہ کرتی ہیں، اجی حضور احسان تو اس خاندان کے میرے اوپر ہیں، میں کیا کروں گا کسی پر احسان اور وہ بھی آپ پر، توبہ استغفراللہ، لاحول ولاقوۃ!"

"خیر یہ آپ کی شرافت ہے جو اس طرح کی باتیں کرتے ہیں ورنہ ——"

"نہیں بیگم صاحبہ، سب کچھ کہئے مگر یہ ذکر زبان پر نہ لائیے —— مگر یہ روپے کیسے ہیں؟"

"وہی تو میں کہہ رہی تھی،!"

"جی، ارشاد،!"

"میں نے اور مہ جبین نے حساب لگایا تھا بیٹھ کر، آپ اب تک سترہ سو روپے صرف کر چکے ہیں۔ یہ وہی ہیں، کمی زیادتی ہو تو بتا دیجئے، باقی حساب بھی صاف کر دوں گی،!"

حکیم صاحب کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ وہ اس وقت آئے تھے جمال کے لیے مہ جبین کو مانگنے، ان کا خیال تھا، جو احسان عظیم بیگم صاحبہ پر جمال نے ان کے ذریعہ کیا ہے اس کا قدرتی نتیجہ یہی نکل سکتا ہے کہ مہ جبین جمال کی بیوی بن

جائے۔ جمال نے ان سے صاف صاف کہہ دیا تھا، اگر یہ کام حکیم جی تم نے کر
دیا تو جو مانگو گے وہ دوں گا، اور اگر نہ کرا سکے تو پھر قبر کا گوشہ آباد کرنے کے
لیے تیار رہنا، لیکن روپے واپس لینے کے معنی یہ تھے کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا
مہ جبین ہاتھ سے گئی، ان کے ہاتھ پاؤں کلپنے لگے، دل دھڑکنے لگا، چہرہ زرد پڑ
گیا، انھوں نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا،

"لیکن یہ آپ کیا غضب کر رہی ہیں؟"

بیگم صاحبہ نے مشتعل لہجہ میں کہا،

"غضب کیسا؟ میں جانتی ہوں آپ کی خود مالی حالت کیا ہے، کہ جانے
کہاں سے جوڑ بٹور کر یہ روپے آپ نے جمع کئے ہوں گے، آپ کا یہ احسان
بہت ہے کہ وقت پر آپنے مدد کر دی۔ اس کے یہ معنی تو نہیں ہیں کہ آپ کی مدد
قبول کر کے آپ کو کہیں کا نہ رکھا جائے۔ یہ بھی کوئی شرافت ہے؟ — روپے
رکھ لیجئے۔"

"روپے رکھ لیجئے۔" ان الفاظ میں تحکم تھا، حکیم صاحب چکرا گئے کہ اب کیا کریں
اگر روپے رکھے لیتے ہیں تو جمال کے ریوالور کو کیا جواب دیں گے اور اگر نہیں رکھتے
تو بیگم صاحبہ سے کیوں کر نجات حاصل کریں؟ بہر حال حکیم صاحب نے بھی مشتعل
لہجہ میں فرمایا،

"یہ نہیں ہو سکتا بیگم صاحبہ کسی طرح!"

کیا نہیں ہو سکتا؟" — یعنی آپ روپے واپس نہیں لیں گے؟"

"ہرگز واپس نہیں لوں گا!"

"واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

حکیم صاحب رونے لگے۔

"میرے جوتے مار لیجیے، میرے منہ پہ کالک لگا دیجیے" النیمہ سے کہیئے

پاؤں سے جوتی نکالے، اور بے تحاشہ میرے سر پہ برسانے لگے۔ میں یہ سب

کچھ گوارا کر لوں گا مگر، —— مگر یہ نہیں کرسکتا کہ روپے واپس لے لوں، بیگم صاحبہ

میرا دل نہ توڑیئے، میں غریب آدمی ہوں، فقیر ہوں، آپ نے سچ فرمایا، میری

حالت کافی سقیم ہے۔ لیکن اپنے سینہ میں ایک شریف اور احسان مند دل رکھتا

ہوں، اگر کسی نازک مرحلہ پہ کوئی خدمت مجھ سے بن آئی تو یہ میرے لیے باعث

فخر ہے، آپ روپے واپس کر کے میرے سینہ پر، میرے دل ناتواں پر گھونسہ مار رہی

ہیں!!"

اور پھر تو حکیم صاحب نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا، وہ بڑا اسا رومال

جوان کے کاندھے پر لٹک رہا تھا، اشک ریزی کے سیلاب کا مقابلہ نہ کر سکا،

تربتر ہو گیا، آنسو دو طرفہ جاری تھے، آنکھ سے بھی اور ناک سے بھی، اس گنگا جمنا کے

سیلاب کا مقابلہ وہ بیچارہ ایک گز کپڑا کیا کرتا؟

بیگم صاحبہ حکیم صاحب کی یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گئیں، انہوں نے فرمایا،

"سنیئے تو حکیم صاحب!"

حکیم صاحب نے بھیگے ہوئے رومال سے منہ پونچھنے کے بجائے اسے اور

زیادہ تر کرتے ہوئے فرمایا،

بس سن لیا، اس سے زیادہ نہ سنائیے ——"

یہ کہہ کر حکیم صاحب نے وہ لفافہ چوکی پر رکھ دیا، اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔
"اب اجازت دیجیے"!
بیگم صاحبہ حکیم صاحب کی اس کیفیت سے بہت متاثر ہوئیں، انہوں نے سوچا، اب اس وقت زیادہ اصرار کرنا مناسب نہیں، روپے بہرحال واپس کرنا ہیں اس وقت نہ سہی پھر کسی دن سہی، اب اگر زیادہ اصرار کیا گیا تو کہیں ان پر قلبی دورہ نہ پڑ جائے۔ وہ بھی خاموش ہوگئیں، حکیم صاحب نے رومال کاندھے پر رکھا اور تشریف لے گئے۔ ان کے جانے کے بعد نسیمہ نے بیگم صاحبہ سے کہا،
"بی بی جی، ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں دنیا میں"!
بیگم صاحبہ نے کوئی جواب نہیں دیا، ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگئیں!

وہ آئیں گھر میں ہمارے۔۔۔!

حکیم صاحب جا رہے تھے کہ مہ جبین جمیلہ کے ہاں سے واپس آئی، اس نے
بیگم صاحبہ سے پوچھا،
"حکیم صاحب کو آپ نے روپے دیدیئے؟"

وہ بولیں،
"ہاں بیٹی دئے تو تھے، لیکن انہوں نے لیے نہیں۔"
"اس سے کیا ہوتا ہے آپ نے دے دیئے ہوتے!"
"خیر پھر کسی دن سہی،!" ___ بیچارے رونے لگے تھے، بھلے آدمی ہیں!"
بیگم صاحبہ گھر کے کام میں لگ گئیں، مہ جبین نے سویٹر بننا شروع کر دیا، ارادہ
یہ تھا کہ جب مکمل ہو جائے گا تو جمیلہ کو پیش کرے گی، کتنی خوش ہو گی وہ!"
دوسرے دن اتوار تھا، جمیلہ حسب وعدہ آگئی۔ اور وقت سے پہلے آئی، یہاں
ہاتھوں ہاتھ لی گئی، بیگم صاحبہ نے اسے گلے سے لگایا، انیسہ نے دعائیں دیں، مہ جبین
نے گرم جوشی اور تپاک کے ساتھ اس کا استقبال کیا، کچھ دیر تک یہ سب لوگ پاس

بیٹھے باتیں کرتے رہے، پھر جمیلہ مہ جبین کے کمرے میں آگئی اور ان دونوں میں بے تکلفی کے ساتھ باتیں شروع ہوگئیں۔ مہ جبین نے کل کی ملاقات کا ذکر چھیڑتے ہوئے کہا،

"تو یہ تھے آپ کے ریاض بھیا؟"

جمیلہ نے جواب دیا،

"جی ہاں،!" ــــ کیا رائے ہے حضور کی ان کے بارے میں؟"

مہ جبین نے تیوری چڑھا کر کہا

"میری رائے کیا ہوتی؟ میں رائے قائم کرنے والی کون؟"

"یہ تو نہ کہو مہ جبین، اگر تم نے رائے قائم نہیں کی تھی تو اس بری طرح انہیں جھاڑا کیوں تھا؟"

مہ جبین نے مسکراتے ہوئے کہا،

مجھے کیا معلوم تھا وہ تمہارے ریاض بھیا ہیں!"

جمیلہ نے پوچھا،

اور اگر معلوم ہوتا تو خیر مقدم کرتیں؟"

مہ جبین بگڑ گئی،

"کچھ سودائی ہوئی ہو، مجھے کیا پڑی ہے کسی کا خیر مقدم کرنے کی؟" واہ!

جمیلہ نے بڑی اپنایت کے ساتھ کہا،

"اچھا مہ جبین، یہ تو بتاؤ، تم اتنے تیکھے مزاج کی کیوں ہو؟"

خواہ مخواہ تم نے بدنام کر رکھا ہے، میں تو نہیں ہوں!"

"پھر ریاض بھیا کو آڑے ہاتھوں کیوں لیا ؟"

"دروازہ کی درازسے انہوں نے جھانکا کیوں ؟"

"کوئی تمہارے گھر میں جھانکا تھا، وہ تو میرا گھر تھا، میرا کمرہ تھا۔ یہ سمجھ کر کہ ایک ان ہونی بات ہو رہی ہے، یعنی جمیلہ گا رہی ہے، انہوں نے ازراہ مذاق ذرا سا پٹ کھول کر ذرا سا جھانکنا شروع کیا تاکہ یک بیک داخل ہو کر مجھے ڈرا دیں!"

مہ جبین ہنستے ہوئے بولی،

"اے ہے، کیا کہنا صاحبزادی کا، انہیں کوئی ڈرائے گا، اور یہ ڈر جائیں گی۔

— قربان"!

"لیکن مہ جبین، یہ تم نے اچھا نہیں کیا"!

"کیا کیا میں نے ؟"

"ریاض بھیا کی توہین کی، انہیں ذلیل کیا،"

"اے واہ"!

"ہاں میں غلط نہیں کہتی، انہیں بڑا صدمہ ہے"!

"اب میں نے اتنا کچھ بھی نہیں کہا تھا کہ وہ صدمہ لے کر بیٹھ جائیں، تمہارے ریاض بھیا نے تو لڑکیوں کے کان کاٹے ہیں، ذرا سی بات کسی نے کہدی اور ان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے"!

"بڑی سنگ دل ہو، مذاق اڑا رہی ہو بے چارے کا!"

"نہیں مذاق تو نہیں اڑا رہی، لیکن یہ کوئی ایسی بات تو نہیں تھی کہ اس کا اتنا اثر لیا جاتا —!"

"ہاں ہے تو ٹھیک" — جواب تلخ می زیبد لبِ لعلِ شکر خارا — اب اگر انہوں نے گلہ کیا تو یہی کہوں گی"!"

"وہ گلہ کرنے کیوں لگے؟"

"نہیں، یہ نہ کہو، واقعی انہیں بہت صدمہ ہے۔ تم تو چلی آئیں، اس کے بعد جتنی دیر بھی وہ بیٹھے کھڑے کھڑے سے رہے، وہ بڑے شائستہ اور نستعلیق آدمی ہیں، سب ان کا لحاظ کرتے ہیں، ان کے بڑے تک انہیں مانتے ہیں، جہاں جاتے ہیں ہاتھوں ہاتھ لیے جاتے ہیں، قابل اور ہونہار اتنے ہیں کہ ابھی بیرسٹری شروع کیے ہوئے دن ہی کتنے ہوئے ہیں، لیکن مقدموں کی وہ بھرمار ہے کہ سر اٹھانے کی فرصت نہیں ملتی، جو مقدمہ لے لیتے ہیں جیتتے ہیں ایسے بھلے آدمی کو تم نے اس طرح جھٹکار دیا کہ کیا کوئی آقا کسی نوکر کو ڈانٹ بتائے بیچارے کم گو اور خاموش طبع آدمی ہیں، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ انہیں بہت احساس ہے اپنی اس توہین کا"!"

"اوہ، اتنی لمبی تقریر — اچھا بھئی غلطی ہوئی، معافی مانگ لینا ہماری طرف سے"!"

"واہ، یہ بھی کوئی بات ہوئی غلطی تم کرو، معافی میں مانگوں"!"

"تو کیا ... ان کے در دولت پر حاضر ہو کر دست بستہ معافی مانگنی چاہیے"

"اخلاق اور شرافت کا تقاضہ تو یہی ہے!"

"جی معاف فرمائیے، نہ بندی میں اخلاق ہے نہ شرافت!"

"دیکھو مہ جبین مجھے ضد نہ دلاؤ، ورنہ پھر —"

"کیا ہو گا؟"

"نہیں باقاعدہ معافی مانگنی پڑے گی ان سے،!"

"منہ دھو رکھو، یہی کہیں مانگنی نہ ہو،!"

"اچھا، میں خالہ جان کے پاس جاتی ہوں، ان سے کہوں گی یہ مہ جبین بڑی دلیر ہو گئی ہے، مردوں سے زبان لڑاتی ہے، انہیں بدتمیز اور بیہودہ کہتی ہے، ان کی توہین و تذلیل کرتی ہے، اور مرد بھی کوئی معمولی آدمی نہیں، میرا بھائی!"

"جاؤں؟"

"ذرا جا کر دیکھو،؟"

"یہ بھی کوئی زبردستی ہے، —— خالہ جان،

مہ جبین نے جمیلہ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا،

"خبردار، جو ان سے کچھ کہا ہو گا، پگلی،!"

"واہ، کیوں نہ کہوں؟"

"نہیں، وہ خفا ہونے لگیں گی میرے اوپر،!"

"یہی تو میں چاہتی ہوں، وہ خبر لیں گی خالہ جان اس بدتمیزی پر کہ یاد ہی کروگی،!"

اتنے میں نسیمہ آگئی،

"کھانا تیار ہے، بیگم صاحبہ بلا رہی ہیں"

نازک معاملہ

رات نصف کے قریب گذر چکی ہے سڑکیں سنسان اور ویران پڑی ہیں
گھروں کی روشنیاں گل ہیں، اور لوگ دن بھر کی تھکن دور کرنے کے لیے خواب خر
میں دنیا و مافیہا سے بے خبر بستر راحت پر دراز ہیں۔ لیکن حکیم نواب علی کی بیٹھ
میں روشنی ہو رہی ہے۔

گاؤ تکیہ سے ٹیک لگائے وہ اپنے فرش پر تشریف رکھتے ہیں۔ سامنے ج
بیٹھا ہے۔ حکیم صاحب اس طرح سہمے ہوئے نظر آتے ہیں جیسے کوئی مجرم
کے سامنے بیٹھا ہو۔ جمال کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی ہیں۔ جمال نے بر
لب ولہجہ میں پوچھا،

"ہاں تو کیا کر آئے آپ حکیم صاحب؟"

وہ تقریباً روتے ہوئے بولے،

"کر تو کچھ نہیں آئے، بیگم صاحبہ روپے واپس کر رہی تھیں، مگر میں نے
نہیں لیئے۔ خاندانی تعلقات کا ایسے درد انگیز پیرایہ میں ذکر کیا کہ شاید ان ک

کہیں بھی ڈبڈبا آئی ہوں، چپ ہو گئیں پھر اصرار نہیں کیا۔!

جمال نے حکیم صاحب پر ایک نظر ڈالی پھر تلخ لہجہ میں پوچھا،

"اب کیا پروگرام ہے آپ کا؟"

حکیم صاحب کو اس سوال پر بڑی حیرت ہوئی۔

"جی میرا پروگرام؟"

جمال نے ذرا بلند آواز سے کہا،

میں نے آپ کو اس لیے بھیجا تھا کہ خاندانی تعلقات کا ذکر کر کے واپس

بلے آئیں؟"

حکیم صاحب نے فرمایا،

"جی نہیں، آپ کا مقصد تو کچھ اور تھا!"

"کیا تھا وہ مقصد؟"

"مہ جبین سے شادی!"

پھر اس سلسلہ میں کیا کیا آپ نے؟"

"صاحب سب کچھ کروں گا، ذرا چھری تلے دم تو لینے دیجیے۔ جھٹ منگنی

پٹ بیاہ کا معاملہ نہیں ہو سکتا، ہاتھی لاکھ مرا بکا جب بھی سوا لاکھ ٹکے

کا، خاندانی لوگ ہیں، یہ تو نہیں ہو سکتا کہ جاتے ہی میں پیام دے دوں، اور

وہ گویا اس کے منتظر ہی بیٹھے تھے۔ فوراً منظور کر لیں۔ پانی دیکھیے، پانی کی

دھار دیکھیے۔ ذرا صبر سے کام لیجیے، خدا نے چاہا تو آپ کی آرزو پوری

ہو گی۔ اور ضرور ہو گی۔ لیکن بندہ پرور معاف کیجیے گا، ہتھیلی پر سرسوں تو نہیں

جم سکتی، کسی طرح بھی"!"

"حکیم صاحب، میں نے بڑے صبر و ضبط سے کام لے کر آپ کی یہ
چوڑی تقریر بہ خاموشی کے ساتھ سنی ہے۔ میری خاموشی کے یہ معنی نہیں
میں آپ کی باتوں کا قائل ہوں"!"

"آپ کے خیال میں اس خاکسار نے جو کچھ عرض کیا، وہ غلط ہے
قبول ہے؟"

"جی ہاں، میرا یہی خیال ہے!"

"پھر جو حکم ہو، وہ کیا جائے"!"

"آپ کل پھر تشریف لے جائیے۔"

"میں کل پھر تشریف لے جاؤں؟"

"جی ہاں!"

"اور وہاں جا کر —"

"بیگم صاحبہ سے صاف صاف گفتگو کیجیے، انہیں میرے بارے میں
دلائیے کہ اس سے اچھا شوہر مہ جبین کو نہیں مل سکتا، انہیں آمادہ کیجیے کہ
از جلد مجھے اپنا داماد بنا لیں — ورنہ میں مہ جبین کو اغوا بھی کر سکتا ہوں
بیگم صاحبہ کو قتل بھی کر سکتا ہوں، حویلی میں آگ بھی لگا سکتا ہوں اور آپ
کو بھی جہنم رسید کر سکتا ہوں — آ گیا سمجھ میں؟"

حکیم صاحب بید لرزاں کی طرح کانپنے لگے، فرمایا،

"جی، —"

جمال نے کہا،

"جی اور جی ہاں سے کام نہیں چلے گا۔ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر آپ
کو عمل کرنا چاہیئے۔ اگر آپ وہاں سے کامیاب اور سرخ رو آئے تو آپ کو
سونے میں تول دوں گا اور اگر ناکام و نامراد آئے تو پھر، خود ہی سمجھ لیجئے
آپ کا حشر کیا ہو گا؟"

حکیم صاحب نے بڑی بے بسی کے ساتھ پہلو بدلتے ہوئے کہا،

"میرے سرکار، میرے حضور، میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہیں کروں گا۔ بیگم صاحبہ کو شیشہ میں اتار دینے کا، لیکن اگر وہ نہ مانیں تو
اس میں میری تو کوئی خطا نہ ہو گی۔ آپ شوق سے مہ جبین کو اغوا کر لیں، بیگم
صاحبہ کو قتل کر دیں، حویلی میں آگ لگا دیں، لیکن اپنے اس دعاگو پر تو رحم
کیجئے۔"

جمال نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا،

"نہیں حکیم صاحب، یہ نہیں ہو سکتا۔ آپ کو ہر حالت میں، ہر قیمت پر،
بیگم صاحبہ کو راہ پر لانا ہے۔ اسی میں آپ کی خیریت ہے — آپ جانتے
ہیں ان کی حالت کیا ہے، بے شک وہ دولت مند تھیں، کبھی ان کے گھر
میں گھی کے چراغ جلتے تھے، کبھی ان کے ہاں نوبت بجتی تھی، مگر اب —"

حکیم صاحب نے کہا — "اب کیا، اب فاقے پڑتے ہیں، —"

"ٹھیک، — یہی میں بھی کہہ رہا تھا، آپ انہیں بتلایئے کہ گذرا ہوا
زمانہ پھر واپس آ سکتا ہے۔ ایک مرتبہ پھر وہ دولت مند ہو سکتی ہیں، ایک مرتبہ

پھر ان کے دروازے پر ہاتھی جھول سکتے ہیں، ایک مرتبہ پھر ان کے
بج سکتی ہے۔ وہ اپنی لڑکی کے ساتھ شاندار زندگی بسر کر سکتی ہیں اگر
جو اپنی لڑکی کا مستقبل خوشگوار نہ دیکھنا چاہتا ہو۔ آخر کیا وجہ ہے کہ بیگم
مجھے اپنا داماد نہ بنائیں؟ کیا مجھ سے بہتر آدمی انہیں کوئی مل سکتا ہے

"ہرگز نہیں،!"

"پھر وہ مجبور ہیں آپ کی تجویز قبول کر لینے پر،!"

"بے شک،— لیکن"

"لیکن کیا؟ وہ بھی کہہ ڈالیئے — جی؟"

"اگر انہوں نے آپ کے خاندان کے بارے میں سوال کیا تو میں کیا جواب
دوں گا؟ یہ میں اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ یہ سوال وہ ضرور کریں گی، انہیں
اپنے خاندان، حسب و نسب اور خون پر ناز ہے۔ اپنے ہونے والے داماد میں
وہ یہ صفات ضرور تلاش کریں گی"

جمال نے بہت بلند آواز سے گرجتے ہوئے کہا،

"تو آپ کے نزدیک میں چمار ہوں؟"

حکیم صاحب لرز گئے۔

"توبہ توبہ، استغفراللہ، لاحول ولاقوۃ الا باللہ! یہ کون مردود کہتا ہے
آپ یقیناً اعلیٰ النسب، والا حسب ہیں، لیکن ذرا تفصیل —"

جمال نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا

"تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں، میرا خاندان درست ہے، بزرگ

ت ہے، میرا نسب درست ہے، میرا خون درست ہے، آپ بے تامل
ے یہ صفات بیگم صاحبہ کے گوش گذار کر سکتے ہیں۔"

حکیم صاحب قائل ہو گئے۔

"بہت خوب!"

جمال واپس جانے کے لیئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے جاتے جاتے کہا،
"آپ کو زیادہ سے زیادہ پندرہ روز کی مہلت دی جا سکتی ہے، — !
شام کو آپ مجھ سے اس پتہ پر ملیئے۔"

اور قبل اس کے کہ حکیم صاحب اس مدت میں توسیع کی التجا کر سکیں، وہ چلا
— لے کے دل دلستاں روانہ ہوا، !

ایک اور آفت

بیگم صاحبہ بیٹھی چھالیہ کتر رہی تھیں، پاندان سامنے رکھا تھا، نسیمہ جھا
دے رہی تھی، مہ جبین کوئی کتاب بیٹھی پڑھ رہی تھی۔ اتنے میں کسی نے درو
پر دستک دی، بیگم صاحبہ نے نسیمہ سے کہا،

"دیکھنا دروازے پر کون ہے؟"

وہ جھاڑو ایک گوشہ میں رکھکر باہر گئی۔ اور ہانپتی کانپتی، ایک کا
ہاتھ میں لیے واپس آئی۔

"بی بی جی، وہ تو کوئی برق انداز ہے، یہ کاغذ دیا ہے کہ اس پر بیگم صا
کے دستخط کرا لاؤ۔"

بیگم صاحبہ نے مہ جبین سے کہا،

"دیکھنا تو بیٹی، کیسا کاغذ ہے؟"

مہ جبین نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ سیٹھ جھبو مل نے دس ہزار روپے
دعوی کیا تھا، ان کی ڈگری ہو گئی ہے۔ اگر پندرہ روز کے اندر رقم ا

ی تو حویلی نیلام ہو جائے گی ۔ مہ جبین نے دستخط کر کے کاغذ تو نسیمہ کے حوالہ کیا
لیکن بیگم صاحبہ کی جان پہ بن گئی ۔ ہوائیاں اُڑنے لگیں ۔

"بیٹی، یہ چھنو مل کہاں سے آٹپکا ؟"

وہ غمگین لہجہ میں بولی،

"میں کیا جانوں اماں جی !" —— شاید ہوں گے اس کے روپے،
لی کیوں صبر کرے ؟'!"

"نہیں بیٹی، مجھے تو یہ کسی دشمن کی کارستانی معلوم ہوتی ہے'!"

"نہیں اماں جی، نہ ہمارا کوئی دوست ہے نہ دشمن، —— ہمارے پاس
ے کیا جو ہم سے کوئی دوستی یا دشمنی کرے گا ؟"

"یہ تو نہ کہو بیٹی، دشمنوں کو تو مرے کو مارنے میں مزا آتا ہے ۔ سچ کہتی ہوں
نے آج تک چھنو مل کا نام نہیں سنا، خدا بخشے تمہارے باپ جس
کے مقروض تھے، کس کس کو چھوڑا !؟ ایک ایک پائی سب کی وصول کر لی، پھر
ب اتنے دنوں بعد، یہ چھنو مل کہاں سے پیدا ہو گئے ؟"

"ہاں اماں جی، ہے تو عجیب بات'!"

"وہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں، —— ہائے غضب، اب ہمارے
س رہ کیا گیا ہے سوائے اس ٹوٹے پھوٹے مکان کے، دشمن یہ بھی لے
لینا چاہتے ہیں، شاید ان کی آرزو ہے کہ ہم سے یہ آخری سہارا بھی چھن جائے
ٹھنڈی سانس لے کر) خیر، ہمارا بھی اللہ بیلی ہے !"

"اماں جی ایک بات سمجھ میں نہیں آتی'!"

بیگم صاحبہ نے کچھ پوچھا نہیں بیٹی کی طرف دیکھنے لگیں کہ وہ کیا کہتی
ہے ؟

مہ جبین نے کہا،

"سیٹھ کی ڈگری ہوگئی لیکن نہ ہمارے پاس کوئی نوٹس آیا نہ سمن نہ
مقدمہ چلا نہ پیشیاں ہوئیں نہ شہادت ہوئی نہ عدالت، آخر یہ کیسی ڈگری
ہے جو یوں چپ چپاتے اور گھر بیٹھے ہوگئی۔ واقعی یہ تو کسی کی زستانی معلوم
ہوتی ہے" !

"وہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں" !

"تو آخر اب ہوگا کیا ؟"

"ہونا کیا ہے چھوڑ دیں گے اب یہ گھر، کہیں جھونپڑی ڈال لیں گے
— جو کچھ خدا دکھائے سو ناچار دیکھنا، !"

نہ جانے خدا کو کیا منظور ہے ؟ ایک مصیبت ختم ہوتی ہے کہ دوسری
شروع ہو جاتی ہے !"

مصیبتیں سہتے سہتے تو میں عادی ہو چکی ہوں، اب کوئی مصیبت مصیبت
نہیں معلوم ہوتی، میں تو ہر طرح سے گذارہ کر لوں گی فکر تیری ہے، تیرا ہاتھ
کسی شریف آدمی کو پکڑا دیتی پھر مرنا بھی میرے لیے آسان تھا"

یہ کہتے کہتے بیگم صاحبہ کی آنکھیں آب گوں ہو گئیں۔ مہ جبین کی بھی یہی
کیفیت ہوئی، لیکن اس نے اپنے تئیں سنبھالا اور کہا،

" اماں جی، ایسی باتیں کر کے آپ میرے بھی چھکے چھڑا دیتی ہیں، خدا پر

بھروسہ رکھئے، ایک نہیں لاکھ سیٹھ جھنّو مل ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں۔"
اَب تو اس کی ڈگری ہی ہو چکی بیٹی مہ جبین، پندرہ دن پلک جھپکاتے گذر جائیں گے پھر جس دن چاہے گا کھڑے کھڑے مکان نیلام کرا دے گا۔
یہ سوچتی ہوں تو چکر آجاتا ہے، آخر کیا ہو گا؟ ہم کہاں جائیں گے؟"
مہ جبین نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،
"اماں جی میں جمیلہ کے پاس جاؤں؟ —"
اس وقت جمیلہ کے پاس جا کر کیا کرو گی؟"
شاید کوئی صورت نکل آئے شاید کوئی بات سمجھ میں آجائے شاید۔
"کچھ واہی ہوئی ہے لڑکی، جمیلہ کیا کرے گی، پیر آپ ہی درماندہ شفاعت کس کی کریں گے؟"
"سنئے تو اماں جی، — بات یہ ہے کہ وہ ہماری جمیلہ ہے نا، اس کے ایک بھائی بیرسٹر ہیں اور سنا ہے بڑے کامیاب بیرسٹر ہیں، شاید وہ کوئی تدبیر سوچ سکیں، !"
"نہیں بیٹی، اب وقت گذر گیا (مایوسی کے عالم میں) اب کچھ نہیں ہو سکتا، !"
"آخر آپ اتنی دل برداشتہ اور مایوس کیوں ہیں؟ آپ نے تو مجھے تعلیم دی ہے کہ خدا کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اور آپ ہی ایسی باتیں کر رہی ہیں!"
"بیٹی، خدا کو دیکھا نہیں عقل سے پہچانا ہے۔ کوئی مقدمہ تو عدالت میں

ہے نہیں جو بیرسٹر صاحب جاکر ہماری طرف سے پیروی کریں گے، یہ تو دل کا معاملہ ہے، مقدمہ تو وہ موا سیٹھ نہ جانے کس طرح جیت گیا، اب تو قرقی آنے کا انتظار ہے جب آجائے۔"

"اچھا یہی سہی، لیکن صلاح مشورے میں حرج ہی کیا ہے؟"

"کوئی حرج نہیں، ہو آؤ، کر لو صلاح مشورہ،!"

مہ جبین نے جلدی جلدی جلدی جلدی کپڑے بدلے، تانگہ منگایا اور حمیدہ کے کوارٹر کی طرف روانہ ہو گئی۔ مغموم و مایوس، حیران و پریشان!

دوسرا رُخ

آج پھر حکیم صاحب کی شامت نے دھکا دیا تھا۔ انہوں نے خضاب لگایا اور بن ٹھن کر بلکہ آراستہ و پیراستہ ہو کر جمال سے ملنے، اس کے دیئے ہوئے پتہ پر روانہ ہوئے، وہاں جا کر انہوں نے دیکھا کہ یہ ہر وقت پستول بدست اور خنجر بکف رہنے والا جمال ایک جنرل مرچنٹ کی دوکان میں مالک کی حیثیت سے بیٹھا ہے۔ خوش اخلاقی، گرم جوشی اور حسن بیان کا پیکر گاہک آتے ہیں، وہ مسکرا مسکرا کر باتیں کرتا ہے، جو زیادہ معزز نظر آتا ہے اسے رخصت کرنے دروازہ تک جاتا ہے۔ کئی ملازم کام کر رہے ہیں یہ سب اس سے ڈرتے بھی ہیں اور عزت بھی کرتے ہیں۔ دوکان میں کچھ نہ ہو گا تو ایک ڈیڑھ لاکھ کا سامان ضرور ہو گا، روزانہ کی بکری کم از کم ڈیڑھ دو ہزار روپے کی ہو گی۔ حکیم صاحب کا اس نے پرجوش انداز میں خیر مقدم کیا، ان کے لیے چائے، کیک پیسٹری اور طرح طرح کی چیزوں کا انبار لگا دیا، اصرار کر کے کھلایا۔ معلوم نہیں ہوتا تھا، یہ وہی جمال ہے جو مہ جبین کو اغوا کر لینے

بیگم صاحبہ کو قتل کر دینے، حویلی میں آگ لگا دینے اور حکیم صاحب کے تن نیم
کو ملک الموت کے حوالے کر دینے کا اعلان کر رہا تھا، اس وقت تو وہ ا
نیک، متواضع، شریف، منکسر المزاج اور سراپا لطف وکرم نظر آ رہا تھا کہ اگر
وہ غریب ہوتا اور حکیم صاحب ملک التجار تو بڑے فخر و مسرت کے ساتھ ا
بیٹی اسے بیاہ دیتے، ایک آدمی کے دو روپ اور دونوں اتنے متضا
اتنے مختلف کہ ایک کو دوسرے سے کوئی نسبت ہی نہیں رہی، وہ شخص
جو ایک وقت خونخوار، جلاد، قاتل، نظر آتا ہے، دوسرے موقع پر جاں بخش
رحم دل اور پیکرِ اخلاق و شائستگی نظر آتا ہے، وہی شخص جو ڈاکو ہے، ایک
معزز شہری بھی ہے، وہی شخص جو قاتل ہے، ایک باعزت تاجر بھی
وہی شخص جو سماج کا گھناؤنا اور رستا ہوا ناسور ہے، سماج کا ایک نہایت
رکن بھی ہے ۔۔۔ یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے، حکیم صاحب انہی خیالات میں
غلطاں و پیچاں تھے کہ جمال نے انہیں مخاطب کیا،

"حکیم صاحب، کیا سوچ رہے ہیں آپ؟"

وہ چونک پڑے،

"جی کچھ نہیں،!"

جمال مسکرایا،

"میں بتاؤں کیا سوچ رہے ہیں آپ؟"

حکیم صاحب نے کھیسیں نکال دیں،

"بتائیے"

جمال نے کہا،

"آپ اس فکر میں غرق ہیں کہ یہ جمال کون شخص ہے؟ کسی موقع پر کچھ نظر
نے، کسی موقع پر کچھ اور ـــ ٹھیک عرض کر رہا ہوں نا؟"

حکیم صاحب کو با دل ناخواستہ مسکرانا پڑا،

"جی ہاں یہ خیال تو میرے دل میں آیا تھا، !"

"لیکن اس کا جواب؟"

"وہ تو آپ ہی فرما سکتے ہیں،!"

جواب یہ ہے کہ میں ایک شخص ہوں، میرے کئی نام ہیں، ایک نام
جمال بھی ہے۔ جس سے پولیس ڈرتی ہے، خلقت کانپتی ہے، جو ڈاکے
ڈالتا ہے، تالے توڑتا ہے، تجوریاں کھولتا ہے، نہ اس سے بنک محفوظ
ہیں نہ کوٹھیاں، نہ بنگلے، میرا دوسرا نام ہے حاجی کریم، جو اس ملک کا سب
سے بڑا اسمگلر ہے۔ میرے پاس سونے سے بھری ہوئی سونے کی سلاخیں
آتی ہیں، اعلا درجہ کے غیر ملکی کپڑے آتے ہیں، طرح طرح کا سامان تعیش
آتا ہے، مجھے حکومت کے جاری کئے ہوئے لائسنس کی ضرورت نہیں،
پرمٹ کی ضرورت نہیں، فارن ایکسچینج یعنی غیر ملکی زرِ مبادلہ کی ضرورت نہیں
امریکہ سے، انگلینڈ سے، فرانس سے، افغانستان سے، ہر جگہ سے میرے
پاس مال آتا ہے، اور میں اسے اپنے ملک میں اور آس پاس کے غیر ملکی علاقوں
میں منہ مانگے داموں پر فروخت کرتا ہوں، نہ پولیس میرا کچھ بگاڑ سکتی ہے
نہ مخبر اور جاسوس، میرا تیسرا نام بھولا ہے، وہی غنڈوں کا لاڈ دیدہ سردار،

اس نام سے بھی میرا کاروبار خوب پھل پھول رہا ہے۔ میرے کارندے خوب
لڑکیوں کا اغوا کرتے ہیں، کم عمر بچوں کا اغوا کرتے ہیں، ہمارے دل پر
ان لڑکیوں اور بچوں کے ماں باپ کی چیخوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا، خود ان
کے جگر خراش آنسو، اور ان لڑکوں کی دل دوز چیخیں ہمارے دل کو
نہیں کرتیں، ہم انہیں فروخت کرتے ہیں، ان سے لطف اٹھاتے ہیں اپنے
اور اپنے ملک سے باہر کی منڈیوں میں انہیں بڑے اچھے داموں پر بیچ ڈالتے
ہیں۔ میرا چوتھا نام ہے، الٰہ میاں، جی ہاں صرف الٰہ میاں، یہ دوکان الٰہ میاں
کی ہے وہ بڑے شریف، بڑے نیک، بڑے پارسا، اور بڑے معقول آدمی
ہیں، بیواؤں کی مدد کرتے ہیں، یتیموں کی خبر لیتے ہیں، محتاجوں کی دستگیری
کرتے ہیں، قومی کاموں میں چندہ دیتے ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ یہ الٰہ میاں نوجوانی
میں اتنے پارسا، اتنے نیک، اتنے شریف آدمی ہیں، حیرت ہے، مگر وہ کیا
جانیں، الٰہ میاں

جتنے ہیں نیک اتنے ہی بدذات بھی تو ہیں!

حاجی کریم، جمال، بھولا، الٰہ میاں، ان میں سے ہر نام کے الگ الگ فرائض
ہیں اور وہ بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام پاتے رہتے ہیں، اپنا یہ سارا راز
کچھ خبر ہے، اتنی سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ میں نے آپ کو کیوں بتا دیا؟

پھر جواب کا انتظار کئے بغیر اس نے کہا،

اس لیئے کہ میں جانتا ہوں آپ کو اپنی جان بہت عزیز ہے، یوں تو اپنی
جان کسے عزیز نہیں ہوتی، لیکن آپ تو ان لوگوں میں ہیں جو زندگی پہ جان دیتے

ہیں۔ لہٰذا مجھے اطمینان ہے کسی قیمت پر بھی آپ ایسی بات نہیں کریں گے
جس کے نتیجے میں آپ کا اور آپ کے خاندان کا صفایا ہو جائے ۔۔۔۔۔
کیوں حکیم صاحب! میرا حسنِ ظن صحیح ہے آپ کے بارے میں ؟"
حکیم صاحب نے بڑے ضبط کے ساتھ جمال کی یہ تقریر سُنی، تقریر کے
دوران سماعت میں کئی مرتبہ انہیں اختلاج قلب کی شکایت ہوئی، بار ہا نبض
ڈوبتی محسوس ہوئی، ایک مرتبہ تو ایسا معلوم ہوا جیسے وہ بے ہوش ہوا چاہتے
ہیں، انتہائی بُزدل، اور زندگی کے انتہائی حریص ہونے کے باوجود، اس وقت
وہ فدرے دعا مانگ رہے تھے کہ کسی کی آئی مجھے آجائے۔ یہ کمبخت دل
کھٹ کھٹ کر رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے سینہ توڑ کر نکل جائے گا۔ آخر اس
کی حرکت بند کیوں نہیں ہو جاتی؟ اس ظالم اور خونخوار شخص سے نجات پانے کی
صورت موت کے سوا، کوئی نہیں، جمال کے سوال کا جواب حکیم صاحب نے نہیں
دیا، اس نے پھر انہیں مخاطب کیا،

"حکیم صاحب، ۔۔۔"

کانپتی ہوئی آواز میں انہوں نے جواب دیا،

"جی الّو میاں!"

جمال نے قہقہہ لگایا،

آپ کام کے آدمی ہیں۔ اب اسی نام سے مجھے یاد کیا کیجئے ۔۔۔۔۔۔
عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بیگم صاحبہ بے شک جمال سے اپنی لڑکی کی قسمت
نہیں پھوڑ سکتیں، بے شک بھولا کو وہ اپنا داماد نہیں بنا سکتیں، بے شک

حاجی کریم کو وہ مہ جبین کا رفیق حیات نہیں منتخب کر سکتیں، لیکن کیا انو میاں کے بارے میں بھی انکار اور تذبذب کا اظہار کر سکتی ہیں؟ —— (کرک کر ہنسنے)

میری صورت کیسی ہے؟"

"جی؟ ——"

"میری صورت کیسی ہے؟"

"حسن مردانہ کا نہایت دل کش نمونہ!"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں، میں انکسار سے کام نہیں لوں گا، واقعی میں حسن مردانہ کا نہایت دلکش نمونہ ہوں، گلفام اور گلبدن حسین وجمیل، سراپا شباب وجمال دوشیزاؤں کی زبان سے اپنے لیے یہ خطاب انتہائی والہانہ انداز میں سنا ہے۔ میرے طور طریقے کیسے ہیں؟"

(لرز کر) "طور طریقے؟"

"ہاں —— بحیثیت انو میاں کے میرے اخلاق و کردار کے بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

"بہت اچھی!"

"درست —— یہ آپ ہی کی رائے نہیں ہے، خلق خدا یہی کہتی ہے۔ سنا نہیں آپ نے وہ شعر،

زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو
بجا کہے جسے عالم اسے بجا سمجھو

انو میاں کے بارے میں نقارۂ خدا یعنی زبان خلق کا فیصلہ کیا ہے، ——

"حکیم صاحب، اَنّو میاں کی مالی حالت کیسی ہے؟"

"بہت اچھی! — خدا اور زیادہ ترقی اور برکت عطا فرمائے!"

"اب بتلائیے جناب حکیم صاحب قبلہ کہ اگر بیگم صاحبہ مہ جبین کے لیئے انو میاں سا دولہا نہیں پسند کر سکتیں تو کیا قرعۂ فال آپ کے نام پڑے گا!"

"توبہ توبہ، لاحول ولاقوۃ! انو میاں کیا فرما رہے ہیں آپ؟"

(ہنستے ہوئے) "آپ شرماتے کیوں ہیں؟ حکیم تو ہمیشہ جوان رہتا ہے جو بوڑھوں کو جوانی کے تحفے پیش کرتا رہتا ہو، وہ خود کیسے بوڑھا ہو سکتا ہے؟ خیر بہر طرف، جواب دیجئے، کیا اب بیگم صاحبہ انو میاں کا پیام نامنظور کر دیں گی؟"

(پہلو بدلتے ہوئے) اس کے بارے میں تو خاکسار کچھ نہیں عرض کر سکتا کہ وہ کیا فیصلہ کریں گی، اور ان کا کیا جواب ہو گا، لیکن یہ ضرور عرض کر سکتا ہوں کہ اگر انہوں نے انو میاں کا پیام ٹھکرا دیا تو چراغ لے کر ڈھونڈیں گی تو بھی ایسا داماد نہیں مل سکتا!"

"واقعی آپ کی یہ رائے ہے؟"

"جی، بخدا!"

"کیا آپ بیگم صاحبہ کے سامنے یہ الفاظ دہرا سکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں، ضرور دہرا سکتا ہوں!"

"تو جائیے، تشریف لے جائیے، اور یہاں سے سیدھے حویلی جائیے اور بیگم صاحبہ کو آمادہ کیجئے کہ وہ مہ جبین کی شادی مجھ سے کر دیں۔"

"میں پوری کوشش کروں گا!"

"یہ بھی کہیئے، کامیاب ہو کر آؤں گا!"

"انشاء اللہ، انشاء اللہ!"

"وعدہ کیجئے کہ آپ کامیاب ہو کر آئیں گے!"

"وعدہ کروں؟"

"ہاں —"

"لیکن وعدہ —"

"قبل اس کے کہ آپ وعدہ کریں ایک مرتبہ پھر میرا وعدہ سن لیجئے"۔ حکیم صاحب نے تلملا کر کہا،

"سن چکا ہوں، خوب اچھی طرح یاد ہے مجھے وہ"

جمال نے ڈپٹتے ہوئے کہا،

"مداخلت نہ کیجئے سنئے، اور کان کھول کر سنیئے، ! اگر بیگم صاحبہ کے پاس سے کامیاب و کامراں واپس آئے تو آپ کا منہ موتیوں سے اور دامن زر و جواہر سے بھر دوں گا، اور اگر ناکام و نامراد واپس آئے تو میرا کچھ نہیں بگڑے گا مہ جبین کو میں بہر حال حاصل کر کے رہوں گا، لیکن نہ آپ اس دنیا میں پھر رہ سکیں گے نہ آپ کی بیگم صاحبہ! — آگیا خیال شریف میں؟"

"جی، بہت اچھی طرح!"

"بس تو پھر تشریف لے جائیے!"

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست
تا نہ پنداری کہ تنہا می روی

ک ملیں گے آپ مجھ سے وہاں سے واپس آکر!"

جب ارشاد ہو!"

یں خود آجاتا، کل یا پرسوں رات، کو کسی وقت، لیکن بعض حالات ایسے

چند روز تک الو میاں کی حیثیت سے مجھے گھر سے باہر قدم نہیں نکالنا چاہیے۔

پ خود آج، کل، پرسوں، جب بھی آپ کی اور بیگم صاحبہ کی گفتگو فیصلہ کن

ختم ہو، یہیں اسی دوکان پر تشریف لائیے"!"

بہت بہتر!"

کیم صاحب جانے کے لیے اُٹھے الو میاں بھی ان کے ساتھ ہی اُٹھے اور

زہ تک تشریف لائے، پھر انہوں نے اپنے ڈرائیور سے کہا،

کیم صاحب کو پہنچا آؤ"!"

س نے سر جھکایا اور حکیم صاحب اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔

پیام

مہ جبین کو جمیلہ کے ہاں گئے کوئی آدھا گھنٹہ ہوا ہوگا کہ حکیم صاحب ک
ہوئے قدموں کے ساتھ تشریف لائے۔ نسیمہ نے لے جا کر انہیں دالان میں
دیا، دروازہ کی اوٹ میں بیگم صاحبہ آ کر کھڑی ہو گئیں۔ حکیم صاحب کے دل پر ا
کیا گذر رہی تھی، اس کا علم صرف خدائے علیم و بصیر کو تھا، دوسروں کی نظر میں تو
مسکرا رہے تھے، بیگم صاحبہ نے پوچھا،

"کہئے حکیم صاحب، مزاج اچھا ہے؟"

وہ بولے،

"جی ہاں دعا ہے آپ کی، !"

"کیسے تکلیف کی اس وقت آپ نے؟"

"جی، کوئی خاص بات تو نہیں ـــ مہ جبین بیٹی نہیں دکھائی دیتی، کہیں
گئی ہے؟ شاید اپنی کسی سہیلی کے ہاں گئی ہو گی؟"

"جی ہاں، ـــ"

"لڑکی تو اب ماشاء اللہ سیانی ہو گئی، اس کا کچھ بندوبست ہونا چاہ

کچھ فکر ہے آپ کو؟"

"اسی فکر میں تو گھلی جا رہی ہوں حکیم صاحب!"

"جی، یہ فکر ایسی ہی ہوتی ہے۔"

"میری مہ جبین اس دنیا میں بالکل تنہا ہے، نہ کوئی بھائی، نہ بہن، عزیز ہیں غیروں سے بدتر، سوچتی ہوں میں مرگئی اور اس کے ہاتھ پیلے نہ ہوئے تو کیا ہوگا؟ جب یہ خیال آجاتا ہے تو رات رات بھر نیند نہیں آتی۔۔!"

"جی ہاں اور کیا، بے شک بے شک — مگر کوئی جگہ ہے بھی نظر میں؟"

جی ابھی تو نہیں، — خود سے تو میں پیام دینے سے رہی، اور ہمارے بس ہے کیا جو کوئی ادھر کا رُخ کرے۔"

(ٹھنڈی سانس بھر کر) جی ہاں، یہ بھی صحیح فرماتی ہیں آپ، — لیکن ایک جگہ میری نظر میں ہے۔!"

"یعنی مہ جبین کے لیے کوئی لڑکا تلاش کیا ہے آپ نے؟"

"جی ہاں جی ہاں۔!"

بیگم صاحبہ نے ممنونیت کے انداز میں کہا،

"کتنا خیال ہے آپ کو ہم لوگوں کا، — خدا ہی اجر دے گا اس کا!"

(گھبرا کر) یہ کیا فرماتی ہیں آپ؟ میں تو ایک بے بس انسان ہوں، بہر حال آپ غور کر لیجئے۔"

"فرمائیے، سن رہی ہوں، کون لڑکا ہے وہ؟"

"وہ ہیں نا الّو میاں، —"

"اِنّو میاں؟ ــــ یہ نام تو میں نے آج ہی سنا ہے، کچھ تعریف تو کیجئے"
"ارے صاحب میں کیا عرض کروں؟ بڑے "کلّے" ٹھلّے کے آدمی ہیں، خو...
خوش وضع، خوش لباس، دولت تو پھٹی پڑتی ہے میرے خیال میں چار پانچ...
روپے مہینے سے کم کی آمدنی نہیں، خدا کی قسم سچ عرض کرتا ہوں ایسا آدمی آ...
تک میری نظر سے نہیں گذرا؛"

بیگم صاحبہ غور سے حکیم صاحب کی باتیں سنتی رہیں، پھر فرمایا۔

"ہوگا، میں نہیں جانتی ــــ عمر کیا ہوگی اِنّو میاں کی؟"

"ہوگی یہی ۲۵ - ۳۰ برس کی، لیکن صاحب بڑے تندرست ہیں۔
شیر کے طمانچہ ماردیں تو منہ پھر جائے اس کا:"

"خاندان؟ ــــ میرا مطلب ہے کس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اِنّو میاں..."

اس بے ساختہ سوال پر حکیم صاحب کو تارے نظر آنے لگے۔ لفّاظی کی سا...
عمارت گرتی نظر آئی، بہرحال قلب لرزاں کو سنبھالا اور فرمایا،

خاندان شریف ہی ہے، بھلا اتنا دولت مند اور ایسا خوب صورت آد...
کسی معمولی خاندان کا ہوسکتا ہے؟"

بیگم صاحبہ کو حکیم صاحب کے اس جواب سے تشفی نہیں ہوئی، فرمایا
"توبہ حکیم صاحب، آپ تو خواہ مخواہ کی باتیں کر رہے ہیں، صاف صاف
بتائیے، اِنّو میاں کس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں؟ اس شہر میں کون شریف
خاندان ہے جسے میں نہیں جانتی۔

حکیم صاحب نے بات ختم کردینا چاہی،

"سچی بات تو یہ ہے کہ میں ان کے خاندان کی تفصیلات سے ناواقف ہوں!"

"پھر آپ کو پیام لانے کی جرات کیسے ہوئی؟"

حکیم صاحب گھبرا گئے۔

"جی، کیا فرمایا آپ نے؟"

بیگم صاحبہ نے ذرا برہم لہجہ میں کہا،

"پھر آپ کو پیام لانے کی جرات کیسے ہوئی؟ میری بچی کوئی گری پڑی تو ہے نہیں کہ جو سامنے آئے اس کے ہاتھ میں ہاتھ تھما دوں، ہم روپے کے اتنے بھوکے نہیں ہیں جتنے شرافت اور نجابت کے، آدمی روٹی اپنی قسمت کی کھاتا ہے، وہ تو مل ہی جائے گی، لیکن رشتہ اور پیوند کے تعلقات خون اور ہڈی دیکھ کر کیے جاتے ہیں — کیا آپ اتنا بھی نہیں جانتے؟"

خوب جانتا ہوں!"

"پھر خاندانی حال معلوم کیے بغیر آپ کیسے آ گئے؟"

اب میں آپ سے کیا بتاؤں کیسے آ گیا!"

"کیوں، کیا کوئی تلوار لیے آپ کے سر پر کھڑا تھا؟"

حکیم صاحب نے ہنسنے کی ناکام اور ناتمام کوشش کرتے ہوئے کہا،

"جی نہیں، تلوار لے کر کون کھڑا ہوگا؟ میرے خیال میں یہ رشتہ ہو جاتا تو بہت اچھا ہوتا!"

بیگم صاحبہ نے سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا،

"مجھے کب اس سے انکار ہے، لڑکی ہوتی ہی پرائے گھر کی ہے۔ آج نہیں

تو کل وہ کہیں نہ کہیں بیاہ کر جائے گی، لیکن اندھے کنوئیں میں تو اسے نہیں دھکیل سکتی، جب تک انو میاں کے خاندانی حالات نہ معلوم ہوں میں کس طرح اس پیام پر غور کر سکتی ہوں ؟"

"وہ تو ٹھیک فرماتی ہیں آپ لیکن بات یہ ہے کہ ــــ

"کیا بات ہے حکیم صاحب ؟"

"جی یہ کہ انو میاں یہاں کے رہنے والے نہیں ہیں ، !"

"کہاں کے رہنے والے ہیں ؟"

"وہ فیض آباد کے ایک شریف گھرانے کے فرد ہیں ، کاروبار کی غرض سے یہاں آئے اور یہیں رہ پڑے ، خدا نے دن دونی رات چوگنی ترقی عطا کی، اب ماشاء اللہ وہ شہر کے چوٹی کے تاجروں میں شمار ہوتے ہیں ۔ حاتم وقت ہیں، داد و دہش بھی خوب کرتے ہیں ، نہ جانے کتنی بیواؤں اور یتیموں اور محتاجوں کے وظیفے اور درماہے مقرر ہیں ــــ !"

بیگم صاحبہ نے حکیم صاحب کی ان باتوں کے جواب میں سوال کیا،

"لیکن انہوں نے پیام آپ کے ہاتھ کیوں بھیجا ؟"

حکیم صاحب اس جرح سے کچھ چڑ سے گئے

"پھر یہ کام کس سے لیتے ؟"

"قاعدہ ہے، اس طرح کی باتیں لڑکے والے خود چھیڑتے ہیں، آپ کے ساتھ انو میاں کے والد خود نہیں آ سکتے تھے ۔ یہاں تک ؟ کیا ان کی توہین ہو جاتی اگر وہ تکلیف کر لیتے ؟"

توبہ کیجئے، بیگم صاحبہ، حویلی میں آنا باعث عزت ہے یا موجب توہین؟ —
لیکن بات یہ ہے کہ الو میاں کے والد کا انتقال ہو چکا ہے۔"

"کوئی بھائی تو ہوگا؟"

"جی نہیں ماں باپ کے اکلوتے بیٹے ہیں۔"

"بہن بھی نہیں؟"

جی نہیں بہن بھی نہیں، بس اکیلے ہی ہیں!"

"تو الو میاں کی والدہ آ گئی ہوتیں۔"

"جی وہ تو ضرور آتیں، لیکن اس بدقسمتی کا کیا علاج کہ وہ تو اپنے شوہر سے بھی پہلے اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں، خدا مغفرت کرے بڑی اچھی بیوی تھیں، تہجد کبھی ناغہ نہیں ہوئی، جب دیکھئے جب ہاتھ میں تسبیح ہے اور درود پڑھا جا رہا ہے یا قرآن کی تلاوت ہو رہی ہے۔ "راہ نجات" تو اس درد سے پڑھتی تھیں کہ پتھر کا دل پانی ہو جائے، ہائے، — خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں، آپ نے ان کا ذکر کیا تو دل بھر آیا، ان جنتی بیوی کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر گئی — بیگم صاحبہ سچ عرض کرتا ہوں، لڑکی راج کرے گی الو میاں پر اور ان کے گھر پر، نہ ساس کا دھڑکا نہ نند کی فکر، نہ سسر کی پروا، نہ دیور کا ڈر، بس وہ ہوں گی اور الو میاں ہوں گے، ایسا داماد تو قسمت سے ملتا ہے۔"

شاید حکیم صاحب کی تقریر کچھ دیر ابھی اور جاری رہتی، لیکن بیگم صاحبہ نے پھر ایک سوال کر دیا،

"لیکن الو میاں کے دل میں یہاں بات دینے کا خیال کیسے آیا؟"

"کون ہے جو حویلی سے رشتہ کرنا اپنے لیے باعث فخر نہ سمجھے۔ اگر یہ جرم ہے تو میں اعتراف کرتا ہوں، یہ غلطی مجھ سے ہوئی، الو میاں مجھ پر بہت اعتماد کرتے ہیں بلکہ جب سے ان کے والد کا انتقال ہوا ہے، مجھے اپنے باپ کی جگہ سمجھتے ہیں۔ ایک روز میں نے ان سے کہا،

"الو میاں، یہ تجرد کی زندگی چھوڑیئے، شادی کر لیجیئے!"

کہنے لگے،

"سوچتا تو میں بھی یہی ہوں، لیکن فیض آباد سے تعلق منقطع ہو چکا، اب تو یہی شہر میرا وطن ہے۔ یہاں اگر کسی شریف خاندان سے نسبت ہو جائے تو زہے قسمت"

فوراً میرے ذہن میں مہ جبین بیٹی کا خیال آیا، میں نے ذکر کیا، اس خاندان کی عظمتِ دیرینہ سے وہ واقف ہیں، فوراً راضی ہو گئے۔ اور اب تو یہ حال ہے جب ملاقات ہوتی ہے، یہی پوچھتے ہیں،

"کہیئے حکیم صاحب آپ کی کوششیں کہاں تک پہنچیں؟

اور کل تو ایک عجیب بات ہوئی!"

بیگم صاحبہ نے پوچھا،

"کیا بات ہوئی حکیم صاحب؟"

حکیم صاحب نے فرمایا،

"وہ ہیں نا خان بہادر روشن علی خاں"!"

"وکیل — ؟"

"جی ہاں، شہر کے چوٹی کے وکیلوں میں شمار ہوتا ہے، کل ان کے ہاں ایک

تقریب تھی، تمام دوست احباب اور معززین شہر مدعو تھے، الو میاں بھلا کیسے نہ بلائے جاتے؟ وہ بھی تشریف رکھتے تھے، مجھ سے خاندانی تعلقات نہیں ہیں، کہا تھا ـــــ"

بیگم صاحبہ اس طول کلام سے عاجز آگئیں، پوچھا،

"تو وہاں کیا ہوا؟"

حکیم صاحب نے سلسلۂ سخن جاری رکھتے ہوئے فرمایا،

"وہی تو عرض کر رہا تھا" ـــ دعوت میں پیش پیش خان بہادر صاحب کی دختر بلند اختر مس تنویر تھیں، اسی سال کالج سے انہوں نے بی۔ اے پاس کیا ہے۔ خان بہادر صاحب نے الو میاں کا تنویر سے تعارف کرایا۔ صاحب وہ تو جیسے پیچھے پڑ گئی لڑکے کے، بس صرف اپنا ذکر، یوں ہم کالج میں پڑھتے ہیں، یوں ڈرامیٹک کلب میں ہم نے ہیروئن کا پارٹ ادا کیا، یوں ہم نے گانا سیکھا، یوں ہمیں سنیما کا شوق ہے، اور جناب یہ باتیں کرتے کرتے کلائی کی گھڑی پر ایک نظر ڈالی، اور بڑی ادا کے ساتھ کہا،

"الو میاں، آج ہمارے ساتھ آپ کو سنیما چلنا پڑے گا!"

الو میاں ہیں تو نوجوان لیکن شریف ابن شریف اس فرمائش پر سٹ پٹا گئے لیکن وہ لڑکی کب ان کا پیچھا چھوڑتی تھی، دعوت سے فراغت کے بعد، اپنے باپ خان بہادر سے کہنے لگیں،

"ڈیڈی، آج ہم سنیما دیکھیں گے، اور الو میاں کو بھی لے چلیں گے!"

"اباجان تو جیسے اس موقع کے منتظر ہی تھے، فرمانے لگے،

"نہیں بیٹا، میرا تو دوسرا پروگرام ہے، میں نہیں جا سکوں گا، تم بھی جانا ہے تو چلی جاؤ الو میاں کے ساتھ ——— !"

آپ کے منہ سے یہ الفاظ نکلے اور وہ جھٹ پٹ آراستہ و پیراستہ ہو کر نمودار ہوئی، الو میاں کا ہاتھ پکڑا، موٹر میں بٹھالا اور خود ڈرائیو کرتی ہوئی سینما کی طرف روانہ ہو گئیں، میں نے تو دل ہی دل میں فاتحہ پڑھ لیا کہ لونڈا گیا ہاتھ سے. اس تیتلی نے اسے رجھالیا بھئی، جھوٹ کیوں کہوں، لڑکی ہے غضب کی طرحدار، آج صبح میں الو میاں کے ہاں پھر گیا کہ ذرا ٹٹولوں ہوا کا رخ کدھر ہے. مجھے دیکھتے ہی الو میاں نے پوچھا۔

"کہیئے حکیم صاحب آپ حویلی گئے تھے یا نہیں ؟"

میں نے کہا،

"نہ گیا تھا، نہ جانے کا ارادہ ہے، !"

"یہ سنتے ہی لڑکے کا چہرہ زرد ہو گیا، اس نے پریشان ہو کر پوچھا،

"کیوں ؟"

میں نے ذرا خفا ہوتے ہوئے کہا،

"تم تو مس تنویر سے رومان لڑاؤ، انہی سے شادی کرو، ہماری مہ جبین بیٹی مس تنویر سے صورت اور سیرت میں لاکھ درجہ بہتر ہے، لیکن اسے نہ یہ مس تنویر والے طور طریقے آتے ہیں، نہ آسکتے ہیں، بھلا وہاں تم جیسے فیشن ایبل آدمی کا گزارہ کہاں ہے ؟"

بیگم صاحبہ یقین کیجئے گا یہ سنتے ہی الو میاں کی آنکھوں میں آنسو آگئے،

انہوں نے کہا،

"آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں؟ کیا میں آوارہ اور بدمعاش ہوں؟ کیا مجھے یہ فیشن پرست اور مغرب زدہ لڑکیاں پسند ہیں۔ کیا ان آبرو باختہ اور بے حیا لڑکیوں کے ساتھ میں شادی کر سکتا ہوں؟" مجھے ان سے نفرت ہے۔ اخلاق اور تہذیب کا بڑا ہو کہ مس تنویر کی دعوت رد نہ کر سکا، ان کے ساتھ جانے پر مجبور ہو گیا۔ لیکن یقین کیجئے سنیما میں بیٹھنا دوبھر ہو گیا، آخر انٹرول میں ان سے پیچھا چھڑا کر بھاگ کھڑا ہوا، میں تو خود شرم و حیا، عفت و عصمت اور سادگی پہ جان دیتا ہوں حویلی کے رشتے میں میرے لیے جو کشش ہے، وہ خان بہادر صاحب کا داماد بننے میں نہیں، حالانکہ میں نے اچھی طرح اندازہ کر لیا کہ خان بہادر صاحب نے تنویر صاحبہ کو میرے ساتھ اسی لیے بھیجا تھا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے متعارف ہو جائیں۔ پھر میں شادی کا پیام دوں اور وہ منظور کر لیں، خود تنویر نے مجھ سے کہا تھا،

'کاش ہم لوگ ہمیشہ اسی طرح زندگی کے ہر مرحلہ میں ساتھ ساتھ رہا کریں ۔۔۔!'

۔۔ لیکن میں ٹال گیا، حکیم صاحب آپ تنویر اور خان بہادر کا خیال چھوڑ دیئے، دہلی جائیے اور جس طرح بھی ہو میری قسمت کا فیصلہ کر آئیے!"

"تو میں اس وقت اللہ میاں کا بھیجا ہوا آیا ہوں!"

حکیم صاحب کو اپنی افسانہ طرازی اور زور بیان پر بڑا گھمنڈ تھا، انہیں یقین تھا کہ انہوں نے بیگم صاحبہ کو شیشہ میں اتار لیا، اور اب بیگم صاحبہ کا جواب یہی ہو گا کہ یہ رشتہ مجھے منظور ہے، بیگم صاحبہ نے فرمایا،

"اچھا میں غور کر کے جواب دوں گی!"

یہ اتنا خلاف توقع جواب تھا کہ حکیم صاحب چکرا گئے۔

"آپ غور کر کے جواب دیں گی، اس میں غور کرنے کی کیا بات ہے؟"

بیگم صاحبہ نے فرمایا،

"واہ حکیم صاحب" یہ بھی خوب فرمایا آپنے، کیا آپ کا خیال ہے کہ مرجبین مجھے بھاری ہے، آپ نے پیام دے دیا، میں نے سن لیا، اب ہر طرح کی اونچ نیچ دیکھ کر فیصلہ کرنا میرا کام ہے۔ جو فیصلہ میرا ہوگا، اس کی اطلاع آپ کو مل جائیگی،!"

حکیم صاحب لاجواب ہو گئے، انہیں مایوس ہو جانا پڑا۔!

گھر کی فکر

جمیلہ نے مہ جبین کو ہاتھوں ہاتھ لیا، اچانک اور خلاف توقع اسے اپنے
ں دیکھ کر وہ نہال ہو گئی، کہنے لگی،
"کیا کہوں تمہیں دیکھ کر جی کتنا خوش ہو رہا ہے، وہی غالب والا شعر پڑھ دینے
ی چاہتا ہے، جیسے تم نہ جانے کس کس سے بارہا سن چکی ہو گی۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو، کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

مہ جبین نے سنجیدہ لہجہ میں کہا،
"مان لیا، میرے آنے سے تمہیں بے اندازہ خوشی ہوئی ہے، یہ بھی تسلیم کیے
تی ہوں کہ مجھے اپنے گھر میں غالب کا مشہور شعر پڑھنے پہ تمہاری طبیعت
ئی اور تم نے وہ شعر پڑھ بھی دیا، لیکن یہ کیا کیا کہ نہ جانے کس کس سے بارہا
ر میں سن چکی ہوں گی، —— گویا میں نہ جانے کہاں کہاں جاتی رہتی ہوں، کیوں
ب —؟

یہ کہہ کر مہ جبین نے جمیلہ کے ایک زور دار چٹکی لی جس سے وہ بلبلا گئی، کہنے
لگی،

"معاف کرو، غلطی ہو گئی، اب ایسی سچی بات کبھی میرے منہ سے نہیں نکلے
مہ جبین نے پوچھا،

"سچی بات؟ یہ تم سچی بات کہہ رہی تھیں کیوں جی؟"
اور پھر ایک زبردست چٹکی بھر لیا، اس مرتبہ وہ تڑپ گئی، مہ جبین نے
سوال کیا،

"کہئے مزاج درست ہو گیا؟"

وہ بولی،

"جی ہاں بالکل درست ہو گیا ہے۔ لیکن ذرا ہٹ کر بیٹھئے۔"
جمیلہ نے مہ جبین کے چہرہ پہ ایک نظر ڈالی اور کہا،
"آج کچھ چہرہ اترا ہوا سا ہے تمہارا؟"
وہ بولی،
"ہاں ہے تو؟
جمیلہ نے پوچھا،
"کیوں؟ یہ بھی بتا دو۔"

مہ جبین بولی،
وہی بہلانے تو آئی تھی، تم نے شرارت شروع کر دی،!"
جمیلہ نے بے قرار ہو کر پوچھا،

"کوئی خاص بات ہے؟"

مہ جبین نے جواب دیا،

"ہاں بھئی خاص بات نہ ہوتی تو بن بلائے کیسے آجاتی، — اپنی غرض جب ہوتی ہے تو آدمی غیرت اور خودداری کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے۔!"

جمیلہ ہنسنے لگی،

"بڑی وہ ہو، ایسے طعنے دیتی ہو، دل ہی دل میں آدمی کٹ کر رہ جائے بھلا ہمارے تمہارے تعلقات رسمیات کے پابند کب ہیں کہ میں بلاؤں تو آؤ، تم بلاؤ تو میں جاؤں، اس گھر کا دروازہ تمہارے لیے ہمیشہ کھلا ہے، جب چاہو آؤ، تمہارے گھر کا دروازہ مجھ پر بھی نہیں بند ہو سکتا، یہ تکلفات تو غیروں میں ہوتے ہیں، ہمیں ان پابندیوں سے کیا سروکار، — خیر یہ باتیں تو پھر اطمینان سے ہوتی رہیں گی، کہو بات کیا ہے، تم نے تو میرا دل ہولا دیا گے،!"

مہ جبین نے مختصر طور پر لالہ چھنومل کا حادثہ فاجعہ بیان کیا۔ جمیلہ غور سے یہ داستان درد سنتی رہی جب مہ جبین نے یہ کہا

"بس لے دے کے ایک حویلی ہمارے قبضہ میں رہ گئی تھی، اب وہ بھی چھن جائے گی، کہیں جھونپڑی ڈال کر پڑ رہیں گے، یا تم اپنا ایک کمرہ خالی کر دینا، یہاں آجائیں گے ناخواندہ مہمان بن کر۔"

تو جمیلہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس نے درد بھرے لہجے میں کہا،

"خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کرو، دل بیٹھا جاتا ہے۔"

مہ جبین نے ایک ٹھنڈا سانس لے کر کہا،

"دل پھٹے یا باغ باغ ہو، جو ہونا ہے، وہ تو ہو کر رہے گا، قسمت کا لکھا کون میٹ سکتا ہے؟"

جمیلہ جل کر بولی،

اے ہٹو بھی، بڑی آئیں قسمت والی، دیکھ لینا وہ حشر ہے گا تمہارا چھنو بھی روتے نہیں بن پڑے گی، اگر گڑگڑاتے ہوئے قدموں پہ سر آ گر نہ رکھ تو میرا نام جمیلہ نہیں،،!"

مہ جبین نے زیر لب تبسم کے ساتھ کہا،

"ہاں یہ تمہارا جمیلہ نام کچھ زیادہ اچھا بھی نہیں ہے، اسی بہانے سے لینا، کوئی اچھا سا نام رکھ لینا، قول بھی پورا ہو جائے گا کام بھی بن جائے گا"

جمیلہ بھی ہنس پڑی،

"ہٹو بھی، مصیبت کے وقت بھی تم اپنی شرارت اور شوخی سے باز نہ آئیں، اللہ ـــ اب یہ بتاؤ کہ اس موے چھنو مل کو زہر دے کر کس طرح مارا جائے؟"

"واہ اچھی ترکیب سوجھی، یوں تو بے شک تم زہر دو گی تو وہ انکار نہ کرے گا شوق سے پی لے گا اور جان دے دیگا، لیکن اس کے وارث بھی تو ہیں کس کس کے پیچھے زہر کا پیالہ لے کر گھومو گی؟"

جمیلہ پھر ہنسنے لگی،

اگر زیادہ بک بک کی ہو گی تو ایک چانٹا اس پھول سے رخسار پر جما دوں گی!"

جبین نے کہا،
"ہم جان سے بیزار ہیں تم صرف چاٹنے کی دھمکی دے رہی ہو"!"
جیلہ نے پوچھا؛
"اب کیا کیا جائے، کچھ سمجھ میں نہیں آتا!"
"یہی تو مصیبت ہے اور چالاکی دیکھو، بالا ہی بالا محلہ کے لوگوں کو کھلا مقدمہ بھی فیصل کرا لیا، نہ پیشی ہوئی، نہ مقدمہ چلا، نہ بیان داخل ہوا نہ گذرے"۔
"ہاں بھئی، روپے میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ وہ سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید کر سکتا ہے، وہ حق کو خرید سکتا ہے اور ناحق کا بول بالا کر سکتا ہے مصیبت تو ہم مفلسوں کی ہے"!"
"ہاں اور کیا، وکیل تک نہیں کر سکتے، ورنہ وہ پوچھتے لالہ جی سے منہ میں کے دانت ہیں؟"
"وکیل ـــــ ؟ تو ریاض بھیا کے سامنے یہ کیس کیوں نہ رکھا جائے؟"
"وہ تو بیرسٹر ہیں"!"
"(ہنس کر) کیا بیرسٹر وکیل سے کم ہوتا ہے؟"
"کم تو نہیں ہوتا، لیکن اس کی فیس تو وکیل سے زیادہ ہوتی ہے!"
"(ہنستے ہوئے) بڑی کنجوس ہو، فیس دیتے جان نکلتی ہے؟"
"ہاں بھئی، ہم کوئی سیٹھ چھنو مل تو ہیں نہیں!"
"اچھا ٹھہر!" میں ریاض بھیا کو بلاتی ہوں!"

"کیا وہ کسی کوٹھری میں چھپے بیٹھے ہیں جو چھپ سے بلا لاؤں گی؟"
"نہیں، ——— ہسپتال کے دفتر سے فون کرتی ہوں!"

وکیل اور موکّل

ریاض بیچ میں بیٹھا ہے، جمیلہ اور مہ جبین ادھر ادھر، جمیلہ نے چائے کی
پیش کرتے ہوئے کہا،
"بھیا ہم لوگ معاملہ کے کھرے ہیں، ادھار کے قائل نہیں، یہ (چائے کی
طرف اشارہ کرتے ہوئے) آپ کی فیس حاضر ہے، اب ہمیں قانونی مشورہ
دیجئے، اور ضرورت ہو تو ہماری طرف سے مقدمہ لڑیئے!"
ریاض نے ایک زوردار قہقہہ لگایا
"سبحان اللہ، اگر اس طرح کی فیس ملتی رہی تو کھاؤں گا کہاں سے ؟ پہنوں گا
کہاں سے ؟ ضروریات زندگی کہاں سے پوری کروں گا ؟"
جمیلہ بولی،
"بس پی پی کر، !"
مہ جبین کو بھی ہنسی آگئی، ریاض بھی ہنسنے لگا، پھر اس نے پوچھا،
"بتاؤ تو ماجرا کیا ہے ؟"

جمیلہ نے مہ جبین سے کہا،

"شروع کردو ——"

وہ بولی

"بتا تو چکی تمہیں!"

"مجھے بتانے سے کیا ہونا ہے، یہ بیرسٹر صاحب تشریف رکھتے ہیں
سنائیے اپنی بپتا، میں بیچاری کیا کرسکتی ہوں؟ سوا اس کے کہ تمہاری آنکھ
آنسو دیکھوں تو خود بھی رونے لگوں"!

ریاض نے اندازہ کرلیا کوئی اہم معاملہ ہے، اس نے جمیلہ کو جھڑک کر
کہا، "وقت مت ضائع کرو، بتاؤ نا کیا بات ہے؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی،

"واہ یہ بھی اچھی رہی، مجھے ڈانٹ رہے ہیں اور ان سے کچھ نہیں
یہ منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھی ہیں، حالانکہ بپتا انہی کی ہے، معاملہ انہی کا
یہ تو وہی بات ہوئی، مدعی سست گواہ چست، پوچھ لیجئے نا ان سے!

ریاض نے مہ جبین پر ایک نظر ڈالی، اور ہمدردانہ انداز میں کہا،

"بتائیے تو سہی، —— میں خدمت کے لیئے حاضر ہوں، اپنا فخر سمجھوں
اگر آپ کا کوئی کام کرسکوں —!"

مہ جبین کے لیے یہ پہلا موقع تھا ایک غیر مرد کے سامنے اپنی کتھا بیان کر
کا، اس نے رکتے رکتے، جھجکتے جھجکتے لالہ چھنو مل کا واقعہ بتادیا، قبل اس
کہ ریاض اس کیس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرے، جمیلہ بول پڑی

بتایئے بھیا، لالہ چھنو مل کو چھٹی کا دودھ یاد دلایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ یہ
مہ جبین تو اس بنئے سے اتنی خائف ہیں کہ کہہ رہی تھیں، لے دے کے یہی
رہ گئی ہے، وہ بھی چھن جائے گی تو کسی جھونپڑے کو اپنا آشیانہ بنا لیں گے
کیوں بھیا کیا ایسا اندھیر ہو سکتا ہے کہ چھنو مل ان کی حویلی نیلام کرا
لے؟"

ریاض نے برہمی کے ساتھ جواب دیا،

"ہرگز نہیں، چھنو مل کا باپ بھی حویلی نہیں نیلام کرا سکتا،!"

یہ سنکر مہ جبین کے چہرہ پر مسرت کی سرخی دوڑ گئی اس نے کہا،

"اس کا کارندہ تو بہت باتیں بنا رہا تھا،!"

ریاض بولا،

"بکتا ہے، ــــــ بہر حال آپ اطمینان رکھیئے یہ حویلی آپ کی ہے اور
آپ ہی کی رہے گی، میں کل ہی کچہری جا کر مقدمہ کے کاغذات دیکھتا ہوں پھر
کارروائی شروع کر دوں گا۔

مہ جبین کے منہ سے بے ساختہ نکلا،

"شکریہ،!"

ریاض اس "شکریہ" سے بہت متاثر ہوا، اس نے کہا،

"مجھے شرمندہ نہ کیجئے، شکریہ ادا ہی کرنا ہے تو اس وقت کیجئے گا
جب بقول جمیلہ کے لالہ صاحب کو چھٹی کا دودھ یاد آ جائے۔ اور میں یقین
کرتا ہوں کہ وہ ضرور یاد آئے گا،!"

مہ جبین نے آہستہ سے جمیلہ کو مخاطب کیا

"فیس تو پوچھ لو،!"

جمیلہ نے شوخ نظروں سے ریاض کی طرف دیکھا، پھر مہ جبین سے

"کہہ دوں؟"

مہ جبین مسکرا کر خاموش ہو گئی۔ ریاض دریافت کیا،

"کیا بات ہے جمیلہ؟"

وہ بولی،

"بھیا آپ کا موکل فیس کو پوچھ رہا ہے،! — بتا دیجئے، لیکن رعایت کیجئے، اپنا معاملہ ہے یہاں کوئی سرمایہ دار نہیں ہے کہ آپ اس کی گردن کاٹ لیں،!"

ریاض نے اٹھتے ہوئے کہا،

"جمیلہ شاید تمہارا پٹنے کا جی چاہ رہا ہے،!"

"آپ مجھ سے بڑے ہیں، شوق سے پیٹ لیجئے خواہ میرا جی چاہے یا چاہے، لیکن فیس بتاتے جائیے، ورنہ آپ تو چلے جائیں گے اور مہ جب میری وہ خبر لے گی کہ بھاگتے رستہ نہ ملے گا!"

ریاض نے مہ جبین سے پوچھا،

"کیا آپ نے واقعی جمیلہ سے فیس کے بارے میں کہا تھا؟"

وہ سر جھکا کر نظریں نیچی کئے کئے بولی،

"جی، کہا تو تھا!"

ریاض نے کہا،

"لیکن اب نہ کہیئے گا!"

مہ جبین نے کوئی جواب نہیں دیا، مسکرانے لگی، ریاض نے پھر کہا،

"وعدہ کیجیئے اب یہ لفظ آپ کی زبان پر نہیں آئے گا!"

مہ جبین کا تبسم ذرا اور زیادہ نمایاں ہو گیا، لیکن لب اب بھی نہ ہلے، ریاض نے التجا کے رنگ میں کہا،

"میں نے جمیلہ سے آپ کی بہت تعریف سنی ہے، اور واقعی آپ ہیں بھی بہت خوب، بہت اچھی، لیکن خود مجھے میری نظروں میں ذلیل نہ کیجیئے جب تک آپ وعدہ نہیں کر لیں گی میں خود اپنی نگاہ میں برابر ذلیل ہوتا رہوں گا، میں آپ کی جو خدمت کرنا چاہتا ہوں، اس کے لیئے کسی انعام کا جویا نہیں ہوں، لیکن شاید سزا کا مستحق نہیں ہوں، اور اگر ہوں تو بھی اتنی زیادہ سزا۔۔۔۔ ہ آخر گنہگار ہوں کافر نہیں ہوں میں!"

ریاض کے ان الفاظ میں کچھ ایسا اثر تھا کہ مہ جبین متاثر ہوئے بغیر نہ رہی، اس نے ایک بھرپور نگاہ ریاض پر ڈالی اور جھکا لی، شاید کچھ کہنا چاہتی تھی، مگر نہ کہہ سکی، ریاض نے کہا،

"مس مہ جبین میں یہاں سے باہر قدم نہیں نکالوں گا جب تک آپ اپنے الفاظ نہیں واپس لے لیں گی!"

بہت آہستہ سے مہ جبین نے کہا،

"لے تو لیئے!"

ریاض خوش ہو گیا،

"آپ نے اپنے الفاظ واپس لے لیے؟"

وہ بولی،

"جی ہاں!"

ریاض نے مسرت کے نشہ میں سرشار ہو کر کہا،

آپ نے میرا دل خوش کر دیا، میرا دل رکھ لیا، میں بہت ممنون ہوں، دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں آپ کا!"

یا تو وہ جا رہا تھا، یا پھر کرسی پر بیٹھ گیا، اس نے جمیلہ سے کہا،

جمیلہ ایک پیالی اور — ذرا جلدی سے!"

جمیلہ چائے بنانے کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی، لیکن یکایک پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی، اور مہ جبین سے بولی،

"چائے تمہیں بنانا پڑے گی — ہم بھی پئیں گے!"

مہ جبین مسکراتی ہوئی اٹھی اور چائے بنانے باورچی خانہ میں چلی گئی ریاض نے شکایت کے لہجہ میں کہا،

"یہ کیا حماقت تھی؟"

جمیلہ نے تجاہلِ عارفانہ کرتے ہوئے کہا،

"میں سمجھی نہیں، آپ میری کس حماقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، تکلیف فرما کر تو ذرا وضاحت کیجیے"

ریاض نے سگریٹ سلگاتے ہوئے پوچھا،

میں نے چائے کو تم سے کہا تھا یا مس مہ جبین سے ؟"

" مجھ سے فرمایا تھا ۔ !"

" پھر تم خود کیوں نہیں گئیں ؟"

" بھیا آپ بات سمجھتے تو ہیں نہیں اور مجھے احمق بنانے لگتے ہیں ، آپ کا احترام مدنظر نہ ہوتا تو یہ لفظ میں آپ کے لیے استعمال کر کے رہتی ، خواہ نتیجہ کچھ ہی ہوتا ۔ !"

ریاض ہنسنے لگا ،

" کیوں ، میرے لیے کیوں استعمال کرتیں یہ لفظ ؟"

" ذرا غور تو کیجئے بھیا ، میں چائے بنانے چلی جاتی تو آپ دونوں اکیلے رہ جاتے ، یہ مناسب بات نہ تھی ، خود مہ جبین بھی برا مان جاتی ،

کچھ سوچتے ہوئے ریاض نے متبسم ہو کر کہا

" ہاں ٹھیک کیا تم نے ۔ !" پھر تو تمہارے بارے میں اپنی رائے پر مجھے نظرثانی کرنی پڑے گی ، یعنی تم اتنی بے وقوف اور احمق نہیں ہو جتنی عقلمند اور ہوشیار ۔ !"

جمیلہ بولی ،

" اور اگر اپنی ایک اور حماقت آپ کو بتا دوں پھر تو شاید آپ واقعی دل سے قائل ہو جائیں ۔ !"

ریاض نے اشتیاق کے ساتھ کہا ،

" ضرور بتاؤ میں توجہ کے ساتھ سن رہا ہوں ۔"

"جمیلہ نے سوال کیا،

"آپ نے کہا تھا 'ایک پیالی اور'! — یہی کہا تھا نا — ؟"

"ہاں، یہی کہا تھا، — پھر مطلب — ؟"

"جمیلہ نے بڑی معصومیت کے ساتھ کہا،

"میں نے سوچا، پیالی کے بجائے جام کیوں نہ آئے آپ کے سامنے! میں پیش کرتی تو واقعی چائے کی گرم گرم پیالی ہوتی، لیکن اب تو وہ چھلکتا ہوا جام ہوگا، — کیوں بھیا، ؟"

ریاض کو بے ساختہ ہنسی آگئی اس نے کہا،

"تم خطرناک حد تک شریر ہو، — نہ جانے تمہارے ہاتھوں میرا کیا حشر ہونے والا ہے، —

اتنے میں مہ جبین چائے لیکر آئی، گفتگو کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور چائے کا دور شروع ہوگیا!

ذہنی کشمکش

ریاض کے جانے کے بعد، مہ جبین نے جمیلہ سے کہا

"تمہاری شرارت تو اب حد سے بڑھتی جاتی ہے، ناقابل برداشت ہوتی
جاتی ہے!!"

جمیلہ نے تیوری چڑھا کر پوچھا،

"کیا شرارت کی میں نے ؟"

مہ جبین نے جواب دیا،

"آخر اس طرح کی باتیں کیوں کیا کرتی ہو؟"

جمیلہ نے سوال کیا

"وہی تو پوچھتی ہوں، کس طرح کی باتیں کیا کرتی ہوں ؟ کچھ ارشاد بھی تو ہو!"

بھولے پن سے مہ جبین بولی

"کبھی مجھے چھیڑ دیا، کبھی انہیں چھیڑ دیا، کبھی مجھ پر فقرہ چست کر دیا کبھی
ان پر، بھلا یہ بھی کوئی طریقہ ہے۔ میں تو شاید کچھ نہ کہتی لیکن اگر وہ کسی دن خفا ہو گئے، مرد

ذات ٹھہرے تو کیا کرو گی ؟"

جمیلہ نے بڑی سادگی سے کہا،

"پھر تو زہر کھالوں گی، زندگی کا مزہ کیا رہ جائے گا ان کے خفا ہو جانے کے بعد ؟"

مہ جبین ہنسنے لگی،

"خدا پناہ میں رکھے تم سے جمیلہ کسی پہلو قرار نہیں، ۔۔۔ اچھا اب میں جاتی ہوں، ۔۔۔ چلی !"

جمیلہ نے بازو پکڑ کر بٹھالیا،

"ابھی سے کہاں چلیں ؟ ۔۔۔ بیٹھو، اتنی جلدی کیا ہے ؟"

مہ جبین نے اصرار کیا،

"جانے دو جمیلہ امّاں جی بیچاری پریشان ہو رہی ہوں گی انہیں جاکر اطمینان دوں، دیر بھی کافی ہو گئی ہے، پھر آؤں گی کسی روز غدلانے چاہا !"

جمیلہ نے اصرار مناسب نہ سمجھا، مہ جبین اس سے رخصت ہو کر گھر پہنچی، ماں کو سارا حال سنایا، وہ بہت خوش ہوئیں، ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعائیں دینے لگیں ریحان اور جمیلہ کو،

ماں سے تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد مہ جبین اپنے کمرہ میں آئی، ایک ہفتہ وار باتصویر رسالہ رکھا تھا، اس کی ورق گردانی کرنے لگی، اتنے میں کسی کام سے نسیمہ آئی، اس نے باتوں باتوں میں مہ جبین کو، حکیم صاحب کی تشریف آوری اور اس کی غرض و غایت کی ساری تفصیل سنادی، پھر کہنے لگی،

"اب ہماری بیٹی کی شادی ہو گی، برات آئے گی، باجے بجیں گے، گانا ہو گا، ناچ کی محفل جمے گی، انعام تقسیم ہوں گے، لیکن میں تو سونے کے کنگن سے کم کسی چیز پر راضی ہونے والی نہیں، !"

مہ جبیں کو یہ باتیں اچھی نہیں لگیں اس نے ذرا ترش لہجہ میں کہا،

"نہ اس طرح کی باتیں سوچا کرو، نہ زبان پر لایا کرو اور کم از کم میرے سامنے تو اس قسم کا چرچا بالکل نہ کیا کرو،"

نسیمہ نے حیرت سے مہ جبین کو دیکھا اور بولی،

"کیوں بیٹی ؟"

مہ جبین نے جواب دیا،

"بس ہماری مرضی"!"

نسیمہ نے بتایا،

"تمہاری مرضی کیا چیز ہے، مرضی تو بیگم صاحبہ کی چلے گی"!"

مہ جبین نے گھبرا کر پوچھا،

"تو کیا اماں جی نے یہ پیام منظور کر لیا ؟"

وہ بولی،

"ابھی منظور تو نہیں کیا، لیکن کر ہی لیں گی"!"

جبین چڑ گئی

"خواہ مخواہ منظور کر لیں گی ؟ ---"

نسیمہ کہنے لگی،

"بیٹی سمجھو تو، شادی بہر حال ہو گی، خدا بخشے تمہارے آبا کے بعد گھر کی جو حالت ہے، وہ ظاہر ہے۔ خوش قسمتی سے اتنے بڑے گھرانے سے دولت مند بلکہ امیر کبیر نوجوان کا پیام آیا ہے، بھلا کس بوتے پر اسے رد کیا جا سکتا ہے، خدا کو دیکھا نہیں عقل سے پہچانا ہے۔ بیگم صاحبہ تو اس غم میں گھلی جا رہی ہیں کہ جبین کا کوئی اچھا سا پیام آئے تو، اب وہ آ گیا ہے تو اسے منظور کیسے نہیں کرو گی؟ یوں ظاہر میں تو انہوں نے حکیم صاحب سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کی، بڑی منت سماجت کے بعد صرف غور کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اونچے اور شریف گھرانوں میں لڑکی والے یہی رویہ رکھتے ہیں، لیکن اس کے یہ معنی تھوڑی ہیں کہ وہ اس پیام کو منظور نہیں کریں گی"!

مہ جبین اکتا کر بولی،

"بہت جی چاہتا ہے تو خود کر لو میرا سر نہ کھاؤ، میں اماں جی کے قدموں سے زندگی بھر جدا نہیں ہو سکتی، خبردار جو اب کی میرے سامنے ایسا ذکر چھیڑا!"

مہ جبین کی بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ بیگم صاحبہ ادھر تشریف لے آئیں، انہوں نے نسیمہ سے کہا،

"ارے تو یہاں ہے اور میں سارے گھر میں تجھے تلاش کرتی رہی

نسیمہ نے پوچھا،

"کوئی کام تھا بی بی جی؟"

بیگم صاحبہ نے فرمایا،

"ہاں، جا دیکھ وہ آیا ہے غفور خاں حکیم صاحب کا آدمی، انہوں نے تو

ے ڈالے ہیں، کہہ دے جاکر ہم غور کرنے اور صلاح و مشورہ کے
بعد فیصلہ کریں گے، خود ہی اس کی اطلاع دے دیں گے۔ اس طرح بار بار آکر
پوچھنا اچھا نہیں لگتا۔"

"بہت اچھا!" نسیمہ نے کہا، "ابھی جاتی ہوں!"

نسیمہ کے جانے کے بعد بیگم صاحبہ نے بیٹی کو محبت بھری نظروں سے دیکھا
ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ مہ جبین گھبرا گئی، اس نے پوچھا،

"کیا ہوا امّاں جی!"

وہ آنسو پونچھتی ہوئی بولیں،

"کاش آج تیرے باپ زندہ ہوتے!"

باتوں باتوں میں

صبح کا وقت ہے، نسیمہ باہر سودا لینے گئی ہے، مہ جبین اخبار پڑھ رہی ہے، بیگم صاحبہ تلاوت سے فارغ ہو کر ابھی ابھی اُٹھی ہیں، اور اطمینان سے پان کھانے کی تیاریاں کر رہی ہیں، یکایک جمیلہ آ گئی، اسے دیکھ کر بیگم صاحبہ پھول کی طرح کِھل گئیں۔ مہ جبین نے اخبار ایک طرف پھینک دیا۔ وہ آئی، "سلام خالا جان" کہہ کر وہ ان کے گلے سے لگ گئی، بیگم صاحبہ نے بڑے پیار سے اس کی پیٹھ تھپکی، پھر پوچھا،

اتنے ناوقت کیسے آ گئیں بیٹی؟ ہسپتال والوں نے اجازت دے دی؟

جمیلہ نے بے پروائی سے کہا،

"دے دی، —— بڑی ضروری کام سے آئی ہوں خالہ جان"!

بیگم صاحبہ نے آمادگی اور مستعدی کے ساتھ

"بتاؤ، بتاؤ، کہو بیٹی کیا بات ہے؟"

جمیلہ بولی،

ریاض بھیا نے مقدمہ کے تمام کاغذات کی نقلیں حاصل کرلیں، اپیل داخل
کرنے سے پہلے وہ آپ سے کچھ باتیں دریافت کرنا چاہتے ہیں، کیا آپ ان
سے ملنا پسند کریں گی؟"

بیگم صاحبہ نے فرمایا، "تو بھی عجیب لڑکی ہے، اپنی غرض کو ملوں گی، کیوں نہ
ملوں گی؟ یہ بھی ان کا کرم ہے کہ وہ خود آنا چاہتے ہیں، ورنہ مجھے بلاتے تو میں
جاتی"!

جمیلہ نے اٹھتے ہوئے کہا

"تو بلالاؤں پھر؟"

بیگم صاحبہ نے فرمایا،

"ہاں کہہ دینا، جب چاہیں چلے آئیں، ان کا گھر ہے، — لیکن تم اتنی جلدی
کیوں چلیں؟ بیٹھو"!

"وہ باہر کھڑے ہیں، پردہ کرلیجئے میں ابھی بلائے لاتی ہوں!"

بیگم صاحبہ پر گھبراہٹ طاری ہو گئی۔

"کیا وہ تمہارے ساتھ آئے ہیں؟"

"جی، — باہر کھڑے تو ہیں"!!

"ہائے یہ تو نے کیا غضب کیا لڑکی؟"

"کیوں خالہ جان کیا ہوا؟"

"پہلے سے معلوم ہوتا تو میں چائے پانی کا بندوبست کرلیتی، — بیٹی مہ جبین
سے کہو چولہے کا پانی چولھے پر رکھ دے"!

(مہ جبین کو اس کی جگہ بٹھاتے ہوئے) نہیں خالا جان چلنے کی ضرورت
ہے۔ ناشتہ کر کے آرہے ہیں ہم لوگ!" —— تو پھر پردہ میں ہو جا
بے چارے کھڑے کھڑے تھک گئے ہوں گے، جاؤں، بلا لاؤں؟"

"پردہ کیا کروں گی تیرے بھائی سے جا بلا لا!"

"اور مہ جبین؟"

"ہاں بیٹی تو اوٹ میں ہو جا —!"

مہ جبین پاس والے کمرے میں چلی گئی، جمیلہ ریاض کو بلا لائی، ریاض آ
بڑے ادب سے بیگم صاحبہ کو سلام کیا، جس چارپائی پر بیگم صاحبہ بیٹھی تھیں ا
کے پائینتیوں بیٹھ گئے۔ بیگم صاحبہ اور جمیلہ نے لاکھ اصرار کیا اور کرسی پیش کی
وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے، کہنے لگے،

"میں اپنی والدہ کے پاس بھی اسی طرح بیٹھا کرتا ہوں، انہوں نے آج تک
کرسی نہیں پیش کی، میں آپ کو انہی کی جگہ سمجھتا ہوں!"

اس سعادت مندی پر آنکھوں ہی آنکھوں میں بیگم صاحبہ نے ریاض ک
لیں، پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر فرمایا۔

"خدا تمہیں خوش رکھے بیٹا، ان میٹھے بولوں سے تم نے جی خوش کر
ریاض بڑی دیر تک بیگم صاحبہ کے پاس بیٹھے باتیں کرتے، اور مقدم
بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے۔ پھر انہوں نے اطمینان دلایا،

"آپ ذرا بھی فکر نہ کیجئے۔ خدا نے چاہا ہم جیتیں گے۔ اور لالہ صاحب
شکست کا منہ دیکھنا پڑے گا!"

اس یقین دہانی پر بیگم صاحبہ خوش ہو گئیں،

"بیٹیا تیرے منہ میں گھی شکر"۔۔۔ خدا وہ دن کرے۔"

ریاض سلام کر کے رخصت ہوئے تو بیگم صاحبہ کی محبت بھری نگاہیں اس وقت تک ان کا تعاقب کرتی رہیں جب تک وہ باہر نہ چلے گئے۔ جمیلہ نے بھی ریاض کے ساتھ جانا چاہا، لیکن بیگم صاحبہ نے جانے نہ دیا۔ پھر انہوں نے اس سے حکیم صاحب کے لائے ہوئے پیام کا ذکر کیا، اور پوچھا،

"تمہاری کیا رائے ہے، کیا یہ پیام منظور کر دوں؟"

وہ بولی،

"نہ خالہ جان، یہ زندگی بھر کے نباہ کا معاملہ ہے۔ جو فیصلہ کیجئے سوچ سمجھ کر کیجئے۔"

"اسی لیے تو تجھ سے صلاح لے رہی ہوں۔!"

"لیکن مہ جبین کا عندیہ بھی تو لے لیجئے۔!"

"اس سے بھی پوچھ لوں گی پہلے ہم خود تو کوئی رائے قائم کر لیں، وہ تو بے زبان گائے ہے، ماں کے فیصلہ کے آگے سر جھکا دے گی۔!"

"وہ تو ٹھیک ہے خالہ جان، لیکن یہ الّو میاں ہیں کون بزرگ؟ میں نے تو آج تک ان کا نام نہیں سنا۔"

"یہ تو میں بھی نہیں جانتی، لیکن حکیم صاحب بڑی تعریف کر رہے تھے، میں بھی یہ سوچتی ہوں، آخر کو لڑکی کی شادی کرنا ہے اگر کوئی اچھا رشتہ ہاتھ آ رہا ہے تو اسے کیوں چھوڑا جائے!؟"

"جی بے شک، لیکن خالہ جان ابھی مہ جبین کی عمر ہی کیا ہے۔ وہ تو شہزادی ہے شہزادی، ایک سے ایک پیام آئیں گے اس کے لیئے۔ جب دس پانچ پیام آجائیں تب بیٹھ کر کسی ایک کو منتخب کر لیجیے۔!"

پیاموں کی راہ دیکھنا بے کار ہے بیٹی،!"

"یہ کیوں خالہ جان؟"

"یہ بھی نہ جانے کس طرح آگیا، ہماری غربت اور مفلسی کا حال کسے نہیں معلوم؟ ہمیں کون پوچھے گا؟"

"یہ نہ کہیئے، آپ غریب ہیں تو کیا ہوا، شریف تو ہیں، کیا شرافت کی کوئی قیمت نہیں؟"

"کبھی تھی، اب نہیں رہی،!"

"واہ کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے؟"

"تو آخر حکیم صاحب سے کیا کہوں، انہوں نے تو ڈھول لے ڈالی ہے!"

"ان سے کہیئے ذرا صبر کریں، ہماری لڑکی بھار دنہیں ہے۔ ایسے معاملات کا فیصلہ اتنی جلدی نہیں ہوا کرتا،!"

مہ جبین دروازے سے لگی یہ ساری باتیں سن رہی تھی، جب بیگم صاحبہ سے رخصت ہو کر حمیلہ جانے لگی تو وہ اپنے کمرے باہر نکلی، اسے دیکھ کر حمیلہ ٹھٹھک گئی!

"ارے تم کہاں رہیں اب تک؟ میں تو خالہ جان سے باتوں میں الجھی ہوئی تھی،!"

نیند آگئی تھی، سو رہی تھی!"

جمیلہ نے مہ جبین کی پیٹھ پر ایک دھپ لگائی،

"جھوٹی کہیں کی ـــــ یہ سو رہی تھیں، !"

"اچھا پھر کیا کر رہی تھی؟"

جمیلہ نے شریر اور شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا،

"بتا دوں کیا کر رہی تھیں؟"

مہ جبین نے کہا،

"ہاں ضرور بتاؤ، !"

"اپنی زندگی کے نئے دور کے بارے میں سوچ رہی تھیں، لیکن ایسی حرکتیں اکیلے نہیں کی جاتیں، سکھیوں اور سہیلیوں کو بھی شریک مشورہ رکھا جاتا

معلوم ہوتا ہے شادی کی خبر سے بہت خوش ہو، !"

"شادی کیسی؟ کس کی شادی؟"

جمیلہ ہنسنے لگی،

"خدا کی قسم ایکٹنگ کے فن میں کمال حاصل ہے تمہیں، ! کتنے سوکھے سے یہ سوال کیا ہے تم نے! جیسے کچھ معلوم ہی نہیں ـــــ بڑی بھولی، !"

"تمہارا تو دماغ چل گیا ہے،"

جمیلہ روٹھتی ہوئی بولی،

"کہہ لو جو کچھ منہ میں آئے: ـــــ لیکن یہ شکوہ ضرور ہے کہ اتنی اہم

بات تم نے ہم سے چھپالی،

"کیسی خبر لگی ؟"

"اپنی شادی کی !"

"مجھے تو کوئی خبر نہیں گھر میں کیا باتیں ہو رہی ہیں ؟"

"پھر وہی جھوٹ !!"

"سچ کہتی ہوں مجھے کچھ نہیں معلوم !!"

"اچھا تو اب معلوم کر لو، حکیم نواب علی صاحب نے تمہارے لیے ایک دولت مند، معزز، اور خوب صورت دولھا تلاش کیا ہے، بولو ہے منظور ؟"

"نہیں"

یہ سنکر جمیلہ چونک پڑی،

"کیا کہا ؟"

مہ جبین نے کہا،

"کہہ چکی جو کہنا تھا، کیا بہری ہو، سنا نہیں ؟"

جمیلہ نے حیرت کی نظروں سے مہ جبین کو دیکھتے ہوئے کہا،

"سن تو لیا لیکن یقین نہیں آتا یہ الفاظ تمہارے ہیں، تمہارے منہ سے ایسی بات نکل سکتی ہے، تمہاری جیسی بے زبان لڑکی بھی یوں زبان کھول سکتی ہے، باور کرنے کا جی نہیں چاہتا ؛ـــــ میں کیوں کر اعتبارِ انقلاب آسمان کر لوں ؟"

مہ جبین نے ذرا گرم ہوتے ہوئے کہا،

"کون سی ان ہونی بات کہہ دی میں نے ؟ـــــ کیا میں انسان نہیں

ول، کیا میرے سینہ میں دل نہیں ہے ؟ کیا میری آنکھوں میں روشنی نہیں
ہے ؟"

"ضرور ہے، — لیکن ان باتوں کا مطلب ؟"

"مطلب یہ کہ وہ زمانہ رخصت ہو گیا جب لڑکیاں اپنی رائے نہیں رکھتی
تھیں اور ان سے پوچھے گچھے بغیر ماں باپ جہاں چاہتے تھے، شادی کر کے
رخصت کر دیتے تھے"!

جمیلہ نے عارفانہ لہجہ میں سر ہلاتے ہوئے کہا،

"اوہو میں سمجھی، آپ کورٹ شپ کر کے شادی فرمائیں گی، کیوں جناب؟"

"کورٹ شپ کیا ہوتا ہے میں نہیں جانتی، اتنا جانتی ہوں کہ شادی
رضامندی سے ہونی چاہیئے ورنہ ہونی ہی نہیں چاہیئے"

جمیلہ نے مہ جبین کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے کہا،

"شاباش، خوب خاندان کا نام روشن کرو گی! — ہاں بھئی تو کوئی
ایسا خوش قسمت بھی ہے جس سے آپ شادی کرنے پر رضامند ہیں ؟"

مہ جبین نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا،

"نہیں، کوئی نہیں،!"

"بھئی یہ تو بڑا ٹیڑھا معاملہ ہو گیا، خالہ جان کا خیال تو ہے وہ جس
سے چاہیں گی تمہاری شادی کر دیں گی اور تم اس طرح کی باتیں کر رہی ہو، پھر آخر
کام کیسے چلے گا ؟"

"جس بیٹی کی وہ ماں ہیں، اسی ماں کی میں بیٹی ہوں، چل جائے گا تم

فکر نہ کرو، !"

حمیدہ نے اسے گلے سے لگالیا،

"خدا نظرِ بد سے بچائے، کیسی زبان چلتی ہے، قینچی کی طرح !"

بلائے جان

شیر اور بکری پھر آمنے سامنے موجود ہیں، الّو میاں (جمال) نے حکیم صاحب
سے پوچھا،
"کیا خبر لائے آپ؟"
حکیم صاحب اندازہ نہ کر سکے ان الفاظ میں طنز ہے یا برہمی یا خوش مذاقی
بہرحال انہوں نے اپنا فرض ادا کیا، یعنی مسکراتے ہوئے جواب دیا،
"کوئی خاص خبر تو نہیں لایا،!"
الّو میاں کی تیوری چڑھ گئی،
"یعنی ــــ؟"
حکیم صاحب نے دلاسا دیتے ہوئے کہا،
"بات چیت چل رہی ہے سرکار،!"
الّو میاں کی اس سے تسلی نہ ہوئی،
یہ تو میں عرصہ سے سن رہا ہوں، سوال یہ ہے کہ بات چیت کب تک

جیتی رہے گی؟ ـــ کیا قیامت میں فیصلہ ہوگا؟

حکیم صاحب نے پھر مسکرانے کی کوشش کی اور فرمایا،

"نہیں جناب بہت جلد ہو جائے گا!"

ننھو میاں نے پوچھا،

"وہ بڑھیا کہتی کیا ہے آخر؟"

حکیم صاحب دم بخود ہو گئے۔

"بڑھیا؟ ـــ یعنی بیگم صاحبہ؟"

ننھو میاں نے تائید کی،

"جی ہاں، آپ کی بیگم صاحبہ، ـــ آخر فرماتی کیا ہیں؟ کچھ تامل ہے انہیں، انکار ہے؟ بات کیا ہے؟"

حکیم صاحب بولے،

"نہ تذبذب ہے نہ انکار ہے، تذبذب کیوں ہو؟ شادی تو بہرحال انہیں مہ جبین کی کرنی ہے، انکار بھی نہیں ہو سکتا، آپ سے اچھا داماد ملیگا کیسے ـــ؟"

"پھر کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں، ـــ بات صرف یہ ہے کہ لڑکی والے ذرا مزاج دکھایا ہی کرتے ہیں، اور کیا!"

"لیکن مزاج دکھانا تو میری عادت ہے، میں بھلا دوسروں کا مزاج کیا دیکھونگا"

"بجا ارشاد ہوا، لیکن اگر آپ برا نہ مانیں تو کچھ عرض کردوں؟"

”فرمائیے فرمائیے“

”وہ آپ نے سنا ہوگا، نہ سنا ہوگا تو اب سن لیجیے:“

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اگر آپ مہ جبین سے محبت کرتے ہیں تو بیگم صاحبہ کے یہ نخرے آپ کو برداشت کرنے پڑیں گے، اور اگر محبت نہیں کرتے صرف جسم و جمال پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو بے شک آپ اسے خرید بھی سکتے ہیں، اغوا بھی کر سکتے ہیں، ہلاک بھی کر سکتے ہیں“!

جمال نے پہلو بدل کر کہا،

”آپ ٹھیک کہتے ہیں، ـــــ میں نے آج تک کسی سے محبت نہیں کی، میری زندگی میں خوب رو اور سحر طراز لڑکیاں آئیں، میں نے انہیں پھول کی طرح ہاتھوں ہاتھ لیا، لیکن جب کام نکل گیا تو پھول ہی کی طرح مسل بھی ڈالا یہ پہلی لڑکی ہے جس کے ساتھ میرا وہی معاملہ ہے جسے لوگ محبت کہتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ میں اپنی طبیعت اور مزاج کے خلاف اب تک نرمی برت رہا ہوں سختی کرنا چاہتا ہوں، لیکن نہیں کر پاتا، میں اگر چاہوں تو ابھی ذرا دیر میں آپ کی بیگم صاحبہ کا سر میرے قدموں پر ہو“

”بے شک بے شک“!

”لیکن میں ایسا نہیں کرنا چاہتا، بلکہ شاید نہیں کر سکتا“!

”یقیناً نہیں کر سکتے، میں جانتا ہوں، میں سمجھتا ہوں، عشق بری بلا ہے“

(آہ سرد بھر کر)

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

ہائے کیا شعر کہا ہے ظالم نے،

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
اک آگ سی ہے سینہ کے اندر لگی ہوئی

خدا بچائے اس عشق سے،

حکیم صاحب میں آپ کو بتاؤں، اس روز رات کو میں چور کی طرح دیوار پھاند کر حویلی اسی لیے پہنچا تھا کہ مہ جبین کو اغوا کر لوں، اس کا شہرہ میرے کانوں میں پڑ چکا تھا اور یہ اٹل فیصلہ کر کے میں گیا تھا، لیکن بیگم صاحبہ کی بیماری اور مہ جبین کی آہ و بکا نے میرے عزم میں تزلزل پیدا کر دیا، یہ کوئی مشکل کام نہ تھا کہ اسے بے ہوش کرتا اور غائب کر دیتا، —— وہ ہولناک رات یاد ہے نا آپ کو

"جی بہت اچھی طرح، بھلا وہ بھول سکتی ہے؟"

لیکن میں بے بس ہو گیا، بجائے اس کے کہ میں مہ جبین کو اغوا کرتا میں آپ کے پاس آیا، آپ کو آمادہ کیا کہ بیگم صاحبہ کی خبر لیں، کیوں؟ —— بتائیے میں نے ایسا کیوں کیا؟"

"اس لیے کہ مہ جبین کے دل نازک کو صدمہ نہ پہنچے، اس لیے کہ اس کا دل نہ ٹوٹے، !"

"ہاں، یہی بات تھی، اسی لیے میں نے آپ کو تکلیف دی تھی، اور میں

خوش ہوں کہ آپ نے اپنا کام اچھی طرح انجام دیا''!

''مجھے فخر ہے کہ آپ میرے کام سے خوش ہیں''!

''لیکن حکیم صاحب اب یہ جدائی کے دن کاٹے نہیں کٹتے''! یہ فراق کی راتیں ناقابل برداشت ہوتی جا رہی ہیں، اب تک میں نے صبر و ضبط سے کام لیا، اب میرا پیمانۂ صبر چھلکنے کو ہے، آپ بیگم صاحبہ کو سمجھائیے کہ وہ راضی ہو جائیں میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا، ایک ایک گھنٹہ میرے لیے ایک ایک برس ہو رہا ہے میرے صبر کا پیمانہ چھلکا تو میں خود نہیں جانتا کیا ہو گا؟ لیکن جو کچھ ہو گا بہت برا ہو گا''!

''نہیں انشاء اللہ اس کی نوبت نہیں آنے پائے گی''!

''یہ تو بتائیے بیگم صاحبہ کا عندیہ کیا معلوم ہوتا ہے؟''

''صاحب، منہ سے تو انہوں نے بے شک اب تک ہاں نہیں کہا ہے لیکن ایک ایک ادا سے ظاہر ہوتا ہے کہ پھولی نہیں سماتیں، اس پیام سے، باچھیں کھلی جا رہی تھیں اس روز میری اتنی تواضع اور خاطر کی ہے جیسے میں خود (ہنستے ہوئے) دولہا ہوں چلئے، شربت، مٹھائی، حلوا، لوزیات، کیک پیسٹری، پان، تمباکو، الائچی، حقہ ساری چیزیں تو ڈھیر کر دیں میرے سامنے، اگر انہیں یہ نسبت منظور نہ ہوتی تو ایسا برتاؤ کرتیں میرے ساتھ؟، صاف صاف کہہ دیتیں حکیم صاحب تشریف لے جائیے ہمیں یہ رشتہ منظور نہیں ہے اور ہیں تو میں، ابھی اس غفور خاں کو بھیجا تھا میں نے غفور خاں، آپ جانتے تو ہیں اسے؟''

''بہت اچھی طرح، وہ تو ہمارا خاص دوست ہے''! ــــ تو اس کے

ساتھ کیا ہوا ؟"

"جی، تو غفور خاں کو میں نے بھیجا بیگم صاحبہ کے پاس، اس کی بھی وہ آو بھگت ہوئی ہے کہ اللہ دے اور بندہ لے، چلتے وقت اسے دس روپے الگ دیئے !"

"واقعی !" ---- ؟

"جی بالکل واقعی، ----"

"(ہنستے ہوئے) آپ ہیں بڑے دلچسپ آدمی" ! ---- بہرحال یہ مرحلہ جلد طے کیجئے خود جائیے، غفور خاں کو بھیجئے، کسی اور کی ضرورت ہو اس کی خدمات سے فائدہ اٹھائیے، لیکن یہ منزل آسان ہونی چاہیئے، !"

"بہت خوب، ایسا ہی ہوگا، !"

"ایک بات تو بتائیے، !"

"جی ارشاد، !"

"بیگم صاحبہ کی مالی حالت بہت سقیم ہے، !"

"جی بہت زیادہ، !"

"آج کل نہ جانے کس طرح کام چل رہا ہوگا، کچھ روپے لیتے جائیے، پیش کر دیجئے، ان کی خدمت میں، !"

"مجھے کوئی عذر نہیں، ---- لیکن وہ لیں گی نہیں، !"

"یہ کیوں ؟"

"بہت غیرت دار ہیں، اس دن دوا علاج کے سترہ سو روپے واپس کئے دے رہی تھیں، لیکن میں نے وہ دہائی مچائی کہ چپ ہو گئیں، !"

"لیکن یہ متر وسوان کے پاس آئے کہاں سے؟"

"یہ سوال تو میرے دل میں بھی پیدا ہوا تھا — میرا خیال ہے کوئی ایک آدھ بچا کھچا زیور رہ گیا ہوگا، وہی فروخت کر دیا ہوگا"!

"ہاں یہی بات ہوگی، — اچھا حکیم صاحب ایک سوال کا جواب اور دیجیے"!

"ارشاد، —"

"کسی طرح مہ جبین کا عندیہ بھی معلوم کیا جا سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں معلوم کیا جا سکتا؟ ضرور معلوم کیا جا سکتا ہے"!

"کیجیے پھر"!

"لیکن ضرورت کیا ہے؟"

"کیوں، ضرورت کیوں نہیں ہے؟"

"وہ کوئی فیشن ایبل اور اَپ ٹو ڈیٹ لڑکی تو ہے نہیں، جہاں بیاہ دی جائے گی چپ چاپ چلی جائے گی"! "شریف گھرانوں کی لڑکیوں کا عندیہ پوچھتا کون ہے؟"

"وہ تو ٹھیک ہے، لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس کا عندیہ معلوم ہو"! — اس سلسلہ میں بھی کچھ کر سکتے ہیں آپ؟"

"جو حکم ہو"!

"ہاں یہ کام کرنا ہے آپ کو حکیم صاحب"!

"لیکن سوال یہ ہے کہ کس طرح؟ یوں تو مہ جبین میری بیٹی کی طرح ہے، سامنے

آتی ہے، باتیں کرتی ہے، ہنستی بولتی ہے، لیکن اس معاملہ میں سوال جواب کس طرح کروں گا،! بیگم صاحبہ الگ میرا منہ نوچ لیں گی اور وہ الگ لال پیلی آنکھیں کرنے لگے گی، نا صاحب، یہ مشکل کام ہے، میرے بس کا نہیں،!"

انو میاں (جمال) نے جو حکیم صاحب کو منہ لگایا تو وہ بے تکلفی پر اتر آئے اور صاف انکار کر بیٹھے، شیر کو شیر بننے کتنی دیر لگتی ہے، ایک مرتبہ اس نے گھور کر حکیم صاحب کو جو دیکھا تو سٹی گم ہو گئی۔ فرمانے لگے،

"ویسے مجھے انکار بھی نہیں،!"

جمال نے کہا،

"آپ میرا خط لے کر جائیں گے، اسی سے اس کا عندیہ معلوم ہو جائے گا،!"

خط کا نام سن کر حکیم صاحب بوکھلا گئے، جانتے تھے، خط دینا اور اگر دے بھی دیا جائے تو اس کا نتیجہ بھگتنا کتنا مشکل ہے بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا،

"خط — ؟"

جمال نے جواب دیا، "توپ اور بندوق نہیں، خط، مکتوب، نامہ، — آپ میرے نامہ بر بن کر جائیں گے،!"

اب حکیم صاحب کے لیے انکار کا موقع نہ تھا،

"بہت بہتر، — لائیے، یہ بھی سہی، بقول شخصے، — کیا کیا نہ کیا عشق میں کیا کیا نہ کریں گے،!"

جیت

مہ جبین کو کئی دن سے حرارت اور نزلہ زکام کی شکایت تھی، حکیم صاحب نے جوشاندہ تجویز کیا، مگر اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، آخر بیگم صاحبہ نے مجبور کیا کہ ہسپتال چلی جائے، جمیلہ کوئی اچھی سی دوا دے گی، کئی دن سے جمیلہ سے ملاقات بھی نہیں ہوئی اچھا بہانہ ہاتھ آ گیا، لیکن ماں پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ وہاں جانے اور اس سے ملنے کی لو لگی ہوئی ہے۔ بڑے بے پروایانہ انداز میں اس سے مخاطب ہوئی

"کیا کروں گی ہسپتال جا کر، خود ہی دو چار دن میں لوٹ پوٹ کر ٹھیک ہو جاؤں گی، ——— نہیں اماں جی، میں نہیں جاتی ———!"

بیگم صاحبہ خفا ہو گئیں،

"جائے گی کیسے نہیں ——— چلی جاؤ بیٹی ضد نہ کرو، نزلہ زکام کی کوئی خاص بات نہیں، ہو جایا کرتا ہے، لیکن یہ حرارت کیوں نہیں اترتی، ——— چلی جا میری بچی!"

مہ جبین کو بظاہر مجبوراً راضی ہونا پڑا، لیکن چلتے چلتے پھر ایک ہٹ لگا دی،

کہنے لگی،

"چلی تو جاؤں اماں جی، لیکن وہ جمیلہ جو ہے بہت پریشان کرتی ہے"!

بیگم صاحبہ کو یہ غیبت پسند نہ آئی،

"واہ ری لڑکی، وہ بے چاری کیا پریشان کرتی ہے؟"

مہ جبین نے بتایا،

"اماں جی وہ گھنٹوں نہیں اٹھنے دیتی، جب چلنے کا ارادہ کرتی ہوں ہاتھ پکڑ کر زبردستی بٹھا لیتی ہے، ابھی دیر ہی کتنی ہوئی، ذرا دیر میں چلی جانا، پھر آپ خواہ مخواہ خفا ہوتی ہیں اتنی دیر لگا دی"!

بیگم صاحبہ سمجھ گئیں کہ صاحبزادی کا مقصد جمیلہ کے ساتھ کچھ وقت صرف کرنا ہے،

"میں کچھ نہیں کہوں گی جاؤ!"

مہ جبین نے جلدی جلدی کپڑے بدلے اور جانے کے لیئے تیار ہو گئی اسے پا بہ رکاب دیکھ کر بیگم صاحبہ نے فرمایا

"جلدی آ جانا بیٹی، دیر ہوتی ہے تو میرا دل دھڑکنے لگتا ہے"۔

مہ جبین روٹھ گئی،

"اماں جی اسی لیئے تو میں جا نہیں رہی تھی، وہ جلدی نہیں آنے دے گی، کہیئے تو نہ جاؤں"!

بیگم صاحبہ نے اپنے الفاظ واپس لے لیئے اور مہ جبین خوش خوش ہسپتال روانہ ہو گئی۔ جمیلہ حسب معمول بڑے اخلاق و تپاک سے ملی، پنسلین کا ایک

انجکشن لگایا، جلدی جلدی مکسچر بنا کر پلایا اور اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔
"کوئی خاص بات نہیں، انشاءاللہ دو دن میں طبیعت درست ہو جائیگی
فکر نہ کرو"!
مہ جبین نے کہا،
"میں نہیں کرتی فکر نہ بھی اچھی ہوئی تو کون سی قیامت آجائے گی"!
جمیلہ نے اسے گھور کر دیکھا اور برہم لہجہ میں کہا،
"طمانچہ ماروں گی منہ پر خبردار جو اس طرح کی بکواس کی ہو گی"!
مہ جبین ہنسنے لگی،
"بڑی شیر ہو گئی ہو ---- طمانچہ ماردیں گی یہ میرے منہ پر، گویا ان کے
طمانچہ کو لقمہ تر سمجھ کر کھا ہی تو لوں گی"!
تھوڑی دیر تک دونوں میں اسی طرح کی چہلیں ہوتی رہیں، اتنے میں ڈیوٹی
کا وقت ختم ہو گیا، جمیلہ نے کہا،
"چلو اب گھر چلتے ہیں وہاں اطمینان سے لڑیں گے"!
مہ جبین نے ہنستے ہوئے کہا،
"جی معاف فرمائیے، اطمینان سے لڑنے کا وقت میرے پاس بالکل
نہیں ہے۔ اماں جی نے جلد واپس آنے کی تاکید کر دی تھی، وہ راہ دیکھ رہی
ہوں گی، دیر ہو گئی تو بہت خفا ہوں گی"!
جمیلہ نے جواب دیا،
"اگر دیر ہو گئی تو تمہارے ساتھ چل کر میں خالہ جان سے معافی مانگ لونگی

— اٹھو بھی کیا یہیں ہسپتال میں دھرنا دیئے بیٹھی رہو گی!

جمیلہ اور مہ جبین نے کوارٹر کا رخ کیا، ہسپتال کے احاطہ میں یہ کوارٹر واقع تھا، ذرا دیر میں باتیں کرتی، ہنستی کھیلتی، یہ دونوں سہیلیاں پہنچ گئیں جمیلہ نے کہا،

"بہت تھک گئی ہوں، چائے پینے کا جی چاہ رہا ہے۔

مہ جبین بولی،

"ضرور پیو، ہمارا بھی چاہ رہا ہے، بلکہ ہم تو یہ سوچ کر چلے تھے کہ تمہارے ساتھ پئیں گے!"

جمیلہ نے ایک ٹہوکا دیا

"اچھا دوست چائے بناؤ تم، بندہ ذرا غسل سے فارغ ہو لے، ابھی آیا پانچ منٹ میں،!"

جمیلہ نے یہ بات مردانہ لب و لہجہ میں ایسی سادگی سے کہی کہ مہ جبین ہنستے ہنستے لوٹ گئی

"اوہ جمیلہ یار ڈالا تم نے،!"

اور پھر ہنسنے لگی،

جمیلہ نے پوچھا،

"کیوں ہنس رہی ہو؟ آخر تم نے مجھے سمجھا کیا ہے؟"

وہ بولی،

"آپ تو مسٹر جمیل احمد خاں بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی ایڈوکیٹ ہائی کورٹ

یں بھلا آپ کو غلط سمجھا جا سکتا ہے؛ ——— اچھا، وقت نہ ضائع کیجیے،
یے غسل فرمائیے، میں چائے بناتی ہوں، بیسن بھی ہے کچھ تھوڑا

سا!

یسے تو، کیا کرو گی؟"

پھلوریاں تلوں گی'!"

"خدا تمہیں خوش رکھے، ——— شاباش، ——— وہ رہا کونے میں جو ڈبہ رکھا
ہے اس کے اندر!"

جمیلہ غسل کرنے چلی گئی، اور مہ جبین نے باورچی خانے کی تلاشی لینی شروع
کر دی، یہاں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی، گھی، دودھ، شکر، روا، سوجی،
بیسن، اس نے جلدی جلدی گھی میں تھوڑا سا روا گوندھا، دودھ کے چھینٹے
بھی دیتی گئی، حسب ضرورت شکر ڈال کر کھجوریں تیار کر لیں، دوسرے برتن میں
بیسن پانی میں بھگو دیا، اور اس سے پھلوریاں بنا لیں، اتنے میں چولہا سلگ گیا
ایک طرف چائے کا پانی گرم کرنے کو رکھ دیا، سامنے کے حصہ پر کڑھائی
چڑھا دی، پہلے پھلوریاں اور آلو کے قتلے تلے، پھر روے کی کھجوریں خستہ خستہ
تیار کریں، سوجی کا ذرا سا بھر بھرا سا حلوہ بھون لیا، چائے کا پانی اُبل چکا تھا
چائے دانی میں رکھا، کھجوریں، پھلوریاں، آلو کے قتلے، حلوا، یہ سب چیزیں
الگ الگ طشتریوں میں جمائیں، اور لے جا کر میز پر رکھ دیں، اتنے میں جمیلہ
بھی غسل کر کے آ گئی، اس نے جو یہ الوانِ نعمت دیکھے تو دنگ رہ گئی،

"ارے مہ جبین یہ کیا؟"

مہ جبین نے جواب دیا،

"دیکھ تو رہی ہو، !"

جمیلہ نے پوچھا،

اتنی سی دیر میں اتنی ساری چیزیں تیار کر لیں تم نے؟' — جادو کے زور سے؟"

وہ بولی،

"ہاں، — بچی رہنا میرے دام سحر سے، !"

پاس کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے وہ گویا ہوئی،

"نہیں، میں تو خوشی خوشی گرفتار ہونا چاہتی ہوں، بچ کر کیا کروں گی؟ — لیکن مہ جبین واقعی بڑی حیرت ہوئی تمہاری چابک دستی دیکھ کر، تم اتنی سگھڑ ہو مجھے آج معلوم ہوا، !"

"شکریہ، !"

(وہ) ذرا سا حلوہ منہ میں رکھتے ہوئے "خدا کی قسم بڑا لذیذ ہے، !"

"اب بنانا شروع کر دیا تم نے !"

پھر جمیلہ نے باری باری سے ہر چیز چکھی، کھجوریں، پھلوریاں، آلو کے قتلے، جو چیز منہ میں رکھتی، بے ساختہ تعریف میں رطب اللسان ہو جاتی، کہنے لگی،

تمہارے ہاتھ میں اتنا مزہ ہے؟ یہ آلو کے قتلے جی چاہتا ہے کہ سب کھا لوں، تم تو بڑی چھپی رستم نکلیں بھئی، !"

مہ جبین ہنسنے لگی۔

"چائے کی پیالی بڑھاتے ہوئے) چائے بھی تو پیو، یہ بھی بڑے مزے کی ہے"

جمیلہ کو ہنسی آ گئی،

"چائے بھی پی لوں گی، پہلے یہ تر مال تو کھا لوں!"

اور پھر اس نے مہ جبین کی پکائی ہوئی چیزوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ اتنے میں دروازہ کا پٹ ذرا سا کھلا اور پھر بند ہو گیا، جمیلہ نے بلند آواز سے پوچھا،

"کون ہے؟"

آواز آئی،

"کیا میں آ سکتا ہوں؟"

جمیلہ خوشی کا جھولا جھولتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی،

"ریاض بھیا ہیں — آئیے آئیے!"

ریاض مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا اسے دیکھ کر مہ جبین سمٹ کر بیٹھ گئی، جمیلہ پوچھا،

"اجازت لینے کی کیا ضرورت تھی، آپ چلے کیوں نہیں آئے؟"

ریاض نے مہ جبین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

"یہ جو بیٹھی تھیں!"

جمیلہ کھلکھلا کر ہنس پڑی،

"بڑے ڈرپوک ہیں آپ، مہ جبین بیٹھی تھی تو کیا کر لیتی؟"

ریاض نے چہرے پر تبسم لائے بغیر سنجیدگی سے کہا،

"جو اس دن کیا تھا، !"

مہ جبین کی نظریں نیچی تھیں لیکن وہ مسکرا رہی تھی، جمیلہ پہ تو جیسے ہنسی کا

دورہ پڑ گیا، اس نے ہنستے ہوئے کہا،

خوب یاد رکھا آپ نے!"

وہ بولا،

میری جگہ تم ہوتیں تو تم بھی یاد رکھتیں، !"

جمیلہ نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا،

"اس روز کچھ ایسی باتیں چھڑ گئیں کہ تفصیل سے تو آپ سے پوچھ ہی نہ

آخر ہوا کیا تھا، ؟ یعنی انہوں نے، مہ جبین نے کیا آپ کو بہت بری

جھاڑا تھا ؟"

ریاض نے جواب دیا

"ہاں اتنی زور سے کہ گرد کے ساتھ سر کے بال بھی جھڑ گئے ہوتے، لیکن

خدا نے خیریت کی تم آگئیں، !"

جمیلہ مہ جبین سے مخاطب ہوئی،

کیوں بی ؟"

مہ جبین نے چائے کی پیالی ریاض کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا،

"چائے پیجئے، جمیلہ تو پاگل ہے، اسی طرح کی باتیں کیا کرتی ہے!

جمیلہ نے مہ جبین کی پکائی ہوئی چیزوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

ان غریبوں پر بھی نظرِ کرم ہو جائے تو اچھا ہے!"

ریاض نے کہا،

"نہیں بھئی، کچھ طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس وقت تو چائے پینے کا بھی

جی نہیں چاہ رہا تھا ــــ

"لیکن مس مہ جبین کی پیش کش رد نہ کی جا سکی"؟

"ہاں، یہی بات ہے"!

"تو بھیّا ساری چیزیں جو آپ اپنے سامنے رکھی دیکھ رہے ہیں، پکار پکار کے

دعوت دے رہی ہیں، کیا آپ نہیں سنتے؟"

"نہیں، میں کچھ نہیں سنتا"!

"بھیّا، یہ ساری چیزیں مہ جبین نے اپنے ہاتھ سے پکائی ہیں، ابھی ابھی،

بڑے مزے کی ہیں، خدا کے لیے چکھ لیجئے، ورنہ عمر بھر پچھتائیں گے، اور

مہ جبین کو بھی بجا طور پر آپ کی یہ کج اخلاقی کھلے گی"!

مہ جبین نے کہا،

"جمیلہ، تم چپ کیوں نہیں رہتیں؟"

ریاض نے ایک گرما گرم پھلوری منہ میں رکھ لی اور کہا،

"واقعی بڑے مزے کی ہے"!

"ہونا ہی چاہیئے، آخر کس نے پکائی ہے ــــ بھیّا (کھجور کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے) یہ بھی"!

(کھجور کا ذائقہ لیتے ہوئے) لاجواب ہے بھئی، ــــ (ایک اور لے کر) واہ

(پھر ایک لیتے ہوئے) مزہ آگیا،!"

"(حلوہ کی پلیٹ بڑھاتے ہوئے) اور یہ،؟"

"اسے بھی چکھوں گا، (منہ میں ڈال کر) خوب ہے، بہت خوب!

"تو کھائیے نا، ہے ہی کتنا ختم کر دیجئے"

"میرا بھی یہی ارادہ تھا، (پلیٹ صاف کرتے ہوئے) اور ہوتا تو او
کھاتا،!"

"اچھا بھیا اب تھوڑا سا منہ نمکین کر لیجئے، ـــــ یہ آلو کے قتلے
بڑے لاجواب ہیں"

"ضرور ہوں گے، (ایک قتلہ منہ میں رکھتے ہوئے) ٹھیک کہتی ہو!"
پھر جتنے قتلے تھے ریاض نے سب ہی ختم کر دیئے،!"

ریاض چائے کی پیالی ختم کر چکا تھا، مہ جبین نے چائے دانی ہاتھ میں
اور وہ پیالی اپنی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا،
کیا ایک پیالی اور پی لیں گے آپ؟"
اس نے کہا،

"جی ہاں، پیوں گا، دیجئے"

مہ جبین نے پیالی بنا کر اس کے سامنے رکھ دی، وہ آہستہ آہستہ ایک ای
گھونٹ کر کے پینے لگا، جمیلہ نے اسے ٹوکا،
"بھیا، آپ کی تو طبیعت سست تھی،!"

"ہاں بہت زیادہ،!"

"آپ کا تو چائے پینے کا جی بھی نہیں چاہ رہا تھا'!"
(مسکراتے ہوئے) ہاں پھر؟ اب تم طعنہ دو گی کہ میں نے ایک پیالی کے
بجائے دو پیالیاں کیوں پی لیں'؟"
(تبسم زیر لب کے ساتھ) جی، اور یہ بھی پوچھوں گی کہ جس پیٹ میں ایک پیالی
چائے کی گنجائش نہ تھی، اس نے اتنے سارے آلو کے قتلے، یہ حلوہ کی پلیٹ، یہ
کھجوریں، یہ پھلوریاں، ماشاء اللہ کس طرح کھالیں؟"
"واقعی میں نے سب کچھ صاف کر دیا'؟"
"دیکھ لیجئے، اگر ذرا سا چورا بھی بچا ہو تو بتائیے'!"
"ہاں بھئی، کہتی تو ٹھیک ہو، حیرت ہے میں اتنا بلا خور کیسے بن گیا؟"
مہ جبین بول پڑی،
"جن چیزوں کا اتنا زور دار پروپیگنڈا ہو رہا ہے، اس کی بساط ہی کیا تھی،
آدھے سے زیادہ تو بی جمیلہ صاف کر چکی تھیں، باقی جو بچا اسے ایک ننھا سا بچہ بھی
ڈکار لیے بغیر ہضم کرے گا'!"
جمیلہ نے کہا،
"خفا ہو گئیں'؟"
مہ جبین بولی،
"تو ایسی باتیں کیوں کرتی ہو؟"
جمیلہ نے دسیٹ کر کہا،
"اب نہیں کریں گے، معاف کر دو'!"

مہ جبین اور ریاض دونوں کو ہنسی آگئی، ریاض نے کہا،

"معاف کر دیجئے بے چاری کو، شریر تو بہت ہے لیکن دل کی بڑی اچھی ہے"

جمیلہ کہنے لگی،

"اصل میں یہ چلی اس بات پر ہیں کہ پہلے میں نے صفلیا پولا، پھر آپ نے ہاتھ مارے، بیچاری نے پکایا اپنے لیے تھا خود ہی رہ گئیں منہ دیکھتی!"

ریاض نے ندامت آمیز لہجہ میں پوچھا،

"واقعی مس مہ جبین؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی،

"تو کیا ہوا!؟"

"نہیں، برا ہوا، آپ نے واقعی کچھ نہیں کھایا!"

جمیلہ بولی،

"تو کیا ہوا، نقصان میں بھی نہیں رہیں، ہم اور آپ کھاتے رہے یہ ہمارا منہ دیکھتی رہیں، اور ویسے مشہور بھی ہے، حلوہ خوردن را روئے باید.... حلوہ کھانے کے لیے منہ چاہیئے، وہ کہاں سے لائیں؟"

ریاض نے کہا،

"اب تمہاری سزا یہ ہے کہ یہ ساری چیزیں تم پکاؤ اور مہ جبین کو کھلاؤ!"

"مجھے کیا پڑی ہے کسی کے لیے اتنی زحمت دکھانے کی!"

"میں جو حکم دیتا ہوں!"

"تو جائیے، بازار سے خرید لائیے!"
مہ جبین نے کہا،
آخر اتنی بحث کیوں ہو رہی ہے؟ مجھے کچھ نہیں کھانا،!"
ریاض منہ ہاتھ دھونے کے لیے باتھ روم گیا تو جمیلہ نے مہ جبین سے کہا،
"دیکھا ریاض بھیّا کا حافظہ، کتنے دنوں کی بات یاد رکھی، میں تو بھول بھی گئی تھی،!"
"ہاں تم بھول گئی تھیں، تمہارے ریاض بھیّا نے یاد رکھی! — ایک بات مجھے یاد ہے جو تمہیں بھی یاد نہیں اور تمہارے ریاض بھیّا کو بھی!"
جمیلہ نے حیرت سے مہ جبین کی طرف تکتے ہوئے کہا،
"وہ کون سی بات ہے جبین؟"
مہ جبین بولی،
چھوڑو، ہٹاؤ، بھولی بسری باتوں کا ذکر کیا؟"
جمیلہ بے قرار ہو گئی،
"تجھے میرے سر کی قسم، میرا مردہ دیکھے، اگر نہ بتائے؟
مہ جبین خفا ہو گئی،
کے مرتبہ کہہ چکی ہوں، ایسی باتیں نہ کیا کرو، لیکن تمہاری زبان جب چلنے پر آتی ہے تو بے تحاشہ کترنی کی طرح چلنے لگتی ہے، نہیں چپ ہو گی؟"
جمیلہ ایک خطاکار کی طرح بولی،
چُپ ہو گئی، — اب بتا دو۔"

مہ جبین نے کہا،

لالہ جھنومل کی بات یاد ہے؟ دو تین دن کے بعد جب وہ قرقی لے کر آجائے گا اور کھڑے کھڑے حویلی نیلام کرلے گا، کتنے زور شور سے تم نے اور تمہارے ریاض بھیا نے وعدہ کیا تھا کہ یہ کردیں گے اور وہ کردیں گے، ایک مرتبہ تو غریب خانہ پر بھی پہنچے، اماں جی سے ملے، ان سے معلومات حاصل کئے ان کی دعائیں لی اور تشریف لے گئے، پھر آج صورت دکھائی ہے، وہ بھی ساری باتوں کا ذکر ہے، مگر نہیں ہے تو اس بات کا،!"

جمیلہ جھینپ سی گئی،

"ہاں کہتی تو ٹھیک ہو آنے دو، دیکھنا کیسی خبر لیتی ہوں،!"

مہ جبین نے روکا

"نہیں، خبردار ان سے کچھ نہیں کہنا،!"

"کیوں، کیوں نہ کہوں،؟"

"مناسب نہیں ہے!"

"واہ تمہارے لیئے نا مناسب ہے تم نہ کہو کچھ، میرے لیے مناسب ہے میں تمہیں ضرور کہوں گی،!"

مہ جبین نے آہستہ سے ٹھوکا دیتے ہوئے کہا

"چپ رہو وہ آرہے ہیں،!"

اتنے میں ریاض رومال سے ہاتھ پونچھتا ہوا کمرہ کے اندر آگیا، اور کرسی پر بیٹھ کر اطمینان سے سگریٹ سلگانے لگا، جمیلہ اس طرح ہنسی جیسے اب کچھ

کہہ گئی، مہ جبین نے چپکے سے ایک چٹکی لی اور آہستہ سے کہا،

"خبردار!"

ریاض نے ان دونوں کی کشمکش کا اندازہ کر لیا، اس نے جمیلہ سے پوچھا،

"کیا بات ہے؟"

اب بھلا جمیلہ کہاں رکتی تھی؟ کہنے لگی،

"یہ آپ سے بہت خفا ہیں"!

ریاض نے پوچھا،

"کون خفا ہے؟"

جمیلہ بولی،

"مہ جبین"!

مہ جبین نے مداخلت کی،

"جھوٹ نہ بولا کرو جمیلہ"!

جمیلہ قسم کھانے پر تُل آئی۔

"اللہ قسم!"

ریاض ہنسنے لگا،

"اب تو یقین نہ کرنا گناہ ہے، —— اچھا بھئی یقین کر لیا، مس مہ جبین مجھ سے خفا تھیں، لیکن میں انہیں خوش کر دوں گا"!

مہ جبیں خاموش بیٹھی تھی، ریاض کے الفاظ سُن کر اس کے چہرے پر سرخی سی دوڑ گئی،

جمیلہ بولی "خوش تو کرلیں گے لیکن یہ تو پوچھیے، یہ خفا کیوں ہیں آپ سے؟"

ریاض نے جواب دیا،

"کیا کروں پوچھ کر، اچھا، پوچھے لیتا ہوں، بتائیے مس مہ جبین کیا بات ہے؟"

مہ جبین ذرا لجاتی ہوئی گویا ہوئی،

"کچھ بھی نہیں، جمیلہ کی تو عادت ہے بے تکی اُڑانے کی!"

جمیلہ بگڑ گئی،

"کہہ نہیں رہی تھیں تم؟"

ریاض نے بیچ بچاؤ کر دیا،

"اچھا بھئی، یہ بحث چھوڑو، تمہارا ہی کہنا سچ سہی، مس مہ جبین خفا ہیں، نا مجھ سے!" "دیکھو ابھی خوش کیے لیتا ہوں!"

پھر اس نے مہ جبین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"درحقیقت اس وقت میں آپ کے لیے ایک خوش خبری لے کر آیا تھا، آپ اتفاق سے یہاں مل گئیں، ورنہ جمیلہ کو ساتھ لے کر آپ کے گھر حاضر ہوتا میرا یہ ارادہ بھی تھا کہ آج آپ سے مٹھائی کھاؤں گا! لیکن قسمت کی خوبی دیکھیے، بن مانگے مٹھائی بھی مل گئی، خاص آپ کے ہاتھ سے پکائی ہوئی اور بنائی ہوئی، اجازت ہو تو عرض کروں!"

جمیلہ مہ جبین سے زیادہ بیتاب تھی،

"شرطیں کیوں کر رہے ہیں، جو کچھ بات ہے بتا دیجیے نا"

"تم خاموش رہو جمیلہ — آپ بتائیے مس مہ جبین، عرض کردوں؟"

"فرمائیے، !"

"وہ خوش خبری یہ ہے کہ آپ کے لالہ جھنّو مل کی ڈگری منسوخ کردی ہے

عدالت نے !"

یہ سنتے ہی وفورِ مسرّت سے مس مہ جبین کا چہرہ تمتما اُٹھا، جمیلہ نے تقریباً

چیختے ہوئے پوچھا،

"سچ بھیا ! "

ریاض نے کہا،

"بالکل سچ، یوں سمجھو عدالت ہی سے آرہا ہوں، !"

جمیلہ بولی،

"یہ تو بڑی خوش خبری سنائی آپ نے، ــــ کیوں جبیں ؟"

مہ جبین نے جواب دیا،

"اور کیا، بہت بڑی مصیبت سے خدا نے نجات دی، !"

پھر وہ ریاض سے مخاطب ہوئی،

آپ کو بہت زحمت اٹھانا پڑی، اس سلسلہ میں "شکریہ" ادا کرنا چاہتی ہوں

لیکن الفاظ نہیں ملتے، !"

ریاض کے چہرے پر چمک پیدا ہوگئی، اس نے کہا،

"نہیں، شکریہ ہاں دعاؤں کی ضرورت ضرور ہے، چلو جمیلہ چلیں، خالہ جان

کو یہ خوش خبری سنائیں، !"

جمیلہ آمادہ ہوگئی، "چلئے ــــ

آؤ بھگت

گھر میں سب سے پہلے مہ جبین داخل ہوئی، اس کا شگفتہ اور مسکراتا چہرہ دیکھ کر بیگم صاحبہ کا دل حزیں باغ باغ ہو گیا، اس کے پیچھے پیچھے جمیلہ آتی نظر آئی، اسے دیکھ کر بیگم صاحبہ پھول کی طرح کھل گئیں بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا،

"ارے یہ چاند کدھر سے نکل آیا؟"

مہ جبین نے کہا،

ہسپتال کے کوارٹر سے!"

بیگم صاحبہ ہنسنے لگیں، شفقت سے جمیلہ کی پیٹھ تھپکی

کیوں بیٹی جبین کا اچھی طرح معائنہ کرالیا تھا اپنے ہسپتال کے ڈاکٹر سے، کئی دن سے حرارت ہے اسے، نہ جانے کیا بات ہے، میرا تو دل ہول رہا ہے!"

جمیلہ بولی،

"خالہ جان آپ خواہ مخواہ پریشان ہو جاتی ہیں، معمولی نزلہ ہے، اسی لئے
حرارت ہو گئی، میں نے انجکشن دے دیا ہے، صبح تک انشاء اللہ طبیعت بالکل
صاف ہو جائے گی"!
بیگم صاحبہ نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا،
"آمین، خدا تمہارا کہا پورا کرے،"
جمیلہ کہنے لگی،
"خالہ جان آج ہم مٹھائی کھانے آئے ہیں آپ سے"!
وہ بڑی مستعدی اور آمادگی سے بولیں،
"جتنی کہو، ابھی لو"!
یہ کہکر وہ اٹھیں، جمیلہ نے انہیں روک لیا،
"سنیئے تو خالہ جان"!"
وہ پھر بیٹھ گئیں، جمیلہ نے کہا،
"خالہ جان میں ایک خوشخبری بھی تو لائی ہوں"!"
انہوں نے پوچھا،
"خوش خبری کیسی؟"
مہ جبین بول پڑی،
"اماں جی، جمیلہ جھوٹ بول رہی ہے، خوش خبری تو میں لائی ہوں"!"
بیگم صاحبہ ان دونوں کی اس کشمکش سے گھبرا گئیں،
"توبہ ہے کمبھی چکو، تم تو مرنے لگیں،

جمیلہ نے کہا

"آپ جیت گئیں، چھوٹو مل ہار گیا ہے، اس کی ڈگری منسوخ ہو گئی!

بیگم صاحبہ کے پژمردہ چہرہ پر رونق آ گئی

"واقعی! سچ؟"

جمیلہ نے جواب دیا،

"ہاں خالہ جان ——— آپ نے وکیل بھی تو بڑا اچھا کیا تھا، ریاض بھیا نے

ہی پیشی میں مقدمہ جیت لیا

بیگم صاحبہ دعائیں دینے لگیں

"خدا اسے خوش رکھے بڑا کام کیا اس نے، جمیلہ مجھے لے چلو، میں خود اس

کے گھر جاؤں گی، شکریہ ادا کرنے!"

جمیلہ گویا ہوئی،

"آپ شکریہ ادا کرنے کیوں جائیں گی، آپ کی دعائیں لینے تو وہ خود آئے ہیں

بیگم صاحبہ نے حیرت سے پوچھا،

"ریاض آیا ہے؟"

جمیلہ بولی،

"جی خالہ جان، آئے ہیں، باہر کھڑے ہیں!"

بیگم صاحبہ خفا ہو گئیں

"خدا کی سنوار ہو تم پر، غضب خدا کا، وہ باہر کھڑا ہے اور تم یہاں چلی

کر رہی ہو ——— بلاؤ اسے!"

جمیلہ دوڑ کر باہر ریاض کو بلانے گئی، بیگم صاحبہ نے مہ جبین سے کہا

"بیٹی تو ادھر ہو جا"!

مہ جبین حسب سابق کمرہ کے اندر چلی گئی، اور دروازہ سے لگ کر کھڑی ہو گئی

دالان میں بیٹھا ہوا کوئی آدمی نہیں دیکھ سکتا تھا، لیکن وہ دروازے کے سوراخ

سے سارے دالان کا نظارہ کر رہی تھی، جمیلہ کے ساتھ ریاض صاحب تشریف

لائے، بیگم صاحبہ ریاض کو دیکھتے ہی کھڑی ہو گئیں، اس کی بلائیں لیں، اور با چشم پُرنم

و گلوگیر آواز کے ساتھ کہا،

"بیٹے، ابھی جمیلہ نے مجھے بتایا تم نے مقدمہ جیت لیا، وہ موا غارت گیا پھنو مل

مر گیا!"

ریاض نے بڑی سعادت مندی کے ساتھ جواب دیا،

"جی ہاں خالہ جان، خدا نے فضل کیا، حق کا بول بالا ہوا، آپ جیت گئیں!"

"اللہ نے تمہاری محنت سوارت کی، ـــــ بیٹے تم نے جو کچھ کیا ہے، اس کا

اجر خدا ہی دے گا، ہمارے پاس کیا رکھا ہے"!

ریاض نے کہا،

"واہ خالہ جان، یہ نہ کہیئے، آپ کے پاس بہت کچھ ہے ـــــ دعائیں، آپ

کے دل سے نکلی ہوئی دعائیں، میری نظر میں تو یہ بڑا گراں بہا سرمایہ ہے"!

جمیلہ کہنے لگی،

"لیکن خالہ جان، ریاض بھیا مٹھائی ضرور کھائیں گے، سچ پوچھئے تو اسی لیئے

آئے ہیں یہ"!

بیگم صاحبہ خوش ہو کر بولیں،

"ہاں ہاں ضرور، کیا کھائے گا میرے بیٹے، ؟"

ریاض نے جواب دیا،

"یہ جمیلہ تو یونہی بے پر کی اڑاتی رہتی ہے، کچھ نہیں کھاؤں گا، ہاں چائے پی لوں گا۔"

بیگم صاحبہ نے اصرار کیا،

"نہیں بیٹے، خالی چائے کیا ہو گے کچھ نہ کچھ تمہیں کھانا ہی پڑے گا۔!"

ریاض خاموش ہو گیا، بیگم صاحبہ اٹھیں اور کمرہ میں جاکر مہ جبین سے کہا،

"بیٹی ذرا جلدی سے تھوڑے سے مٹر تل لے، جو کا حلوا رکھا ہی ہے اور چائے بنالے!"

وہ تیوری چڑھاتی ہوئی بولی،

"اماں جی، کیا فائدہ خواہ مخواہ کے اصرار سے، وہ انکار کر رہے ہیں، تو پھر کبھی دیکھا جائے گا، اس وقت چائے پلا دیجیئے۔"

بیگم صاحبہ کو بیٹی کی یہ بات ناگوار گذری، انہوں نے ذرا تلخ لہجہ میں کہا،

"بیٹی، جو میں کہہ رہی ہوں، وہ کرو!"

یہ کہہ کر بیگم صاحبہ پھر دالان میں جاکر، ریاض اور جمیلہ کے پاس بیٹھ گئیں، کمرہ ہی سے باورچی خانے چلی گئی، وہاں جلدی جلدی اس نے مٹر تلے، میدے کی چھوٹی چھوٹی خستہ کچوریاں تیار کیں، قیمہ موجود تھا، سات آٹھ سموسے تیار کئے کچھ شامی کباب بھی تل لیئے۔ پھر چائے کے ساتھ یہ ساری چیزیں سلیقہ سے ایک

خوان میں سجا کر جمائیں اور نسیمہ کے ہاتھ بھیج دیں، یہ سارا کام کوئی آدھ گھنٹہ میں ہو گیا وہاں نہایت اطمینان سے جمیلہ اور ریاض، بیگم صاحبہ سے باتوں میں لگے ہوئے تھے، پتہ بھی نہ چلا کہ کتنی دیر گذر گئی، اتنے میں نسیمہ خوان لیے ہوئے پہنچی، جمیلہ نے ریاض سے کہا،

"آستینیں چڑھا کر تیار ہو جائیے بھیا"!

اتنا بڑا خوان دیکھ کر ریاض سہم گیا،

"خالہ جان"——

اتنی دیر میں خالہ جان نے خوان پر سے سرپوش ہٹایا تو تلے ہوئے مٹر، خستہ خستہ کچوریوں، شامی کباب اور گاجر کے حلوے پر، ریاض کی نظر پڑی تو وہ گھبرا گیا اس نے کہا

خالہ جان یہ سب کیا ہے؟"

وہ بولیں، تیرے لیے ہے بیٹے"!

ریاض نے معذرت کی،

"لیکن مجھے تو ذرا بھی بھوک نہیں ہے!"

"زیادہ نہیں، بس منہ جھٹال لو!"

"بالکل گنجائش نہیں ہے، ورنہ بھلا مجھے کیا عذر ہو سکتا تھا، ابھی جمیلہ کے ہاں سے بہت کچھ کھا کر آیا ہوں، طبیعت بالکل سیر ہے"!

جمیلہ کا ہاتھ کباب پر پڑا،

"لو، یہ تو بالکل تازے ہیں گرما گرم، بھیا زیادہ نہیں، بس ایک چکھ

"ہاں، رخصتی تو بہت جلد ہے، ـــــ اس وقت کچھ کسلمندسی ہو رہی تھی بڑی مشکل سے میں نے باورچی خانہ بھیجا، اب تم نہ کھاؤ گے تو اسے ضرور صدمہ ہوگا، کہ اس کی محنت اکارت گئی!"

آخر ریاض نے سر تسلیم خم کر دیا، ارادہ یہ تھا کہ دو چار لقمے نوش کر کے اٹھ ہو گا، لیکن واقعی، یہ تازہ بتازہ در گرم گرم چیزیں اتنے مزہ کی تھیں کہ پھر جب تک جمیلہ نے ٹوکا نہیں، وہ کھاتا ہی رہا، جمیلہ کے ٹوکنے پر بیگم صاحبہ نے کہا

"واہ ری لڑکی، ابھی اس نے کھایا ہی کیا ہے؟"

ریاض نے ہاتھ کھینچ لیا،

"نہیں خالہ جان بہت ہو گیا، واقعی میں جمیلہ کے ہاں سے بہت کافی آیا تھا، اور یہاں تو اس سے بھی زیادہ کھا گیا، مہ جبین کے ہاتھ میں بڑی ہے، خوب پکا لیتی ہیں،!"

جمیلہ بڑی سادگی سے بولی،

"لیکن آپ کا مقابلہ ہی کون کر سکتا ہے؟ مہ جبین بیچاری تو صرف پکا لیتی ہے، یعنی تھوڑا بہت پکانا جانتی ہے، آپ ماشاء اللہ پکاتے ہیں یعنی بڑی ماہر فن ہیں،!"

بیگم صاحبہ ہنسنے لگیں، ریاض نے کہا،

"اچھا خالہ جان، اب اجازت دیجیے، بہت دیر ہو گئی،!"

خالہ جان نے کہا،

"کبھی کبھی آجایا کرو بیٹے!"

لیجئے''!

ریاض نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموش اپنی جگہ بیٹھا رہا، جمیلہ نے مٹر پر ہاتھ مارا،

''بڑے مزے کے ہیں یہ تو چکھ لیجئے بھیّا، آپ کو تو ویسے بھی تلے ہوئے مٹر بہت مرغوب ہیں؟''

ریاض نے جواب دیا،

مرغوب تو مجھے گاجر کا حلوا بھی ہے، لیکن کھاؤں کس پیٹ میں،— ؟''

جمیلہ نے ایک خستہ کچوری منہ میں رکھتے ہوئے کہا،

''مجھے ہمدردی ہے آپ سے، کاش دستِ قدرت کی بنائی ہوئی اس چیز سے آپ لطف اندوز ہو سکتے''!

ریاض نے مسکراتے ہوئے کہا،

''اس ہمدردی کا شکریہ''!

بیگم صاحبہ بولیں،

مہ جبین نے اتنی محنت سے یہ چیزیں تیار کی ہیں اور بیٹے تم نے ان کو ہاتھ بھی نہیں لگایا، اسے صدمہ ہو گا''!

جمیلہ نے کہا،

''صرف صدمہ ہی نہیں ہو گا وہ انتقام بھی زبردست لے گی، آئندہ جب کبھی آئیں گے تو کیا مجال ہے جو چائے کو بھی پوچھ لے''!

بیگم صاحبہ مسکرانے لگیں،

وہ بولا،

"ضرور آیا کروں گا،!"

جمیلہ نے کہا،

لیکن ایک شرط ہے، ہر مرتبہ یہ ساری چیزیں جو آج ہم نے چکھی ہیں، کھائیں گے

بیگم صاحبہ نے فرمایا

"اللہ تمہیں کھانا نصیب کرے، ان چیزوں کے علاوہ اور بھی جو پیا ہو ملے گا!"

ریاض نے سلام کیا، اور رخصت ہو گیا، جمیلہ ٹھہر گئی، ریاض کے جانے کے

بعد مہ جبین بھی آ گئی، مغرب کی اذان ہو چکی تھی، بیگم صاحبہ تو وضو کرنے اور نماز پڑھنے

تشریف لے گئیں، جمیلہ نے مہ جبیں سے کہا،

"دیکھو، میں تم سے اتنی محبت کرتی ہوں، ریاض بھیا چلے گئے، میں ان کے ساتھ

نہیں گئی، ـــــ!"

"چلی جاتیں، میں نے تمہیں روکا تھا؟"

"اب چلی جاؤں؟"

"پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"ارے تم تو کچھ خفا معلوم ہوتی ہو،!"

"ہاں بھئی میں تو سرپھری ہوں ہی، خواہ مخواہ لوگوں سے خفا ہوتی رہتی ہوں، پھر

ان سے انتقام بھی لیتی رہتی ہوں، ایسے خراب اور خطرناک آدمیوں سے راہ و رسم

رکھنا عقلمندی تو نہیں،!"

جمیلہ نے اسے لپٹا لیا،

"دیکھو بہن، ہمیں تمہاری یہ باتیں سخت ناپسند ہیں، — آخر چوری سے دوسروں کی باتیں سننا اور پھر ان کی آڑ لے کر لڑنا کون سی شرافت ہے؟"

"بالکل شرافت نہیں ہے،!"

"پھر ایسا کیوں کرتی ہو؟"

"میں شریف ہوں کب؟"

جمیلہ نے صلح کا جھنڈا لہرایا،

"بھئی مذاق کی باتوں میں خفا ہونے کے کیا معنی؟"

"اچھا مذاق ہے، گالی دے لی اور کہہ دیا یہ تو مذاق تھا!"

جمیلہ نے دانت پیستے ہوئے کہا،

"ارے خدا کی بندی معاف کرو، ورنہ اپنا سر پیٹ لوں گی اور خالہ جان سے کام تیر لوں گی،!"

بڑی دیر تک دونوں میں اسی طرح نوک جھونک ہوتی رہی، پھر حسب معمول صلح ہو گئی، وہی ہنسی، وہی دل لگی، وہی قہقہے، جمیلہ نے کہا،

"تم نے تو آج کمال کر دیا، غضب خدا کا، اتنی ہنرمند ہو،!"

"تم نے تو سب کچھ صاف کر دیا، اپنے ریاض بھیا کو بھی تو کچھ کھانے کو دیا ہوتا، میں سب دروازے کی آڑ سے دیکھ رہی تھی،

"اچھا، دیکھ رہی تھیں، میں تو منہ دیکھتی رہ گئی، خدا نظر بد سے بچائے، ہی تو ریاض بھیا نے حد کر دی، وہاں بھی ڈٹ کر کھایا اور یہاں بھی کوئی کسر نہیں، بھا بی مجھے ڈر ہے کہیں بدہضمی نہ ہو جائے،!"

مہ جبین کے منہ سے بےساختہ نکلا،

"خدا نہ کرے!"

جمیلہ بولی،

"آئندہ جب کبھی وہ آئیں تو ایک کام ضرور کرنا!"

"کون سا کام؟"

"چائے کے ساتھ جتنے لوازمات بھی چاہو بھیجو، جیسے آج بھیجے تھے، لیکن ایک طشتری میں تھوڑا سا نمک سلیمانی بھی بھیج دیا کرو!"

مہ جبین ہنسنے لگی،

"چلو، ہٹو بھی، ہر بات میں شرارت!" — ایک مرتبہ جی چاہتا تو ہے ان کی دعوت کی جائے ذرا اہتمام سے!"

جمیلہ نے تیوری چڑھا کر پوچھا،

"کیوں، ان کی دعوت کیوں کی جائے؟ ہماری کیوں نہ کی جائے؟"

مہ جبین نے ترکی بہ ترکی جواب دیا،

"تم نے کون سا مقدمہ جیتا ہے؟"

"اوہو، یہ بات ہے؟"

"(مسکرا کر) جی، یہ بات ہے، اب فرمائیے؟"

"وکالت کا امتحان پاس کر لیں، پھر فرمائیں گے!"

مہ جبین ہنسنے لگی، اتنے میں بیگم صاحبہ نماز سے فارغ ہو کر تشریف لے آئیں، پوچھا،

"کیوں لڑکیو، ٹھٹھے کیوں لگ رہے ہیں؟"

جمیلہ نے کہا،

خالہ جان، مہ جبین بیگم ریاض بھیا کی دعوت کو کہہ رہی تھیں، میں نے کہا ان میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں، ہماری دعوت کیوں نہیں کرتیں، کہنے لگیں، تم نے کون سا مقدمہ جیتا ہے، میں نے جواب دیا، ہمیں بھی وکالت کا امتحان پاس کر لینے دو، پھر ایسے ایسے نہ جانے کتنے مقدمات جیت کر دکھا دیں گے، اس پر ہنسنے لگیں،

بیگم صاحبہ کو بھی یہ مسلسل تقریر سن کر ہنسی آگئی، مہ جبین نے کہا،

"اماں جی ٹھیک ہے نا، کسی دن دعوت ہو جانی چاہیئے۔

وہ بولیں،

"تو کس نے منع کیا ہے بیٹی جب چاہو، کر ڈالو، کرنا سب کچھ تمہیں کو ہے میں تو بس دور سے بیٹھی تمہاری کارگزاری دیکھتی رہوں گی"!

"نہیں اماں جی، میں اکیلی کیا کیا کروں گی، جمیلہ کو بھی آ کر میرا ہاتھ بٹانا پڑے گا، کیوں جمیلہ آؤ گی بتاؤ؟

"اگر خالہ جان کہیں گی تو آجاؤں گی"!"

"آجانا بیٹی، واقعی اکیلی جبین کیا کیا کرے گی؟"

(بڑے سعادت مندانہ انداز میں) بہت اچھا آجاؤں گی!" —— تو پھر کب کی رہی؟ بتاؤ جبین، کون سا دن مناسب رہے گا؟"

"اتوار —— اس دن سب کو چھٹی ہو گی"!"

"ہاں، یہ ٹھیک ہے، اچھا خالہ جان اب اجازت دیجیے۔" ___ لیکن، اب رات ہو گئی ہے، اکیلی نہیں جاؤں گی، نسیمہ کو میرے ساتھ کر دیجیے، مجھے پہنچا کر تھوڑی دیر میں واپس آ جائے گی"!

بیگم صاحبہ کا اشارہ پا کر نسیمہ جمیلہ کے ساتھ چلی گئی، اس کے جانے کے بعد بیگم صاحبہ نے مہ جبیں سے کہا،

"اللہ نے ہماری سن لی۔"

وہ بولی،

"خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے، ورنہ اگر خدانخواستہ یہ حویلی نیلام پر چڑھ جاتی تو ہم کہاں جاتے؟"

بیگم صاحبہ نے فرمایا،

اللہ جمیلہ کا اور اس کے بھائی ریاض کا بھلا کرے، ان دونوں نے جس طرح ہمارا ساتھ دیا ہے، کیا کوئی عزیز دے گا"!

"اور کیا اماں جی۔"

"مجھے تو ان دونوں سے محبت سی ہوتی جا رہی ہے"۔

"یہ لوگ بھی تو بڑی اپنایت برتتے ہیں، جمیلہ تو فدا ہے آپ پر، ریاض صاحب کی زبان بھی خالہ جان خالہ جان کہتے سوکھتی ہے، اس زمانے میں تو پیٹنے بات نہیں پوچھتے، یہ غیر ہیں اور ان میں اتنی انسانیت ہے"! "جب بھی میں جمیلہ کے ہاں جاتی ہوں، بچھ بچھ جاتی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میری سگی بہن ہے، اور صدقے قربان ہوئی جا رہی ہے میرے اوپر، بلکہ سگی بہن بھی اتنا

ے گی، جتنا وہ کرتی ہے "

کیسی بلبل کی طرح چہکتی رہتی ہے،!"

ں آہ سرد کے ساتھ) یہ نہ کہئے اماں جی، اس کا ظاہر ہنستا ہے لیکن

ہے۔ بڑے ضبط کی لڑکی ہے اپنا غم ظاہر نہیں ہونے دیتی، بلکہ جہاں تک

ہے خود اپنے غم کا مذاق اڑاتی ہے، مگر وہ کتنی دکھی ہے، کتنی ستم رسیدہ

کے قلب ناتواں پر کیسے کیسے زخم اور چرکے لگ چکے ہیں، یہ میں جانتی

ریچ کہتی ہوں اماں جی، اس کے بجائے کوئی اور ہوتا تو ان صدموں کی

یں لا سکتا تھا، پاگل ہو جاتا یا خودکشی کر لیتا، یہ جمیلہ ہی کا حوصلہ ہے کہ اپنا

ظاہر نہیں ہونے دیتی، اپنے دل کے زخم کسی کے سامنے کھول کر نہیں

یرے دل میں اس کی محبت بھی ہے عزت بھی، اور عظمت بھی!"

ہاں کچھ کچھ اس کی بپتا تمہاری زبانی سن چکا ہوں، واقعی اس نے اتنی

ے بڑے صدمے جھیلے ہیں، لیکن جب اسے ہنستا دیکھتی ہوں تو ایسا

ہوتا ہے جیسے اس کی نظر میں غم اور صدمہ کی کوئی حیثیت ہی نہیں یہ

دمہ کو خاطر ہی میں نہیں لاتی"

ہاں اماں جی، یہی تو اس کا کمال ہے؟"

ی بہت بڑا کمال ہے ــــ لیکن بیٹی ریاض سے اس کی شادی کیوں نہیں،

ں ہو سکتی اماں جان!"

ں آخر؟"

"جمیلہ کی ایک جگہ نسبت ہو چکی تھی، گو وہ نسبت ٹوٹ گئی، لیکن اس
ہی جمیلہ کا دل بھی ٹوٹ گیا، اب وہ کسی سے شادی نہیں کرے گی،"!
وہ ہوتی کون ہے، خالہ ماں کی جگہ ہوتی ہے، وہ اپنے بیٹے ریاض
کردیں،"!

یہ بھی نہیں ہو سکتا، ریاض صاحب بیرسٹر ہیں، آزاد خیال، آزاد منش،
ہیں میں اس لڑکی سے شادی کروں گا جس سے محبت ہو گی"!

"تو یوں کہو ولایت سے شادی کر کے آئے ہیں اور یہاں یہ بات
ہے"!

"خدا جانے!"

مہ بر

ج سنیچر کا دن تھا، باورچی خانہ میں مہ جبین ناشتہ تیار کر رہی تھی، نسیمہ کمرہ
اڑو مار رہی تھی، بیگم صاحبہ بیٹھی اپنی عینک کا شیشہ صاف کر رہی تھیں،
رازے پر دستک ہوئی، بیگم صاحبہ نے نسیمہ سے کہا،

کھینا کون ہے؟"

س نے واپس آکر بتایا،

حکیم صاحب ہیں — کہتے ہیں کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں؟"

یگم صاحبہ دروازے کی اوٹ میں ہو گئیں

بلا لا جا کر"

ا دیر میں حکیم صاحب تشریف لے آئے، بیگم صاحبہ نے خیریت دریافت

کہیئے حکیم صاحب مزاج تو اچھا ہے!"

حکیم صاحب نے سراپا تواضع و انکسار بن کر جواب دیا،

"دعا ہے آپ کی کہیئے ـــ آپ کا مزاج !"

بیگم صاحبہ نے فرمایا،

شکر ہے خدا کا، !"

حکیم صاحب نے کھنکار کر گلا صاف کیا، پھر دریافت کیا،

"آپ نے ہماری درخواست کا کیا فیصلہ کیا ؟"

بیگم صاحبہ بولیں،

"ابھی تو کچھ نہیں، !"

حکیم صاحب کو اس جواب کی توقع تھی اور وہ اس جواب کا جواب بھی ذہ
ہیں لے کر آئے تھے فرمایا،

"اور کوئی بات نہیں، مجھے ڈر ہے لڑکا کہیں ہاتھ سے نہ نکل جائے، کہ
کہاں سے اس پہ ڈورے ڈالے جا رہے ہیں، اب تک تو وہ مہ جبین
نام کا وظیفہ پڑھ رہا ہے، لیکن آپ جانئے تو نوجوان آدمی، پھر دولت منا
کچھ دیر لگتی ہے ؟"

بیگم صاحبہ دھونس میں آنے والے لوگوں میں سے نہیں تھیں،

"تو یہاں کس نے ان کے ہاتھ جوڑے تھے ؟ کل کے پلٹتے آج پلٹ
وہ اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش !"

حکیم صاحب نے دیکھا یہ تو کھیل بگڑا جا رہا ہے، فرمایا،

"نہیں، آپ میرا مطلب غلط سمجھیں، میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ جب فیصلہ کرنا
ہے تو کل کے بجائے آج کیوں نہ کر لیا جائے۔ ابھی کیوں نہ کر لیا جائے ؟"

بیگم صاحبہ بولیں،

واہ حکیم صاحب، آپ بھی ایسی باتیں کرتے ہیں، ماشاءاللہ سفید بال ہونے
آئے اور یہ نہیں معلوم کہ لڑکی والے کتنے کنویں جھکاتے ہیں، تب ہاں کرتے ہیں،
تو نہیں ہوتا کہ کاتا اور لے دوڑی، آپ پیام لائے اور میں نے نسیمہ کو بھیج کر
انی جی کو بلوا لیا،

حکیم صاحب ہنسنے لگے،

واللہ، کیا بات کہی ہے، ــــ لیکن بیگم صاحبہ میری عرض یہ ہے کہ یہ معاملہ
جلد ہو جائے تو بہتر ہے،

بیگم صاحبہ نے جواب دیا،

"ٹھیک ہے، میں انکار تو نہیں کرتی، یہی بہت ہے، باقی مرحلے بھی انشاءاللہ
رتے ہوئے طے ہو جائیں گے!"

یہ سن کر حکیم صاحب باغ باغ ہو گئے، وفور مسرت سے چہرہ کے سیاہ
نگ پر سرخی غالب آگئی، فرمایا،

آپ جانتی ہیں میں اتنی جلدی کیوں کر رہا ہوں؟"

آپ بتائیں تو معلوم ہو!"

"بات یہ ہے کہ الو میاں اپنے کاروبار کے سلسلہ میں اگلے مہینے لندن
رہے ہیں، وہاں کم از کم چھ مہینہ ان کا قیام رہے گا، کتنا اچھا ہو، اگر وہ تنہا
جاتے ــــ؟"

"یعنی میاں بیوی دونوں جاتے؟"

"جی اور کیا ؟ !"

"نا بابا میں اپنی بچّی کو کالے کوسوں بھیجنے سے رہی آپ نے تو میرا دل ایک مرتبہ پھر ڈگمگا دیا"

"ارے صاحب یہ تو ان کا خیال ہے، مگر شادی کے بعد کون لندن اور پیرس جائے گا، یہیں رہیں گے !"

"ہاں میں لندن نہیں جانے دوں گی اپنی بچّی کو !"

"اچھا صاحب نہ جانے دیجئے گا، اب تو ہوئیں خوش ــــ ؟ اب یہ بھی بتایئے کہ نکاح کب تک ہو جائے گا ؟"

"نکاح ؟ ــــ حکیم صاحب آپ کو ہماری مالی حالت معلوم ہے، کچھ تو لگے گی تیاری میں، فی الحال نسبت کافی ہے !"

حکیم صاحب نے پالا مار لیا تھا، بیگم صاحبہ کے ان الفاظ نے ان میں ایک نئی امنگ پیدا کر دی۔

"ابھی جا کر الزمیاں کو یہ خوشخبری پہنچاتا ہوں، سچ پوچھئے تو نسبت بھی نکاح سے کچھ کم تھوڑی ہے، نسبت ہو گئی تو کچھ روز بعد نکاح بھی ہو جائے گا !"

"اور کیا، !"

"آپ مالی حالت کے بارے میں کچھ فرما رہی تھیں !"

"ہاں حکیم صاحب، کون سی بات آپ سے چھپی ہوئی ہے، میری اکلوتی بچی ہے، دھوم دھام اور شان و شکوہ سے اسے نہیں بیاہ سکتی، تو بھی کچھ جو علی تو پورا کر لوں، کچھ زیور بنوا لوں، کچھ کپڑے تیار کر لوں، کچھ جہیز کا سامان ــ

دشمنوں کو خوش رکھے، کچھ بھی تو نہیں رہ گیا ہے ہمارے پاس"!

"اجی ان باتوں کی پرواہ نہ کیجیے، شادی انشاء اللہ ایسی دھوم دھام اور شان و شوکت کے ساتھ ہوگی کہ شہر والے ہمیشہ یاد رکھیں گے، — زیور پارچہ جات اور جہیز وغیرہ کے مصارف کا تخمینہ کیا ہے آپ کے نزدیک"

"حکیم صاحب تخمینہ سے کیا ہوتا ہے کام ہونا چاہیئے۔ بہرحال جیسا کچھ بھی ممکن ہے، بندوبست کر رہی ہوں"!

"آپ میرا مطلب نہیں سمجھیں بیگم صاحبہ"!

"ہاں نہیں سمجھی"!

"یہ بڑی آسانی سے ممکن ہے کہ اس سلسلہ میں جتنی رقم آپ کو درکار ہو وہ پیش کر دی جائے"! انو میاں نے مجھے تاکید کر دی تھی کہ آپ سے پوچھ لوں، بلکہ پندرہ ہزار روپے تو اپنے ساتھ لایا بھی ہوں، اس سے زیادہ جو ضرورت ہوگی، آپ بتا دیں، —

"نہیں حکیم صاحب، یہ نہیں ہو سکتا، بیشک انو میاں دولت مند ہیں، روپیے کی ان کے پاس ریل پیل ہے، لیکن میں اپنی بچی ان کے ہاتھ فروخت نہیں کر رہی ہوں"!

"استغفراللہ! —"

"نہیں حکیم صاحب یہ فروخت ہی کرنا ہوا، لڑکی اپنے سسرال جائے تو قدم قدم پر اسے یہ احساس تو نہ ہو کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ شوہر کے دم قدم کا طفیل ہے۔ میکے سے وہ جو کچھ لے کر جائے گی وہ اس کا اپنا ہوگا اور پھر شادی کے بعد بیوی جو چاہے شوہر سے لے سکتی ہے، اور شوہر جو کچھ چاہے بیوی کو دے دے

"یہ تو آپ نے بالکل بجا فرمایا، — لیکن اس میں حرج بھی کیا تھا!"
بہت بڑا حرج تھا، کسی طرح بھی میرا دل ایسی بات پر آمادہ نہیں ہو سکتا، بس زیادہ اصرار نہ کیجیے، انو میاں کو نسبت کی اطلاع دے دیجیے، باقی رہی تاریخ تو وہ بعد میں طے ہو جائے گی،'!"
"بہت بہتر بہت خوب — آج جبیں بٹیا نظر نہیں آئی، کہیں باہر گئی ہے،"
"جی نہیں باورچی خانہ میں ہے، ماشاء اللہ گھر کا سارا بوجھ اسی کے سر ہے!!
"ماشاء اللہ ماشاء اللہ — اچھا تو اب اجازت چاہتا ہوں!"
حکیم صاحب بیگم صاحبہ سے رخصت ہو کر باورچی خانہ کی طرف سے گذرے مہ جبین اپنے کام سے فارغ ہو کر اب دالان میں ماں کے پاس جا رہی تھی، حکیم صاحب کا یہ مسکراتا چہرہ اسے زہر ہی تو معلوم ہوا، لیکن بداخلاقی کا مظاہرہ بھی نہیں کر سکتی تھی، بزرگ تھے، بڑے تھے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ محسن تھے، انہیں دیکھ کر وہ بھی مسکرا دی۔ اور ادب سے سلام کر کے انہیں راستہ دینے کے لئے ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ حکیم صاحب تو شکار کی تاک میں تھے، خوبی قسمت سے بغیر کسی دشواری کے وہ زد پر آ گیا، مہ جبیں کے سلام کا جواب بڑی زور سے دیا
"جیو جیو، — کہاں تھیں؟ کیا کر رہی تھیں؟"
وہ سر نیچا کئے کئے بولی،
"ادھر باورچی خانہ میں!"
"کیا کیا پکایا؟" — ہمیں نہیں کھلاؤ گی؟"
"وہ بولی،

"آپ ہی کے لیئے تو پکایا ہے لیکن آپ تو واپس جارہے ہیں ۔ !"
حکیم صاحب نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، "بڑی دل والی ہے ہماری بیٹی، ضرور کھائیں گے ۔ لیکن آج نہیں پھر کسی دن ! ۔ گھر میں یا تو بیگم صاحبہ ہیں یا نسیمہ، تمہاری کوئی ہمجولی یا سہیلی تو ہے نہیں،:
"جی ہاں، کوئی نہیں، !"
"نہ کوئی ہمدم نہ ہمراز، نہ دمساز، کوئی تو ایسا ہونا چاہیئے جس سے لڑکی گھل مل کر باتیں کر سکے، !"
"جی کوئی بھی نہیں، !"
"اچھا تو ہم تمہارے لیے ایک رفیق تنہائی لائے ہیں، !"
مہ جبین کا چہرہ دفور غضب سے تمتما اٹھا، وہ سمجھی، یہ بڑے میاں اب انو میاں کا ذکر کریں گے، اس نے طے کر لیا تھا کہ اگر حکیم صاحب نے ایسی ویسی ایک بات بھی کی تو بزرگی بالائے طاق رکھکر ایسی خبرلے گی کہ یاد ہی تو کریں گے حضرت لیکن کچھ کہنے کے بجائے حکیم صاحب نے اپنے تھیلے سے ایک رسالہ کا سالنامہ نکالا اور اسکی طرف بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا،
"لو فرصت اور تنہائی کے اوقات میں یہ بہترین رفیق ثابت ہوگا، اس میں اچھے اچھے افسانے ہیں، دلچسپ ڈرامے ہیں، قابل قدر تاریخی مضامین ہیں، پرکیف غزلیں اور نظمیں ہیں، ۔ یہ لو:"
مہ جبین خوش ہوگئی، دل ہی دل میں اس نے اپنے آپ کو ملامت کی کہ ایسے ہمدرد کے بارے میں وہ کیسی لغویات سوچ رہی تھی، اس نے شوق کے ہاتھوں

سے رسالہ لیا، مشکور نگاہوں سے انہیں دیکھا، ممنون لہجہ میں کہا،

"بہت بہت شکریہ، آپ کی اس نوازش کا"!

حکیم صاحب نے ایک ہلکی سی چپت اس کے پھول سے رخسار پر لگاتے ہوئے کہا،

"شکریہ ادا کرتی ہے، ! ہمارا شکریہ ادا کرتی ہے ؟ — ہم کوئی غیر ہیں ؟ — واپس لے اپنا شکریہ"

مہ جبین مسکرانے لگی، اس نے کہا،

"واپس لیتی ہوں"!

حکیم صاحب نے ایک شاندار اور زوردار قہقہہ لگایا اور تشریف لے گئے۔

مہ جبین کچھ دیر ماں کے پاس بیٹھی، پھر اپنے کمرے میں آکر رسالہ کے اوراق الٹنے پلٹنے لگی،!

آخر بات زبان پر آگئی

اسی دوران میں کہ مہ جبین سالنامہ کی ورق گردانی کر رہی تھی، بیگم صاحبہ تشریف لے آئیں، انہیں آتا دیکھ کر اس نے رسالہ تکیہ کے نیچے رکھ دیا، بیگم صاحبہ پاس آکر بیٹھ گئیں، شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرا، محبّت بھری نظروں سے دیکھا پھر فرمایا،

"کیا کر رہی تھیں بیٹی؟"

وہ دل ہی دل میں سہم گئی، بیگم صاحبہ کا اس طرح آنا اور بیٹھ جانا اور آغازِ گفتگو کے لیے باقاعدہ تمہید باندھنا، اسے ایک نامعلوم خطرے کا الارم محسوس ہوا، اس نے کہا،

"یوں ہی ایک رسالہ کا سالنامہ دیکھ رہی تھی، حکیم صاحب رسالہ دے گئے ہیں ــــ!"

بیگم صاحبہ نے کہا،

"حکیم صاحب بیچارے ہم لوگوں کا بہت خیال رکھتے ہیں"!

اس حقیقت سے انکار کیونکر ممکن تھا، وہ بولی،

"جی بہت زیادہ،!"

بیگم صاحبہ نے فرمایا،

"بیچارے بہت دنوں سے پیچھے پڑے تھے، آج میں نے ان کی بات مان لی،!"

مہ جبین کا دل دھک دھک کرنے لگا،

"کون سی بات اماں جی،؟"

بیگم صاحبہ کے بے رنگ ہونٹوں پر تبسم کھلنے لگا،

"تیرے بیاہ کی، — انو میاں کا پیغام میں نے منظور کر لیا تیری نسبت ان سے کردی، کل اتوار ہے، جمیلہ اور ریاض دونوں آئیں گے، ان کی دعوت ہے اسی موقع پر اس نسبت کا اعلان کردوں گی، اور جمیلہ سے مشورہ کے بعد کوئی تاریخ نکاح کی مقرر ہو جائے گی،!"

مہ جبین کا چہرہ سفید پڑ گیا، جیسے کسی مجرم کو پھانسی کی سزا سنادی گئی ہو، ایسا معلوم ہوتا تھا، زمین پیروں کے نیچے سے نکلی جا رہی ہے۔ جی چاہتا تھا چیخ چیخ کر رو دے اور روتے روتے جل تھل کر دے، اسے اپنی شادی کے مسئلہ سے کبھی کوئی دلچسپی نہیں تھی، اس عمر کی لڑکیاں عام بول چال میں، وقت کا بڑا حصہ صرف کرنے کی عادی ہوتی ہیں، دل ہی دل میں اپنی آئندہ زندگی کا نقشہ بناتی ہیں، پروگرام بناتی ہیں، دل خوش کن تصورات و تخیلات میں محو ہو جاتی ہیں، لیکن مہ جبین نے کبھی عالم خیال کی محفل نہیں سجائی، کبھی اپنے مستقبل کے بارے میں نہیں سوچا، کبھی کوئی دل خوش کن پروگرام نہیں بنایا، وہ جانتی تھی، میں ایک مٹے ہوئے، لٹے ہوئے

برباد گھر کی لڑکی ہوں، میرے پاس کچھ نہیں ہے، نہ زیور، نہ لباس، نہ جہیز، نہ روپیہ، مجھے کون پوچھے گا؟ میرے لیے کون پیام دے گا؟ مجھے کون دلھن بنا کر لے جائے گا؟ اسی لیے جب اس نے سوچا تو صرف یہ کہ شادی نہیں کرے گی اور ساری زندگی ماں کی خدمت میں بسر کر دے گی، لیکن جب اس نے حمیلہ کے ہاں پہلی مرتبہ ریاض کو دیکھا تو اس کے دل میں ہلچل سی مچ گئی، ایک نامعلوم، نامحسوس ناقابل بیان آرزو انگڑائی لینے لگی اس کے دل میں، ایک انجانی سی چبھن اور خلش سی محسوس ہونے لگی دل میں، اس نے پہلی ملاقات میں ریاض کو ڈانٹ دیا تھا، وہ بظاہر اس سے دور تھی، لیکن حقیقۃً قریب ہو گئی۔ وہ ریاض کے لیے ایک عجیب مبہم سا جذبہ محسوس کرنے لگی۔ پھر ریاض خود اس کے گھر آیا، پھر ایک مرتبہ اور ریاض سے حمیلہ کے ہاں ملاقات ہوئی اور اس نے اس کی پکائی ہوئی چیزیں مزے لے لے کر کھائیں، اور پھر اسی دن وہ اس کے گھر بھی آیا، اور بڑی دیر تک بیٹھا، ان تمام مواقع پر وہ غیر محسوس طور پر ریاض کی طرف کھنچتی چلی جا رہی تھی،

ریاض کو دیکھنے کے بعد، ریاض سے ملنے کے بعد، ریاض کی باتیں سننے کے بعد کئی مرتبہ اس نے خیال کی محفل سجائی اور ریاض اس محفل کا ہیرو بن کر نمودار ہوا، اس محفل میں دونوں نے خوب باتیں کیں، چاہ کی باتیں، محبت کا دعویٰ، الفت کا ترانہ، لیکن جب یہ محفل اجڑی تو پھر وہ تھی اور ریاض، ریاض دونوں میں کوئی تعلق نہ تھا، کوئی ربط نہ تھا، کوئی رسم و راہ نہ تھی،

جب کبھی بھی اس کی شادی کا ذکر چھڑا، جب کبھی بھی الو میاں کا پیام درمیان

میں آیا، جب کبھی حکیم صاحب پیامبر بن کر آتے نظر آئے، خواہ مخواہ نہ جانے کیوں اسے ریاض یاد آگیا، ریاض کی تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگی اور یہ تصویر دیکھنے کے بعد، اس کے دل کی دنیا زیر و زبر ہو گئی، تہ و بالا ہو گئی، ریاض کو حاصل کرنے، اسکی ہو رہنے کی وہ آرزو نہ کر سکی، لیکن حکیم صاحب سے اسے نفرت ہو گئی، انو میاں کے نام سے اس کا دل دھڑکنے لگا، ٹھیک ہے وہ کبھی بھی ریاض کی نہ ہو سکے گی، بھلا مخمل اور ٹاٹ کا پیوند کب لگ سکتا ہے لیکن اگر وہ ریاض کی نہیں ہو سکتی تو پھر کسی کی بھی نہیں ہو سکتی، کسی کی بھی نہیں ہونا چاہتی، ریاض اگر مل جاتا تو کیا کہنا تھا لیکن وہ نہیں مل سکتا تو پھر کسی اور کا ہو رہنا بھی ناممکن ہے، ریاض اتنا اونچا ہے، اتنا دور ہے کہ نہ اس تک نگاہ پہنچ سکتی ہے نہ ہاتھ، لیکن اس کی یاد میں زندگی گذار دینا، اسے یاد کرتے کرتے مر جانا، اسی کے خیال میں زندگی کے لمحے بسر کر دینا، اس سے کہیں بہتر ہے کہ کسی دوسرے کا بن کر، آسودگی، خرمی، دولت، اور شان کی زندگی بسر کی جائے

مہ جبین کے دل میں تیزی سے یہی خیالات گردش کر رہے تھے، بیگم صاحبہ حیرت سے اس کے چہرہ کا اتار چڑھاؤ دیکھ رہی تھیں، ان کا خیال تھا کہ یہ خبر سن کر وہ خوش ہو جائے گی، لیکن اس کے چہرے پر تو مردنی چھا گئی، انہوں نے بدقت اپنے آپ کو سنبھالا، پھر پوچھا،

"بیٹی" سن لیا تم نے میں کیا کہہ رہی ہوں؟

وہ بولی،

"جی ہاں، سن لیا،

بیگم صاحبہ نے معذرت آمیز لہجہ میں کہا،
لڑکی ذات ہمیشہ گھر میں تو نہیں بٹھائی جا سکتی، شادی تو کرنی ہی تھی، یہ
اب اچھا رشتہ قسمت سے ہاتھ آ رہا ہے، اسے کیوں نہ قبول کر لوں؟"
مہ جبیں نے کہا،
"اماں جی میں تو ایسا محسوس کرنے لگی ہوں، جیسے میرا وجود آپ پر بار گذر
رہا ہے،!"
یہ کہتے کہتے ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، آنسو اور مہ جبین
کے، بیگم صاحبہ کا دل بلّیوں اچھلنے لگا، وہ بیقرار ہو گئیں، خود رونے لگیں
بیٹی ایسی بات تیری زبان پر کیسے آ گئی؟ تیرا وجود مجھے گراں گذر سکتا ہے؟
میں زندہ کس کے لیے ہوں؟، محرومیوں، تلخیوں، ناکامیوں اور محرومیوں سے
محروم یہ زندگی کے دن میں نے کاٹے کس کے لیے ہیں؟ تو اگر مجھ پہ بار
ہو سکتی ہے تو میں زندہ رہ کر کیا کروں گی؟"
ماں کی ان سچی اور دل سے نکلی ہوئی باتوں سے وہ بہت متاثر ہوئی اس
نے کہا،
"پھر آپ مجھے اپنے قدموں سے جدا کرنے کا پروگرام کیوں بنا رہی ہیں؟"
"تو کیا تو زندگی بھر میرے ہی پاس رہے گی؟"
(عزم کے ساتھ) جی ہاں، میرا یہی فیصلہ ہے!"
بیگم صاحبہ کو اپنی بیٹی کی اس بات پر ہنسی آ گئی، انہوں نے اسے گلے سے
لگا لیا، خوب بھینچ بھینچ کر پیار کیا، پھر کہا،

"اچھا بیٹی، یہ باتیں تو بعد میں طے ہوتی رہیں گی، ابھی ان کی اتنی جلدی ہ
کیا ہے، اتنا دن چڑھ آیا، اور تم یہاں بیٹھی رسالہ دیکھ رہی ہو، کل کی دعوت
کی بھی فکر ہے؟"

مہ جبین نے کہا،

دعوت تو کل ہے اماں جی"!"

وہ بولیں،

"ہاں بیٹی، لیکن تیاری تو آج ہی سے کرنی چاہیئے۔ فہرست لکھ کر نسیمہ ک
دے دو کہ کیا کیا چیزیں منگانا ہیں، وہ لے آئے، صبح ہی سے کام پر لگ
جانا چاہیئے، تاکہ ریاض میاں اور جمیلہ کے آتے آتے سب کچھ تیار ہو جائے
ان کے آنے کے بعد تو کچھ نہ ہو سکے گا، اور میری کمر میں ایسا درد شروع ہوا ہ
کہ میں ذرا بھی تمہارا ہاتھ نہ بٹا سکوں گی بچی!"

وہ بے پروائی سے بولی

"آپ کچھ نہ کیجیئے گا، ہم سب کچھ کر لیں گے"!

اتنے میں نسیمہ آئی، کہنے لگی

"بتاؤ بیٹی، کل کیا کیا پکانا ہے، جو سامان کہو لے آؤں"!"

مہ جبین سمجھ گئی، اب اس مصیبت سے چھٹکارا مشکل ہے، بیٹھ گئی اس
سے حساب کتاب کرنے!

وہ خط، !

فخرالنسا بیگم نے، مہ جبین کی قسمت کا فیصلہ کر دیا؛ اس نے اپنی قسمت
فیصلہ سن لیا، اس فیصلہ سے وہ خوش نہیں تھی، اس پر قانع بھی نہیں تھی، کسی
ت پر یہ فیصلہ اسے منظور نہ تھا، لیکن وہ کر بھی کیا سکتی تھی؟ اس کے بس میں
کے اختیار میں کیا تھا؟'

بہت سعی کیجئے تو مر رہیئے میر
بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

لیکن مر رہنا بھی تو آسان نہیں، بھلا مہ جبین اس کو گوارا کر سکتی تھی کہ مر کر
محبوب ماں کو زندہ درگور کر دے؟ نہیں، یہ ناممکن تھا، یہ بات تو سوچی
نہیں جا سکتی تھی، پھر ـــ؟ پھر؟ ـــ

بظاہر دن بھر وہ کل کی دعوت کی تیاریاں کرتی رہی، نسیمہ سے حساب کرتی
، جو چیزیں بازار سے منگوانا تھیں، ان کی فہرست تیار کرتی رہی، جب وہ
تو انہیں دیکھتی پرکھتی رہی لیکن حقیقتہً اس کا دل کہیں اور الجھا ہوا!

بن جو تم میں کتب... کی آدی ہیں ان کی ...
ب دو، دل مضطر کو تسکین دو، اپنے بسمل کو تسلی دو، ورنہ یاد
سنگ درجانا نہ ہوگا اور ہمارا سر، ہمارا ہاتھ ہوگا اور تمہارا
ن، لوگ تمہارے الو میاں کا لاشہ دیکھیں گے اور کہیں گے
خوب رو جوان تھا، کس سفاک نے اسے قتل کیا ؟ دہن
سے آواز آئے گی مہ جبین بیگم نے ،

خط بڑا لمبا اور طولانی تھا، بدقت تمام مہ جبین یہاں تک پڑھ
سے نہ پڑھا گیا، غصہ سے اس کا چہرہ خون کبوتر کی طرح سرخ ہو
ابدن کانپ رہا تھا، اس وقت اگر الو میاں یا حکیم صاحب سامنے
یقیناً ان کا منہ نوچ لیتی، اسے اپنی توہین و تذلیل پر غصہ آ رہا تھا
تمیزی اور بیہودگی پر غصہ آ رہا تھا، حکیم صاحب کی غداری اور
پر غصہ آ رہا تھا،

بے بسی کی نشانی ہیں، جب کچھ بس نہ چلا تو وہ رونے لگی، جی
ھوٹ پھوٹ کر رو دئے، لیکن دل اختیار میں نہ تھا، بستر میں منہ
پڑی رہی، اور سسکیاں لے لے کر رونے لگی، اب تک وہ

ناکام و نامراد دنیا سے سدھارا، ظالم ــــ زندگی ویران ہے سنسان ہے تیرے بغیر ــــ محبت کی قدر کر، مری جان چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے۔ کاش وہ دن جلد آئے، جب شمع بن کر ہمارے گھر میں رونق افروز ہو اور ہم پروانہ کی طرح تم پر قربان ہوں۔ حکیم صاحب اپنے خاص آدمی ہیں، ان کی معرفت جواب دو، دل مضطر کو تسکین دو، اپنے بسمل کو تسلّی دو، ورنہ یاد رکھو، سنگ در جانانہ ہوگا اور ہمارا سر، ہمارا ہاتھ ہوگا اور تمہارا دامن، لوگ تمہارے الّو میاں کا لاشہ دیکھیں گے اور کہیں گے کتنا خوبرو جوان تھا، کس سفّاک نے اسے قتل کیا؟ دہن زخم سے آواز آئے گی مہ جبین بیگم نے،ـــ

خط بڑا لمبا اور طولانی تھا، بدقت تمام مہ جبین یہاں تک پڑھ پائی، پھر اس سے نہ پڑھا گیا، غصّہ سے اس کا چہرہ خون کبوتر کی طرح سرخ ہو گیا، سارا بدن کانپ رہا تھا، اس وقت اگر الّو میاں یا حکیم صاحب سامنے ہوتے تو وہ یقیناً ان کا منہ نوچ لیتی، اسے اپنی توہین و تذلیل پر غصّہ آرہا تھا، الّو میاں کی بدتمیزی اور بیہودگی پر غصّہ آرہا تھا، حکیم صاحب کی غدّاری اور ... کاری پر غصّہ آرہا تھا،

... آنسو بے بسی کی نشانی ہیں، جب کچھ بس نہ چلا تو وہ رونے لگی، جی ... چاہتا تھا پھوٹ پھوٹ کر رو دے، لیکن دل اختیار میں نہ تھا، بستر میں منہ ... چھپا کر پڑ رہی، اور سسکیاں لے لے کر رونے لگی، اب تک وہ

شادی سے اس لیے بیزار تھی کہ ریاض کی کشش اس طرف متوجہ نہیں
ہونے دیتی تھی، لیکن اب وہ شادی سے اور الو میاں سے نفرت کرنے لگی
وہ سوچ رہی تھی کہ اگر اس وحشی سے میری شادی ہو گئی تو کے دن نباہ
جو شخص اتنا بدتمیز اور بیہودہ ہو کہ ایسے گندے اور غیر مہذب و ناشائستہ
ایک لڑکی کو لکھ سکتا ہے جس سے وہ محبت کا مدعی بھی ہو اور شادی
متمنی بھی، اس سے ایک لمحہ بھی نباہ کیا جا سکتا ہے؟ اماں جی کو کیا
ہے، انہیں کس طرح سمجھاؤں کہ وہ میری تقدیر بنا نہیں رہی ہیں، پھوڑ رہی ہیں
وہ مجھے جہنم میں دھکیل رہی ہیں، وہ مجھے خودکشی پر مجبور کر رہی ہیں،
اللہ میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ کس سے مدد طلب کروں؟"

پھر دل ہی دل میں اس نے فیصلہ کر لیا، الو میاں سے اگر اس کی شادی
کی گئی تو وہ زہر کھا لے گی، ایسی زندگی سے موت بہتر ہے۔ یہ سوچ کر کچھ
سکون ہوا اور صبح ہوتے ہوتے آنکھ لگ گئی!

ج اتوار تھا!

بح ہوتے ہی مہ جبین باورچی خانہ میں گھس گئی، اولپ جھپ سارا کام
ے وقت سے پہلے ہی ختم کردیا، اتفاق کی بات ریاض پہلے آگئے،
ی کہیں کی وجہ سے دیر میں آئی، باورچی خانہ سے مہ جبین جب اپنے
ں جا رہی تھی تو ریاض بیگم صاحبہ کے پاس بیٹھے گل افشانی گفتار میں مصروف
ان کی نظر مہ جبین پر پڑ گئی اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آج اس کے
ور شاداب چہرے پر افسردگی اور اداسی برس رہی ہے۔ رفتار و اطوار سے
اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ بے انتہا مضطرب اور پریشان ہے، لیکن دل
دل ہی میں رکھی، زبان سے کچھ نہ کہہ سکے، اتنے میں جمیلہ آگئی، ریاض
ے دیکھ کر طنز کیا،
ت جلد آگئیں بھئی!"

بولی
کروں بھیا، آج ایک بڑا سیریس آپریشن تھا، یہاں کا معاملہ نہ ہوتا

تو گول ہی کر جاتی آج کا آنا، پھر سوچا جبین خفا ہو جائے گی، چلی آئی،،!"

ریاض نے کہا

"ہمیں آئے تو بہت دیر ہو گئی، اتنی دیر میں آنٹیں کئی مرتبہ قل ہو اللہ کی

تلاوت کر چکی ہیں،،!"

بیگم صاحبہ نے حمیلہ سے فرمایا،

"واقعی بچہ بھوکا ہو رہا ہو گا، کافی دیر ہو گئی، جبین نے، تو ٹھیک وقت

پر بلکہ وقت سے بھی پہلے سب کچھ تیار کر لیا تھا، جاؤ دستر خوان لگواؤ،،!"

حمیلہ مہ جبین کے کمرہ میں پہنچی،

"کیا میں اندر آؤں؟"

جبین نے کوئی جواب نہیں دیا، حمیلہ اندر داخل ہوئی، اس نے دیکھا

مہ جبین کی آنکھیں سوجی ہوئی بھی ہیں اور سرخ بھی ہیں، چہرے پر اداسی اور

افسردگی چھائی ہوئی ہے، وہ جا کر اس سے لپٹ گئی،

"میری جبین،!"

جبین نے اسے پرے ہٹا[illegible]ئے کہا،

"ہٹ کر بیٹھو بھئی یہ چونچلے ہمیں [illegible] اچھے لگتے!"

حمیلہ نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا،

"رو کیوں رہی تھیں؟"

جبین نے صاف انکار کر دیا

"کچھ پاگل ہوئی ہو؟"

جمیلہ نے پھر سوال کیا
"افسردہ اور مضمحل کیوں نظر آ رہی ہو؟
مہ جبین نے پوچھا
"تم خوش اور مسرور کیوں دکھائی دیتی ہو؟"

وہ بولی،
"ہم غم کی پروا نہیں کرتے" اس کا مذاق اڑاتے ہیں، !"
مہ جبین نے کہا،
"ہم غم کو گلے سے لگاتے اور پیار کرتے ہیں، !"
جمیلہ چپ ہو گئی، ذرا دیر کچھ سوچتی رہی، پھر عارفانہ لہجہ میں بولی،
"ضرور کوئی خاص بات ہے، ہم سے چھپاؤ گی؟
مہ جبین نے کہا،
"کوئی خاص بات نہیں، لہذا چھپانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا !"
"آخر آج اتنی اکھڑی اکھڑی باتیں کیوں کر رہی ہو؟
"سر میں درد ہے شاید کچھ حرارت بھی ہے، !"
"نبض دیکھ کر، نہیں حرارت بالکل نہیں ہے، سر میں درد شاید اس لیے ہے کہ سارا کھانا تم نے خود پکایا ہے !"
"ممکن ہے تمہاری تشخیص صحیح ہو، !"
اتنے میں بیگم صاحبہ کی آواز آئی
"ارے بیٹی جمیلہ کیا کرنے لگیں وہاں؟ کھانا لاؤ نا !

جمیلہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی

"ریاض بھیا بہت بھوکے ہیں، آج کی دعوت کے شوق میں شاید رات انہوں نے کھانا ہی نہیں کھایا، چلو کھانا نکالو،!"

مہ جبین نے کہا،

"سر بہت درد کر رہا ہے، مجھے لیٹا رہنے دو، خود ہی جا کر نکال لو،!"

جمیلہ نے اصرار کرنا مناسب نہ سمجھا، وہ اب اس گھر کی ایک فرد تھی، سیدھی باورچی خانہ پہنچی، کھانا نکال کر نسیمہ کے حوالہ کیا اور خود پھر مہ جبین کے کمرہ میں پہنچ گئی، مہ جبین نے اسے دیکھا تو کہا،

"ارے تم پھر آگئیں، جاؤ ورنہ اماں جی چیخیں گی، اپنا نہیں تو ریاض صاحب کی بھوک کا تو خیال کرو!"

جمیلہ نے کہا،

"کھانا وہاں پہنچ گیا، فکر نہ کرو،!"

"پھر یہاں کیوں چلی آئیں؟"

"وہاں جا کر کیا کرتی؟"

"کیا ریاض صاحب اکیلے کھائیں گے؟"

"تو ہے تو اکیلے کھاتے ہوئے ڈریں گے ننھے میاں!"

"اور تم؟"

"میں تمہارے ساتھ کھاؤں گی،!"

"لیکن میری طبیعت خراب ہے، میں بھی نہیں کھاؤں گی،!"

بڑی بے بسی کے ساتھ مہ جبین نے کہا

جمیلہ روتے ہوؤں کو زیادہ نہ رلاؤ، آخر خواہ مخواہ سنانے سے کیا حاصل
یہ کہتے کہتے اس کی آنکھیں بھر آئیں، خود جمیلہ نے اس کے گلے میں بانہیں ڈال
دیں۔

"کیوں جبین، مجھ سے اپنے دل کا حال چھپاؤ گی:
اور یہ کہتے کہتے خود اس کی آنکھیں بھی آب گوں ہو گئیں، مہ جبین نے تکیہ
کے نیچے سے وہ خط نکالا اور جمیلہ کے سامنے ڈال دیا،

"پڑھ لو،!"

جمیلہ خط پڑھنے لگی، پڑھتی جاتی تھی اور غصہ سے کانپتی جاتی تھی، جب پڑھ
چکی تو کہنے لگی،

"کتنا گندہ خط ہے، !— یہ تو کوئی چھٹا ہوا غنڈہ اور بدمعاش معلوم ہوتا ہے"
خط سے تو یہی معلوم ہوتا ہے —!"

"آخر یہ ذات شریف ہیں کون ؟"

"میں کیا جانوں ؟ حکیم صاحب نے کہیں سے ڈھونڈا ہے ،!"

"میں تو حکیم صاحب کو بڑا اچھا آدمی سمجھتی تھی، لیکن یہ تو چھپے عیار نکلے"

"میری نظر میں تو حکیم صاحب فرشتہ تھے!"

"فرشتہ، وہ تو شیطان ہے اچھا خاصا،!"

"میرے اور تمہارے گالیاں دینے سے کیا ہوتا ہے، وہ تو جو ہیں وہ ہیں!"
"لا ولا،!"

"اور دے لو دو چار گالیاں، مگر اس سے حاصل؟"

"کچھ نہیں، — جی کی بھڑاس تو نکلتی ہے"! مل جائے تو ایسی جوتی تاک
کر لگاؤں منہ پر کہ یہ یاد رکھے"! خالہ جان سے کہدو، اسے یہاں نہ آنے دیا کر

"اتنی ہمت کہاں سے لاؤں؟"

"کیوں؟ اس قدر ڈرتی کیوں ہو اس موے سے"!

اس لیے کہ وہ مجھے خرید چکا — سودا ہو گیا"!

جمیلہ چونک پڑی،

"کیا کہہ رہی ہو تم؟"

"اماں جی نے حکیم صاحب کی بات مان لی"!

"یعنی —

یعنی، انہوں نے ان میاں سے میری نسبت کردی، دو چار دن میں نکا
کی تاریخ بھی مقرر ہو جائے گی"!

"سچ — ؟ مہ جبین سچ؟"

"ہاں جمیلہ سچ ہی تو کہہ رہی ہوں، اپنے بارے میں ایسا منحوس جھوٹ کیو
بولوں گی"!

"ایسا نہیں ہونا چاہیئے!"

"(گلوگیر آواز سے) واہ کیسے نہیں ہونا چاہیئے، مہ جبین نامی، ایک بدقسم
غریب فقیر، مصرعت الحال لڑکی کو اتفاق سے شوہر مل رہا ہے، بھلا ایسی نعم
ٹھکرائی جا سکتی ہے؟ اب اگر ٹھکرا دیا جائے تو پھر وہ عمر بھر یوں ہی بیٹھی رہ

سے کوئی نہیں پوچھے گا اور یہ بات اس کی ماں کسی طرح برداشت نہیں کر سکتی"
جمیلہ نے بڑے اضطراب کے ساتھ کہا،
"کیا کہہ رہی ہو مہ جبین؟"
وہ بولی،!
"درست ہی کہہ رہی ہوں --- اماں جی کا یہی خیال ہے، انھوں نے بڑی خوشی سے یہ نسبت منظور کی ہے،! اور ان کی یہ خوشی بے جا بھی نہیں ہے، بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا، انہیں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آرہی تھی، اقبال کی صورت میں ایک روشنی کی کرن دکھائی دی، اس سے کیسے آنکھیں بند کر لیں -!"
"تو تم بھی یہی چاہتی ہو؟"
"میں ---؟"
"ہاں تم، --- بتاؤ،!"
"نہیں جمیلہ میں کچھ نہیں چاہتی، میں کچھ چاہنے کا حق ہی نہیں رکھتی چاند مجھے اچھا لگتا ہے لیکن کیا وہ میری جھولی میں آجائے گا؟"
"کس چاند کی طرف اشارہ کر رہی ہو تم؟"
"کیا چاند بھی کئی ہیں؟ --- پگلی، چاند نہیں اونچائی ہے، میری نظر اگر بلندی پہ جا کر بھٹکتی ہے تو بھٹکتی رہے، وہ بلندی مجھ تک نہیں آسکتی اور میں اس تک نہیں پہنچ سکتی ---"
"یا اللہ، مہ جبین آج کس طرح کی فلسفیانہ باتیں کرنے لگیں تم؟ میری طبیعت الجھتی ہے ان باتوں سے،!"

"اچھا بہن معاف کرو، غلطی ہوئی خاموش ہوئی جاتی ہوں، تم نے پوچھا تھا کہ کیا چاہتی ہے" اسی کا جواب دے رہی تھی،!

"وہی تو سننا چاہتی ہوں،!"

"میرا جواب یہ ہے کہ مجھے ناممکن کی آرزو ہے۔"

"پھر وہی فلسفہ طرازی،!"

"میں چاہتی ہوں مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا جائے"

"الو میاں کو جواب دے دیا جائے ۔۔۔؟"

"ہاں،!"

"پھر یہ سوال بھی تو ہے شادی کہاں ہو گی تمہاری؟"

"کہیں نہیں،!"

"واہ کیا عمر بھر یوں ہی بیٹھی رہو گی ۔۔۔؟"

"تو کیا ہوا؟ ۔۔۔ تم جو بیٹھی ہو، اور بہت سی لڑکیاں بیٹھی ہیں، ایک میں بھی سہی!"

"میں تو ایسا اندازہ کر رہی ہوں کہ تم محبت کرنے لگی ہو کسی سے،!"

"یہ اندازہ صرف تم ہی کر سکتی تھیں،!"

"صرف میں کیوں؟"

"اس لیے کہ محبت کر چکی ہو،!"

"تو یہ بھی بتا دو کس سے محبت کرتی ہو؟"

مہ جبین کے ہونٹوں پر ذرا کے ذرا تبسم نمودار ہوا جیسے بجلی چمک جائے پھر اس

نے کہا،

"چاند سے، — میں چاند سے محبت کرتی ہوں، یاد ہے، میں نے تم سے ابھی کہا تھا، مجھے ناممکن کی آرزو ہے، چاند تک پہنچنا یا اسے اپنے پاس کھینچ لینا ناممکن ہے نا؟ —"

وہ جماہی لیتی ہوئی بولی،

"تمہارا تو دماغ چل گیا ہے —!"

اتنے میں، بیگم صاحبہ کی آواز آئی،!

"بیٹی جمیلہ،!"

"جی آئی" کہتی ہوئی، جمیلہ مہ جبین کے پاس سے اُٹھ کے وہاں پہنچ گئی، بیگم صاحبہ نے کہا،

"کیا کر رہی تھیں بیٹی، یہاں ریاض میاں اکیلے بیٹھے گھبرا رہے ہیں!"

وہ بولی

"خالہ جان مہ جبین کے پاس بیٹھی تھی،! — کیوں ریاض بھیا آپ گھبرا رہے تھے، خالہ جان کے پاس بیٹھے ہوئے،!"

ریاض نے بیگم صاحبہ سے کہا،

"دیکھ لیا آپ نے اس شریر کو؟"

بیگم صاحبہ مسکرانے لگیں، پھر فرمایا،

"اللہ رکھے مہ جبین کی نسبت ہو گئی ہے، لڑکے والے جلدی نکاح کا تقاضہ کر رہے ہیں، کوئی مناسب تاریخ تجویز کر لو تم لوگ، سب کچھ تمہارے

"آپ بندہ نواز کیا جانیں"

ریاض اور جمیلہ ساتھ ساتھ کوارٹر پہنچے، راستہ بھر جمیلہ خاموش رہی، ریاض پر بھی سکوت طاری رہا، ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے دونوں کسی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہیں، کوارٹر پہنچ کر جب اچھی طرح اپنی اپنی جگہ بیٹھ لیے تو ریاض نے کہا،

"آج میں نے ایک عجیب بات دیکھی"!

جمیلہ نے جواب دیا،

"عجیب آدمی عجیب بات نہ دیکھیں گے تو کیا دیکھیں گے؟"

ریاض نے کہا

"آج تو سارا آدمے کا آوا بگڑا معلوم ہوتا ہے۔ وہ تمہاری سہیلی ہیں نا مس مہ جبین ان کی نسبت ہو گئی، شادی کی تاریخ بھی امروز و فردا میں مقرر ہو جائے گی، انہیں خوش ہونا چاہیئے تھا، لیکن آج اتفاق سے ان کی جھلک نظر آئی تو وہ بہت افسردہ اور دل گیر نظر آئیں، ان کے شاداب اور شگفتہ چہرے پہ غم کے بادل چھائے ہوئے معلوم ہوتے تھے، میں نے کبھی انہیں اتنا اداس نہیں دیکھا تھا، جتنا آج

——— کیوں جمیلہ یہ عجیب بات ہے یا نہیں ؟"

اور کوئی عجیب بات ؟"

"ہاں، دوسری عجیب بات یہ ہے کہ جمیلہ کو بھی چپ لگی ہے، جیسے خدانخواستہ کوئی اندوہناک حادثہ رونما ہوا ہو!"

"بھیا آپ سچ کہتے ہیں، لیکن میں ایک بات بتاؤں جو ان دونوں باتوں سے بھی زیادہ عجیب ہے"

"جی تو نہیں چاہتا سننے کا، لیکن فرمایئے! دیکھوں کون سی دور کی کوڑی لائی ہیں آپ ؟"

وہ کہنے لگی، ایک صاحب ہیں بڑے شریف، بڑے مردمعقول، مہذب شائستہ، تعلیم یافتہ، خوش اخلاق، خوب رو، خوش وضع، میرا خیال ان کے بارے میں یہ تھا کہ اپنے پہلو میں حساس دل رکھتے ہیں، مصیبت زدوں کے کام آتے ہیں، ٹوٹے ہوئے دل جوڑتے ہیں، آج معلوم ہوا روتوں کو رلانے میں انہیں مزہ آتا ہے، مصیبت زدوں اور پریشان حالوں کو چھیڑ چھیڑ کر وہ لطف لیتے ہیں، غم نصیبوں اور قسمت کے ستائے لوگوں کا نیز سے وہ مذاق بھی اڑاتے ہیں، ان کا نام بتاؤں ؟ —— وہ ہیں ریاض صاحب شہر کے کامیاب بیرسٹر میرے محبوب بھیا!"

یہ کہتے کہتے جمیلہ کی آنکھیں بھر آئیں، وہ دوپٹہ کے آنچل سے اپنے آنسو پونچھنے لگی، اس کے ہونٹ اس طرح لرز رہے تھے، جیسے بادِ تند سے گلاب کی پتیاں!

یہ کیفیت دیکھ کر ریاض گھبرا گیا، اس نے کہا
خدا کے لیئے کچھ بتاؤ، تو ماجرا کیا ہے ؟"
وہ کہنے لگی،
"بس رہنے دیجئے، کیا لیجئے گا سُن کر، یہ ماجرا کچھ اتنا دل چسپ نہیں ہے کہ آپ زیادہ لطف اندوز نہ ہو سکیں،!"
ریاض نے بیقراری کے عالم میں پہلو بدلتے ہوئے کہا،
"خدا کے لیئے طنز و تعریض کا سلسلہ بند کرو، کچھ معلوم تو ہو،!"
جمیلہ کی آنکھوں سے آنسو اب بھی جاری تھے خود ریاض کے چہرہ سے بھی ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اب رو دیا ہی چاہتا ہے، اس نے خوشامدانہ لہجہ میں کہا،
پریشان نہ کرو، بتاؤ جمیلہ، تمہیں اندازہ نہیں خود میرے دل پر یہ منظر دیکھ کر کیا کیفیت گذر رہی ہے ؟"
جمیلہ نے پھر بھر پور وار کیا
"آپ کے دل پر ؟ — کیا آپ کے سینہ میں بھی دل ہے ؟ آج تو عجیب عجیب انکشاف ہو رہے ہیں، میں تو ایسا نہیں سمجھتی تھی،!"
وہ بے بسی کے ساتھ بولا
"اب سمجھ لو، کسی اور وقت جتنی چاہنا سنا لینا، لیکن یہ موقع طنز کرنے اور دل جلانے کا نہیں ہے،!"
جمیلہ نے از اوّل تا آخر ساری داستان سنادی، آنسو اب بھی اس کی آنکھوں

میں تیر رہے تھے، گریہ اب بھی گلو گیر تھا، بیقراری، اضطراب اور خلش کی کیفیت اب بھی اس کی چشم و رخسار سے عیاں تھی، یہ داستان سن کر میں نے اس سے کہا،

پہاڑ میں جائیں یہ انزمیاں، آگ لگاؤ ان کی صورت کو، لیکن لڑکی ذات ہو، اکیلی، تنہا، بے یار و مددگار تو یہ پہاڑ سی عمر نہیں گذار سکتیں، وہ ایک عزم کے ساتھ بولی،

کیوں نہیں گذار سکتی تم جو گزار رہی ہو،!

میں نے کہا،

"میں تو محبت کی سزا بھگت رہی ہوں،!"

وہ بولی،

"میں بھی محبت کی سزا بھگتنا چاہتی ہوں،!"

میں نے پوچھا،

"کیا تو بھی کسی سے محبت کرتی ہے؟ کیا تیرے دل میں بھی کسی کی آرزو مچلتی ہے؟"

وہ بولی

"ہاں، کرتی ہوں محبت، مچلتی ہے آرزو!"

میں نے سوال کیا

"کس کی؟ وہ کون ہے؟"

کہنے لگی،

"مجھے ناممکن کی آرزو ہے، میں چاند سے محبت کرتی ہوں جس تک صرف نگاہ پہنچتی ہے، ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔

میں نے بیقرار ہو کر کہا،

"مہ جبین،——"

اس نے پوری بات نہ سنی، کہنے لگی،

"ہاں جمیلہ، چاند مجھے نہ ملے یہ گوارا ہے، لیکن کوئی اور میرا مالک ہو جائے کوئی اور مجھے چھین لے، کوئی اور مجھے خرید لے، اس سودے کو میں منظور نہیں کر سکتی، میں غریب ہوں، "الزمیاں" مجھے خرید رہے ہیں میں نے ان کی صورت نہیں دیکھی، نفرت کرتی ہوں ان سے!!"

اور پھر اس نے وہی خط جو آپ کے سامنے پڑا ہے، میرے سامنے ڈال دیا کہنے لگی،

"اس جنگلی آدمی سے میں ایک لمحہ بھی نباہ نہیں کر سکتی، یہ دنیا کتنی ظالم ہے، کتنی بے درد ہے، یہ کسی کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتی، خیر —— جان سے ہم بھی گذر جائیں گے سو یا ہے یہی!!"

ریاض بڑے غور سے جمیلہ کی باتیں سنتا رہا، پھر اس نے کہا،

"معلوم ہوتا ہے مہ جبین کو محبت ہے کسی سے، کیوں جمیلہ کیا خیال ہے تمہارا؟"

وہ بولی،

"کوئی بڑے سے بڑا جاسوس بھی اس راز سربستہ کا انکشاف نہیں کر سکتا

نا، کمال کر دیا آپ نے اسے منکشف کر کے، اس پر مجھے ایک واقعہ یاد
یا، ایک صاحب کے ہاں چوری ہوئی، صبح کو پتہ چلا، وہ غریب آدمی
ار دینے لگا، لوگ جمع ہو گئے، اتنے میں پولیس بھی آ گئی، مجمع میں ایک
احب چوری کے ذکر پہ بار بار مسکراتے تھے، انسپکٹر نے انہیں پاس
یا، کہنے لگا، معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس معاملہ میں ضرور کچھ جانتے ہیں، ورنہ
ن بار بار کے تبسّم کا کیا مطلب ؟ انہوں نے فرمایا۔ "جی ہاں جانتا ہوں
ب پولیس والے تنخواہیں بھی لیتے ہیں رشوت بھی وصول کرتے ہیں لیکن
رداتوں کا سراغ نہیں لگا پاتے" انسپکٹر صاحب نے جھلّا کر کہا، "تو آپ
ں بتا دیجئے میں آپ کو انعام دوں گا، ان صاحب نے نہایت سادگی سے
رمایا،

"یہ حرکت کسی چور کی ہے !"

سارا مجمع ہنسنے لگا، انسپکٹر صاحب کو ہنسی کے ساتھ غصہ بھی آیا، فوراً
نہیں چلتا کر دیا، بالکل ویسا ہی انکشاف آپ نے بھی کیا ہے کہ مہ جبین کسی سے
بت کرتی ہے۔"

ریاض نے افسردہ اور مغموم لہجہ میں کہا،

"کیوں مذاق اڑاتی ہو جمیلہ، اچھا بھئی بن آئی ہے، جو چاہو کہہ لو، !"

جمیلہ نے پوچھا؛

"آپ جانتے ہیں مہ جبین کس سے محبت کرتی ہے ؟"

وہ بولا،

نہیں، — میں کیا جانوں، !"

جمیلہ کے چہرے پر طنز سے بھرپور تبسم نمودار ہوا، اس نے کہا،

"ہاں اور کیا، — جانتے نہ جانتے لگی ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے

ہے، — بھیا وہ آپ سے محبت کرتی ہے، !"

ریاض اُچھل پڑا،

"وہ مجھ سے محبت کرتی ہے ؟"

جمیلہ نے جواب دیا،

"جی آپ سے، — ریاض بھیا سے — !"

"آ گئیں پھر اپنے رنگ پر وہی شرارت وہی مذاق، — جھوٹی کہیں

کی، !"

"نہیں بھیا، یہ ذرا بھی جھوٹ نہیں ہے، میرا دل گواہی دیتا ہے وہ آپ

ہی سے محبت کرتی ہے، اس کے چاند آپ ہی ہیں، جسے وہ دیکھ سکتی ہے

لیکن جس تک اس کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا اسے ناممکن کی آرزو ہے اور

ناممکن آپ کے سوا کوئی نہیں، !"

"آخر یہ کیسے جانا تم نے ؟"

" — نہیں تمہارا خیال غلط ہے، وہ مجھ سے محبت کیوں کرنے لگی"

جمیلہ نے پھر طنز کیا،

"خوب جی بھر کے انکسار فرمائیے، چاہے کوئی جئے یا مرے، !"

ریاض پر اس وقت ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی، اس نے کہا

"حمیدہ میرے دل پر گھونسے نہ مارو، اس سے زیادہ برداشت کی تاب
مجھ میں نہیں ہے ۔۔!"
حمیدہ نے ایک آہ سرد کے ساتھ جواب دیا،
"آپ مرد ہیں، سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں، سوال تو اس بے زبان
کا ہے جو اُف بھی نہیں کر سکتی، جس کی قسمت میں صرف جلنا، کراہنا، جل جل
اور کراہ کراہ کر مرنا لکھا ہے۔!"
ریاض بگڑ گیا،
"ایسی باتیں نہ کرو حمیدہ،!"
حمیدہ نے نظر اٹھا کر ریاض کو دیکھا پھر پوچھا،
"اور اگر ایسی باتیں کروں گی تو آپ غصہ میں آ کر آؤ دیکھیں گے نہ تاؤ، فوراً
رہ جبین سے شادی کر لیں گے، کیوں بھیا؟"
ریاض ایک جذبہ کے عالم میں اُٹھ کر کھڑا ہو گیا، تیز تیز قدموں سے ٹہلنے
لگا، پھر حمیدہ کے سامنے والی کرسی میں آ کر دھنس گیا، اس نے شعلہ بار آنکھوں
سے حمیدہ کو دیکھا اور کہا،
"اگر مہ جبین مجھ سے محبت کرتی ہے ــــ نہیں، اگر وہ مجھ سے محبت نہیں
کرتی، لیکن کم از کم مجھے ناپسند نہیں کرتی، تو میں بہ سرو چشم اسے اپنی رفیقۂ
حیات بنانے کو تیار ہوں، مجھے نہیں معلوم وہ مجھ سے محبت کرتی ہے یا نہیں
مجھے یقین ہے اس کی محبت کے بارے میں تم نے جو افسانہ تراشا ہے، وہ از
اول تا آخر جھوٹ کا پلندا ہے۔ لیکن میں اس کی محبت سے محبت نہیں کرتا

اس سے محبت کرتا ہوں، ـــ جمیلہ میں اس سے محبت کرتا ہوں، اگر اس کی شادی کسی دوسرے شخص سے ہوئی تو میں نہیں کہہ سکتا میرے دل و دماغ کا کیا عالم ہوگا!"

ایک دم ریاض خاموش ہو گیا، اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، اس کی سانس زور زور سے چل رہی تھی، اس پر ایک عجیب طرح کی کرب و اذیت کی کیفیت طاری تھی، اس نے آنکھیں جھکائیں، سگریٹ سلگایا، دھواں اڑانے لگا، لیکن نظر زمین پر جمی ہوئی تھی، جمیلہ کے کانوں میں تو جیسے کسی نے امرت ٹپکا دیا۔ یہ الفاظ سن کر وہ آپے میں نہ رہی، اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا،

"بھیا کیا سچ مچ"

ریاض نے بات کاٹ لی،

"بار بار یہ سوال نہ کرو، میں جھوٹ نہیں بولتا، ـــ تمہیں یاد ہے، ایک مرتبہ بہت دن ہوئے اپنی شادی کے بارے میں تم نے کہا تھا،

وہ بولی،

"ہاں، خوب یاد ہے، آپ نے کہا تھا، میں اسی لڑکی سے شادی کروں گا جس سے مجھے محبت ہو گی،" ـــ تو کیا آپ واقعی مہ جبین سے محبت کرنے لگے ہیں؟"

ریاض نے صرف ایک لفظ کہا،

"ہاں ـــ"

جمیلہ نے کہا،

اب تو یہ رات کاٹنا دو بھر ہو جائے گی، صبح ہوتے ہی خالہ جان کے ہاں جاؤں گی، اور اپنی پیاری مہ جبین کو بتاؤں گی "لے تیرا چاند تیرے پاس آ گیا خود آ گیا، تیرا ناممکن تجھے مل گیا" یہ سن کر وہ کتنی خوش ہو گی! یہاں بیٹھے بیٹھے میں اس کا اندازہ کر رہی ہوں!"

ریاض بولا،

"تم بہت بڑی بے وقوف ہو، تمہیں کم از کم مہ جبین کا عندیہ تو لے لینا چاہیئے"

"عندیہ کیسا؟"

"یہی کہ اس رشتہ کو بھی تو وہ ناپسند نہیں کرتی، یا ایسا نہ ہو کہ انو میاں کی طرح وہ مجھ سے نفرت کرنے لگے"

جمیلہ کھلکھلا کر ہنس پڑی،

"سچ ہے — عشق است و ہزار بد گمانی — نہیں بھیا میں آپ کو اطمینان دلاتی ہوں ایسا نہیں ہو سکتا، مہ جبین کے دل کی آرزو اور آنکھوں کی تمنا صرف آپ ہیں، میں اس کی ہمدم اور دمساز ہوں، اس کے مزاج، عادت اور خصلت سے اچھی طرح واقف ہوں، بے شک زبان سے اس نے کبھی آپ کا نام نہیں لیا، لیکن اگر مشاہدہ کوئی چیز ہے تو میں کہہ سکتی ہوں، وہ آپ سے بے انتہا محبت کرتی ہے — کس توجہ سے ہمہ تن شوق ہو کر آپ کی باتیں سنتی ہے۔ کس طرح چپکے چپکے آپ کو نگاہ غلط انداز سے دیکھتی ہے، آپ کو کھلانے پلانے کا موقع ہو، تو کس طرح وہ آدمی سے مشین بن جاتی ہے کیا

یہ باتیں بغیر محبت کے ہو سکتی ہیں؟ ہمیں تو اس سے یہ راز اگلوا چکی ہوتی، لیکن میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ آپ اس سے شادی پر رضامند ہو جائیں گے، میں نے سوچا میں اس کی رازدار بن جاؤں — بھئی آپ کے مزاج سے ڈر بھی تو لگتا ہے، — اور اس کی کوئی مدد نہ کر سکوں اس سے بہتر یہی ہے کہ بات ڈھکی چھپی رہے،!"

ریاض نے پوچھا،

"مہ جبین سے میرا شادی کر لینا تمہارے نزدیک ناممکن کیوں تھا؟"

جمیلہ نے کہا،

"بظاہر آپ اس سے محبت کب کرتے تھے، اور بظاہر اس کی کوئی وجہ بھی نہیں تھی کہ آپ جیسا عالی مرتبہ شخص اس لڑکی سے محبت کرے گا جس کے پاس صورت اور سیرت کے سوا، ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے،!"

ریاض نے ذرا تلخ لہجہ میں کہا،

"خوب، — یہ بھی آج معلوم ہوا کہ ہماری جمیلہ بہن بھی ہمیں کتنا نیچ سمجھتی تھیں، پھر مہ جبین کا اگر ایسا خیال تھا تو کیا شکایت کی جا سکتی ہے؟"

"بھیا، آپ تو خفا ہو گئے،!"

"واہ خفا کیوں ہوتا؟ میں بہت خوش ہوں، اس قابلِ فخر انکشاف پر!"

"اب ذرا کام کی باتیں ہونا چاہییں، ایک بات تو بتائیے،!"

"پوچھیے،!"

"خالہ اماں کو تو اعتراض نہیں ہوگا اس رشتہ پر؟"

"خالہ اماں کی بھانجی ہو کر تم اب تک ان کے مزاج کو نہیں سمجھیں؟ وہ مجھ سے اتنی محبت کرتی ہیں کہ اگر میں کسی کانی، لنگڑی، لولی لڑکی سے شادی کر لوں تو وہ اسے اسی طرح کلیجہ سے لگائیں گی جیسے تمہیں لگاتی ہیں!"

حمیدہ ہنسنے لگی،

"ہٹیے بھی بھیا!"

ریاض نے کہا،

"نہیں سچ، میں غلط نہیں کہتا، وہ مجھ سے بے انتہا محبت کرتی ہیں! اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بغیر کسی کوشش کے میری ہر پسند ان کی پسند بن جاتی ہے!"

حمیدہ نے اقرار میں گردن ہلاتے ہوئے کہا،

"ہاں یہ تو میں جانتی ہوں، لیکن اکلوتے اور چہیتے لاڈلے بیٹے کی شادی کا ارمان کتنے دلوں سے لیئے بیٹھی ہیں، ایک غریب اور مفلس خاندان کی لڑکی، خواہ وہ کتنی ہی خوب صورت کیوں نہ ہو، خواہ اس کا حسب نسب کتنا ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو، بہو بناتے میں قدرتاً انہیں تامّل ہو گا!"

ریاض نے فیصلہ کن انداز میں کہا،

"بالکل نہیں ہو گا، اس کا میں ذمہ لیتا ہوں، دیکھ لینا وہ اپنی بہو سے کس طرح عشق کرتی ہیں، یہ بھی بہت آسانی سے ممکن ہے کہ کل جب تم مہ جبین کے ہاں جاؤ تو وہ بھی تمہارے ساتھ چلی جائیں ۔"

حمیدہ ہنسنے لگی،

"نہیں بھیّا، یہ ٹھیک نہیں ہے، کل تو مجھے جانے دیجئے، باقی مرملوں میں خالہ اماں ہی آگے آگئے ہوں گی!"

ریاض نے کہا،

ٹھیک ہے ــــ جیسا تم جانو! (گھڑی کو دیکھ کر) اوہ بہت دیر ہو گئی، اب جاؤں گا!"

حمیلہ نے اجازت دے دی

"جایئے، واقعی بہت دیر ہو گئی، خالہ اماں پریشان ہو رہی ہوں گی!"

ریاض دروازے تک جا کر پھر لوٹ آیا،

"تو صبح تم جا رہی ہو؟"

حمیلہ نے محبت بھری مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا اور کہنے لگی،

"ہاں بھیّا، ضرور جاؤں گی!"

ریاض نے پوچھا،

"میرا مطلب ہے کس وقت تک واپس آجاؤ گی؟ ذرا وہاں کی رپورٹ تو معلوم ہو"!

حمیلہ نے پھر طنز کا تیر پھینکا

"اللہ ری بیقراری! ــــ آپ شام کو آیئے گا!"

اب؟

واقعی جمیلہ کے لیے رات کاٹنا مشکل ہو گئی، بار بار آنکھ کھل جاتی، مہ جبین کی مغموم تصویر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتی، ریاض کے الفاظ کانوں میں گونجنے لگتے، آخر خدا خدا کر کے صبح ہوئی، نماز اور تلاوت سے فارغ ہو کر ناشتہ کیا، جھوٹ موٹ یوں ہی ذرا دیر کے لیے ہسپتال گئی، وہاں سے تانگہ لیا اور سیدھی حویلی

بیگم صاحبہ کو سلام کرتی اور ان کی دعا سنی کی ان سنی کرتی، وہ سیدھی مہ جبین کے کمرہ میں پہنچی، آج وہ کل سے بھی زیادہ نڈھال تھی، آنکھیں حلقوں میں دھنس گئی تھیں، چہرے پر بے رونقی اور اداسی نظر آ رہی تھی، اس غربت میں بھی وہ روز کپڑے بدلنے اور اجلا اجلا پہننے کی عادی تھی۔ آج ایسا معلوم ہو رہا تھا اس نے کئی دو سے نہ کپڑے بدلے ہیں، نہ کنگھی چوٹی کی ہے، نہ آئینہ کے سامنے گئی ہے، جمیلہ اس کے پاس بیٹھ گئی، اور رازدارانہ انداز میں کہا،

"میں تو ابھی زندہ ہی ہوں، یہ جامہ دری کیوں ہے؟ جبین آج تو تم اور

زیادہ پریشان نظر آ رہی ہو کوئی نئی بات ؟"
مہ جبین نے مایوس لب و لہجہ میں کہا
"بات تو خوشی کی ہے !"
حمیلہ نے اشتیاق کے ساتھ دریافت کیا،
"تو چپ کیوں ہو ؟ کہو" وہ بولی
"شادی کی تاریخ مقرر ہو گئی" ـــــ
یہ سنکر حمیلہ کا دم گھٹنے لگا
"کل ہی تو یہ طے ہوا تھا کہ اب کی اتوار کو شادی کی تاریخ مقرر کی جائیگی
پھر ذرا دیر میں یہ انقلاب کیسا ؟"
مہ جبین نے جواب دیا،
"تم لوگوں کے جانے کے بعد حکیم صاحب تشریف لائے تھے، ان کے
اصرار کا مقابلہ اماں جی نہ کر سکیں، اگلا اتوار مقرر ہوا ہے۔"
حمیلہ نے چھیڑتے ہوئے کہا،
"اچھا تو یہ ہے وہ خوشی کی بات جس کا آپ ذکر فرما رہی تھیں ؟"
"ہاں ـــ کیا تم خوش نہیں ہوئیں ؟"
"کیوں نہیں ہوئی، مجھے تو تمہارے دولہن بننے کی اتنی خوشی ہے کہ کچھ
نہ پوچھو، تم ہی خواہ مخواہ کے آنسو بہا رہی ہو کل سے، دل میں تو لڈو پھوٹ
رہے ہیں اور ظاہر میں اشک باری ہو رہی ہے !"
"دنیا میں کسی چیز کو پائیداری نہیں حاصل ہے جس طرح خوشی ہمیشہ نہیں

رہتی، غم بھی آتا ہے اور جاتا ہے، آج جو آنسو تمہیں بہتے نظر آ رہے ہیں، کل یہ خشک ہو جائیں گے، البتہ ذرا کچھ دیر ضرور لگے گی'!"

"کیوں لگے گی دیر؟"

"فطرت کا قاعدہ اور نظام ہی کچھ ایسا ہے:

تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو،

رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہیں ہے!"

یہ کہتے کہتے، مہ جبین کی آنکھیں بھر آئیں، قریب تھا کہ جمیلہ بھی رونے لگے، لیکن اس نے ضبط سے کام لیا، اس وقت تو وہ کوئی دوسرا ہی رول ادا کرنے آئی تھی، اس نے کہا،

"بنتی بہت ہو'!"

مہ جبین نے اسے قیامت کی نظروں سے دیکھا، پھر بولی

"بننے کی کیا ضرورت ہے مجھے؟"

"بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے!"

"ہوتی ہوگی، میں ان لوگوں میں نہیں ہوں'!"

"جی ہاں بقول خود'!"

"جمیلہ، کیا آج تم لڑنے آئی ہو یا میرا مذاق اڑانے؟"

"نہ لڑنے آئی ہوں نہ مذاق اڑانے، سچی اور کھری بات کہہ رہی ہوں، مشہور ہے سچ کڑوا ہوتا ہے، ورنہ سیدھی سی بات ہے، شادی ہو رہی ہے اور تم اس سے خوش ہو، ہر لڑکی خوش ہوتی ہے، ماں کے گھر میں وہ بات

کہاں، یہ شوہر کے ہاں میسّر ہوتی ہے، ماں پھر غیر ہے، شوہر پھر اپنا ہے"!

"حمیلہ یا تو چپ چاپ بیٹھو، ورنہ میں چلی جاؤں گی یہاں سے!"

تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں"

مہ جبین کی آنکھیں پھر بھر آئیں، حمیلہ بے تاب ہو گئی، اس کا جی چاہا اسے گلے سے لگا لے، اور ریاض سے جو باتیں ہوئی تھیں وہ ہرا دے، لیکن نہ جانے کیا سوچ کر خاموش ہو گئی، اتنے میں بیگم صاحبہ تشریف لائیں اور پاس آ کر بیٹھ گئیں، حمیلہ نے کہا،

خالہ جان، اب کی اتوار کو میں اور ریاض بھیا جب آئیں گے تو پھر دعوت کرنا پڑے گی آپ کو!"

وہ خوش ہو کر بولیں،

"ضرور کروں گی بیٹی، اس اتوار کو تو تمہاری مہ جبین کی شادی بھی ہو رہی ہے!"

حمیلہ نے سراپا حیرت بن کر پوچھا

"ارے تو آپ نے تاریخ مقرر کر دی، ــــ؟"

وہ بولیں

"کیا کرتی بیٹی، حکیم صاحب بہت اصرار کر رہے تھے، میں نے بھی سوچا ٹالنے سے کیا فائدہ، جب ایک کام کرنا ہی ہے تو تاخیر کیوں کی جائے جلد سے جلد نپٹ لیا جائے اس سے!"

حمیلہ نے تائید کی،

"ہاں خالہ جان یہ تو ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ!"

"تم ہسپتال سے چھٹی لے لو، دس پندرہ دن کی، سارا کام تمہیں کو کرنا پڑیگا۔"
"لے لوں گی۔"
"الو میاں بڑی دھوم دھام سے برات لانے کو کہہ رہے ہیں، میں نے حکیم صاحب سے کہدیا، ہمیں دھوم دھام پسند نہیں، ہم تو سادہ اور شرعی طور پر یہ تقریب سرانجام دیں گے،!"
جمیلہ نے پوچھا،
"تو الو میاں سے شادی کر رہی ہیں آپ مہ جبین کی؟"
بیگم صاحبہ نے جواب دیا،
"ہاں بیٹی انہی سے!"
جمیلہ نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر فیصلہ کن انداز میں کہا،
"لیکن خالہ جان، الو میاں سے مہ جبین کی شادی نہیں ہو سکتی، کسی طرح بھی نہیں!"
خالہ جان یہ سنکر اچک پڑیں، لرزتی ہوئی آواز میں کہا،
"اے خدا نہ کرے بیٹی، یہ کیا کہہ رہی ہے تو؟"
"خالہ جان، میں سچ کہہ رہی ہوں، — مہ جبین کی شادی ریاض بھیا سے ہو گئی!"
یہ سن کر مہ جبین کا چہرہ سرخ ہو گیا، اور بیگم صاحبہ کی تو عجیب کیفیت تھی، بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو پا کر انہوں نے کہا، "یہ تو کیا کہہ رہی ہے؟" جمیلہ نے اسی انداز سے جواب دیا،

"ٹھیک کہہ رہی ہوں خالہ جان — کیا آپ کے الو میاں ریاض بھیا سے اچھے ہیں؟"

بیگم صاحبہ بولیں

"میں نے تو الو میاں کو دیکھا بھی نہیں، ہاں حکیم صاحب ضرور ان کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملایا کرتے ہیں،! اور ریاض کو میں نے دیکھا ہے، وہ تو ماشاءاللہ گلفام ہے،!"

جمیلہ کہنے لگی،

الو میاں کا اور ریاض بھیا کا کوئی مقابلہ نہیں، صورت میں مقابلہ کیجئے تو ریاض بھیا لاجواب، سیرت دیکھئے تو ان کا کوئی حریف نہیں، دولت و ثروت کے اعتبار سے بھی خدا کے فضل سے شہر میں ممتاز اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے الو میاں کو دیکھا بھی نہیں، نہ جانے آگے چل کر وہ کیسے ثابت ہوں، ریاض بھیا کو تو آپ اچھی طرح دیکھ بھال چکی ہیں، ان کے بارے میں شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ آگے چل کر رنگ لائیں گے،!"

بیگم صاحبہ نے قائل ہوتے ہوئے کہا،

"یہ تو ٹھیک ہے بیٹی، لیکن اب تک تم کہاں سو رہی تھیں؟"

جمیلہ نے جواب دیا،

"ہمیں تو اطمینان تھا کہ جبین ہماری ہے، جب چاہیں گے اسے لے لیں گے وہ تو آپ نے بم کا گولہ مجھ پر اور میرے بھیا پر نسبت کی خبر سنا کر مارا، — بڑا صدمہ ہوا۔ ریاض بھیا کو، وہ کہہ رہے تھے، خالہ جان سے اس سلوک کی

یہ توقع نہ تھی، انہوں نے مجھے زہر کا پیالہ پلا دیا ہوتا، میں پی لیتا، انہوں نے
و کے چمن میں آگ لگا دی، شاید ریاض بھیا اتنے متاثر نہ ہوتے، خطا میری
ہیں نے مہ جبین کی صورت و سیرت کی تعریف کر کر کے انہیں آمادہ کیا،
ب وہ راضی ہو گئے تو عین اس وقت جب ہم پیام دینے کی تیاریاں کر
ہے تھے، آپنے یہ گُل کھلا دیا، واہ خالہ جان واہ! آپ سے یہ امید نہ تھی!
وہ بے بسی کے ساتھ گویا ہوئیں،
"تو مجھے یہ کیا معلوم تھا بیٹی؟
جمیلہ نے شکوہ کرتے ہوئے کہا،
"کہنے کو آپ مجھے بیٹی سمجھتی ہیں، ریاض بھیا کے ساتھ بھی وہی سلوک
جو ماں کا بیٹے کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن چپ چپاتے آپ نے نسبت
تاریخ مقرر کر دی اور ہم سے جھوٹوں بھی نہ پوچھا۔!"
"اے واہ جھوٹ نہ بول لڑکی، تجھے سب معلوم تھا، میں اسے مذاق
رہی تھی، ـــ!"
ریاض کے بارے میں کئی دفعہ بیگم صاحبہ کے دل میں یہ تمنا مچلی تھی کہ کاش
کا داماد بن سکتا، لیکن بظاہر یہ اتنی ان ہونی بات تھی کہ کبھی اس آرزو
کرنے کی جرأت نہ کر سکیں، آج ریاض کا پیام آیا تھا، اور وہ دل میں باغ
ہوئی جا رہی تھیں، لیکن انو میاں کے سلسلہ میں بھی اب اتنی آگے بڑھ
ہیں کہ اب قدم پیچھے ہٹانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا، کہنے لگیں،
پھر اب کیا ہو گا بیٹی؟"

جمیلہ نے کہا،

"ہو گا کیا؟ ـــ ریاض بھیا کے ساتھ میری مہ جبین کی شادی"!"

"اور الو میاں ـــ!"

"الو میاں کیا؟ ـــ وہ ہمارے کون ہوتے ہیں؟ دھتکار دیئے

جیسے کتا دھتکار دیا جاتا ہے، واہ یہ بھی آپ نے اچھی کہی، میں اپنی پیاری

کو ایک بدمعاش اور غنڈے کی بیوی بننے دوں؟ ـــ خون کی ندی

جائے گی خالہ جان"!"

بیگم صاحبہ بڑی دیر کے بعد مسکرائیں۔

"ارے چل ہٹ، ـــ معاملہ بڑا ٹیڑھا ہو گیا ہے، غضب خدا کا

نے تو تاریخ بھی مقرر کر دی"!"

جمیلہ بولی،

"اونہہ، تاریخ مقرر کر دی تو کیا ہوا؟ چلئے تاریخ مقرر کر دی اچھا کیا"

تاریخ کو ریاض بھیا آ جائیں گے دولھا بن کر"!"

فکرمندی کے ساتھ بیگم صاحبہ نے پوچھا،

"لیکن الو میاں کو کیا جواب دوں گی؟"

جمیلہ نے ایک کاغذ بیگم صاحبہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا،

"یہ ہیں آپ کے الو میاں، ذرا ان کا یہ گرامی نامہ ملاحظہ فرمایئے۔ آپ

ہی پھر ان کے نام سے کانوں پہ ہاتھ نہ دھرنے لگیں تو میرا نام جمیلہ نہیں

منہ نہ دیکھئے خالہ جان، ـــ پڑھیئے، ملاحظہ فرمائیے اسے

انقلاب

طے ہو گیا کہ الو میاں اور مہ جبین کی نسبت ٹوٹ گئی، فیصلہ کر لیا گیا کہ مہ جبین اور ریاض کی نسبت طے پا گئی، بیگم صاحبہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی، مہ جبین نے جس ناممکن کی آرزو کی تھی، وہ اب ناممکن نہ رہا تھا اور جمیلہ؟ اس کی مسرت بے اندازہ تھی، حدِ بیان سے باہر تھی؛ وہم و گمان سے خارج تھی،

اب تقریباً روزانہ جمیلہ مہ جبین کے ہاں جایا کرتی اور گھنٹوں بیٹھتی تھی، نکاح کی تاریخ تو مقرر نہیں ہوئی تھی، اور باضابطہ اس کا اعلان نہیں ہوا تھا لیکن یہ تقریباً طے تھا کہ اسی مہینہ میں یہ مبارک کام سر انجام دے دیا جائے گا، ہسپتال سے واپس آکر منہ ہاتھ دھو کر، وہ مہ جبین کے ہاں جانے کا ارادہ کر رہی تھی، سوچا تھا کہ چائے واپس آکر پیئے گی کہ ریاض صاحب تشریف لائے، جمیلہ نے منہ بنا کر کہا،

"بھیا، آپ بھی کتنے خراب آدمی ہیں، — بھلا اتنے ناوقت کیوں آئے آپ؟ ہم تو مہ جبین کے ہاں جا رہے تھے، اس وقت، — بے چاری انتظار کر رہی ہو گی،!"

ریاض جمیلہ کی ان باتوں کا عادی تھا، اس نے مسکراتے ہوئے کہا،
"تمہاری صاف گوئی کی میں قدر کرتا ہوں، ابھی چلا جاؤں گا، صرف ایک بات
کہنے آیا تھا اس وقت"!"
"اگر ابھی ابھی چلے جائیں گے تو واقعی میں آپ کا شکریہ ادا کروں گی، فرمائیے
جلدی سے وہ ایک بات"!"
"پرائیویٹ وارڈ نمبر ۱۳ میں جن صاحب کا آپریشن ہوا ہے،۔۔۔
"ہاں، بڑا سیریس کیس تھا، اللہ نے بچا لیا ۔۔۔ تو؟"
"وہ صاحب میرے پرانے دوست رؤف صاحب ہیں ۔۔۔"
"اچھا یہ ہیں آپ کے دوست رؤف صاحب، ۔۔۔ بعض لوگ بیماری
میں بالکل بچہ بن جاتے ہیں، رؤف صاحب بھی انہی لوگوں میں ہیں، مجھے
ان کی ضدوں اور بدپرہیزیوں نے پریشان کر دیا ہے (مسکرا کر) لیکن ہیں بڑے
ڈرپوک، مجھ سے بہت ڈرتے ہیں، وہمی بھی بے انتہا ہیں، جب دیکھئے
نبض پر ہاتھ ہے، حد ہو گئی، کل ڈاکٹر کہہ رہا تھا، اب آپ اچھے ہیں، گھر جا
سکتے ہیں، بڑی کمزور اور نحیف آواز میں اختلاج قلب کی شکایت کرنے لگے
ڈاکٹر صاحب کو ترس آگیا، چند روز قیام کی انہوں نے اور اجازت دے دی
اس وقت بھی انہی کے پاس سے آرہی ہوں، کہہ رہے تھے، دل بیٹھا جا رہا ہے
گلوکوز کا ایک گلاس پیا، تب ذرا مطمئن ہوئے، خیر ہو گا، تو آپ ان کے
بارے میں کیا کہہ رہے تھے؟
"شکر ہے تمہاری تقریر ختم ہوئی، میں جو کچھ کہہ رہا تھا، اب اس کی ضرورت

نہیں رہی، تم نے تو ان حضرت کا وہ سراپا کھینچا ہے کہ تصویر پھر گئی آنکھوں کے سامنے، واقعی وہ بڑی وہمی طبیعت اور مزاج کا آدمی ہے۔ مجھے آج ہی معلوم ہوا کہ حضرت آپریشن سے دو چار ہوئے ہیں اور اسی ہسپتال میں ہیں، میں نے کہا تم سے سفارش کر دوں میرا دوست ہے ذرا خیال رکھنا"

"نہیں بھیا آپ کی سفارش کی ضرورت نہیں، اول تو میں خود ہی ہر مریض کا پورا خیال رکھتی ہوں اور حتی الامکان اسے کسی تکلیف یا شکایت کا موقع نہیں دیتی، دوسرے آپ کے رؤف صاحب بجائے خود لنترانی لے دھڑک مریض ہیں کہ جو فرمائش چاہتے ہیں کر دیتے ہیں، نہ پوری ہو تو نبض ساقط اور دل غرق، سب کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جاتے ہیں، ــــ لیکن دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں مشورہ دیجئے، ہسپتال سے اب تشریف لے جائیں، یہ اختلاج و خلجان کا گورکھ دھندا زیادہ دنوں نہیں چل سکے گا۔"

"میں جا رہا ہوں، تمہارا یہ پیام ان تک پہنچا دوں گا۔"

"ضرور جائیے، ــــ چائے پینے کا ارادہ ہو تو کہہ دیجئے، بنا دوں، ورنہ پھر میں چلی۔"

ریاض نے شرارت بھری نظروں سے جمیلہ کو دیکھا

"چائے پی کر جاؤں گا، جمیلہ نے اس طرح منہ بنایا جیسے یہ فرمائش اسے بہت ناگوار گذری، اس نے اٹھتے اٹھتے کہا،

"بہت ستاتے ہیں بھیا آپ تو!"

تھوڑی دیر میں وہ چائے بنا کر لے آئی جب پیالی سامنے آئی تو ریاض

نے کہا،

"نہیں بھائی، معاف کرنا، میں چائے نہیں پی سکوں گا!"

"جمیلہ چڑ گئی، پوچھا،

"پھر آپ نے بنوائی کیوں تھی؟"

"اس وقت تک تو ارادہ تھا"!"

"پھر بدل کیوں گیا؟"

"یاد آ گیا، رؤف کی عیادت سے فارغ ہو کر ایک ٹی پارٹی میں جانا ہے، وہاں کی چائے یہاں سے زیادہ مزے کی ہو گی ـــ تو کیا ہوا؟ میں نے نہیں پی تم پی لو!"

اس نے پیالی ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا،

"میں کیوں پی لوں، میں اپنی ٹی پارٹی میں جا رہی ہوں، انتظار ہو رہا ہو گا میرا!"

ریاض نے چلتے چلتے کہا،

سلام کہہ دینا میرا!"

وہ ہنسنے لگی،

"اب تو بڑی زبان چلنے لگی ہے آپ کی ـــ واقعی کہہ دوں گی!"

"ہاں بھئی، ضرور کہہ دینا، کوئی مذاق کر رہا ہوں!"

ریاض چلا گیا، جمیلہ نے جلدی جلدی برتن سمیٹے، منہ ہاتھ دھو کر کپڑے تبدیل کئے اور حویلی جانے کے لیے روانہ ہو گئی، راستہ بھر ریاض کی باتیں اس

کے کانوں میں گونجتی رہیں، کبھی خود بخود وہ مسکرا دیتی، کبھی ماتھے پر شکنیں پڑ جاتیں، اور وہ کچھ سوچنے لگتی۔!

حویلی پہنچی تو یہاں قدرت خدا کا کرشمہ نظر آیا، یعنی حکیم صاحب پہلے سے رونق افروز تھے اور بیگم صاحبہ سے اُلجھ رہے تھے کہ وعدہ خلافی کرکے سارے خاندان کی ناک کاٹ دی انہوں نے، جمیلہ نے سوچا، مہ جبین سے تو ملوں گی بعد میں پہلے ان حضرت کا مزاج اقدس درست کردوں، وہ بیگم صاحبہ کے پاس جاکر بیٹھ گئی، اور پھر جو اس نے حکیم صاحب کو آڑے ہاتھوں لیا ہے، اور انو میاں کا خط پیش کرکے حکیم صاحب کو دلال اور انو میاں کو چھٹا ہوا غنڈہ قرار دیا ہے تو بیچارے کی سٹی گم ہوگئی، جواب دیتے نہ بن پڑا، جمیلہ کے بارے میں انہیں یہ گمان بھی نہیں تھا کہ ایسی حرفوں کی بنی ہوئی ہے، جو بات وہ کہتے، جمیلہ اسی کی کاٹ کردیتی، اور آخر اس نے ثابت کردیا کہ مہ جبین کے لائق ریاض میاں ہیں انو میاں نہیں، حکیم صاحب اس حملہ کی تاب نہ لا سکے، لڑکھڑاتے قدموں سے واپس تشریف لے گئے۔ — ان کے قدم یوں ڈگمگا رہے تھے کہ اب انو میاں کو کیا منہ دکھائیں گے؟ ان سے کیا کہیں گے؟"

نشہ اُتر گیا

انو میاں آج کل بہت خوش ہیں، ہر وقت مست و سرشار رہتے ہیں، کہ جبیں چند ہی روز میں ان کی بیوی بننے والی ہے، اب تک جتنی عورتوں کو انہوں نے دیکھا ہے، جن سے راہ و رسم کی، جنہیں زینتِ پہلو بنایا، ان سب سے مہ جبیں کہیں زیادہ بلند و برتر تھی، پیتے وہ پہلے بھی تھے، اب تو بہت زیادہ پینے لگے ہیں، رات بڑی دیر تک شغلِ بادہ و جام کرتے رہے صبح ہوتے ہوتے سوئے، کوئی گیارہ بجے کے قریب انگڑائیاں اور جمائیاں لیتے ہوئے اُٹھے، طبیعت کچھ بے کیف سی ہو رہی تھی، جلدی جلدی غسل کیا ناشتہ سے فارغ ہوئے اور دکان پہ پہنچ گئے، یہاں حکیم صاحب پہلے سے منتظر بیٹھے تھے، انہیں دیکھ کر انو میاں کی ساری بے کیفی جاتی رہی ایسا معلوم ہوا جیسے یہ حکیم صاحب نہیں ہیں۔ شراب کا مٹکا ہیں۔"

"اخاہ حکیم صاحب تشریف رکھتے ہیں! کہیئے، کیا پیجیئے گا؟ شربت، چائے یا بادۂ احمر؟"

حکیم صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا، اب غور سے جو انو میاں نے دیکھا تو معلوم ہوا حکیم صاحب کا چہرہ اترا ہوا ہے، پریشانی اور اضطراب کے آثار نمایاں ہیں، آنکھوں کی چمک بے رونقی میں تبدیل ہوگئی ہے، اس نے پوچھا،

"کیا بات ہے حکیم صاحب؟ آج تو آپ بہت پریشان نظر آرہے ہیں،"

حکیم صاحب نے جواب دیا،

"قسمت ــــ"

اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکے، اب انو میاں ہوش میں آچکے تھے،

"بتائیے تو سہی کیا بات ہے؟"

حکیم صاحب نے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہا،

"قسمت پھوٹ گئی،!"

انو میاں نے سوال کیا،

"کس کی قسمت پھوٹ گئی، آپ کی پھوٹی ہوگی میری قسمت تو نہیں پھوٹ سکتی، میں اپنی قسمت کا خود مالک ہوں، وہ اگر ٹوٹ جائے تو میں اسے جوڑ لوں گا، وہ اگر پھوٹ جائے میں دوسری بنالوں گا، بالکل پریشان نہ ہوجیے بات بتائیے"

حکیم صاحب کے دم میں دم آیا، وہ تو سمجھے تھے قسمت پھوٹنے کا ذکر سنتے ہی انو میاں یا خودکشی کرلیں گے یا پاگل ہوجائیں گے، کہنے لگے،

"بیگم صاحبہ نے نسبت توڑ دی، شادی سے انکار کردیا،!"

انّو میاں کے چہرے کا رنگ بدل گیا، بڑے استقلال کے ساتھ یہ خبر سنی،
پھر پوچھا،

"کیوں؟ —— کوئی وجہ بھی تو ہوگی —— ؟ کہیں اور بات ٹھہر گئی ہے، ضرور ایسا ہی ہوگا!"

حکیم صاحب کو جو کچھ معلوم تھا، سب اُگل دیا،

"جی ہاں کوئی ریاض صاحب ہیں، ان سے طے ہوئی ہے شادی!"

انو میاں اچھل پڑے

"ریاض صاحب ؟ ریاض صاحب کون ؟"

حکیم صاحب نے بتایا،

"یہیں کے رہنے والے ہیں، بیرسٹری کرتے ہیں، سنا ہے بڑی کامیاب پریکٹس ہے!"

"یہ ریاض وہاں کیسے پہنچ گیا؟"

اپنی بہن کے ذریعے، —— ارے صاحب وہ ہسپتال میں نرسوں کی انچارج ہے نا جمیلہ، ایک مرتبہ شاید پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں، اس کے بھائی ہوتے ہیں!"

انو میاں کا حلال اس وقت دیکھنے کے قابل تھا،

"یہ وہ جمیلہ ہے، ؟ —— ریاض اس کا بھائی ہوتا ہے ؟"

"جی، ——"

"تو جمیلہ نے کیا کیا؟"

"سارا کھیل اسی حرام زادی کا بگاڑا ہوا ہے"!"

"ذرا تفصیل بتایئے"!"

"تفصیل کیا بتاؤں ـــــ میں تو اسے بہت نیک اور شریف لڑکی سمجھتا تھا، لیکن وہ تو زہر کی بجھی ہوئی نکلی، خدا پناہ میں رکھے اس سے، اب تک سر میں درد ہو رہا ہے"!"

"سر میں درد کیوں ہو رہا ہے؟"

"وہ ٹانگ لی ہے اس نے میری کہ کیا عرض کروں، ـــــ میں تو بیگم صاحبہ سے باتیں کر رہا تھا، انہیں قائل معقول کر رہا تھا، مشورہ دے رہا تھا کہ اپنا فیصلہ واپس لے لیں، اور ایمان کی بات یہ ہے کہ وہ میری باتوں سے کافی متاثر نظر آ رہی تھیں، اتنے میں یہ حرافہ پہنچ گئی، اس نے آتے ہی پانسہ پلٹ دیا۔"

"وہی تو پوچھتا ہوں کس طرح؟"

"میں نے کہا، بیگم صاحبہ، فیصلہ میں جلدی نہ کیجئے، یہ حرافہ کہنے لگی، کیوں نہ کریں؟ کیا کسی کے دبیل ہیں؟ میں نے کہا الو میاں جیسا داماد چراغ لے کر ڈھونڈھیے گا تو نہیں ملیگا، چمک کر بولی، بڑے آئے الو میاں، ان سے تو میں جوتی نہ اٹھواؤں، مہ جبین کا ذکر ہی کیا ہے؟ میں نے کہا، الو میاں دولت مند ہیں، شریف ہیں، خوب صورت ہیں، لاکھوں میں ایک ہیں کہنے لگی: تو اپنی لڑکی سے ان کی شادی کر دیجئے، ہمارے ہاں لڑکیاں بیچی نہیں جاتیں، نہ ان کے لیے گلفام شوہر چھانٹے جاتے ہیں۔ میں نے